عمران سیریز

ڈیتھ سرکل

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات
اور پیش کردہ سچوئشنز قطعی فرضی ہیں کسی قسم کی
جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے
پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے

ناشران ------- اشرف قریشی
------- یوسف قریشی
پرنٹر ------- محمد یونس
طابع ------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------- -/60 روپے

چند باتیں

معزز قارئین!

سلام مسنون! نیا ناول "ڈیتھ سرکل" آپ کے ہاتھوں میں ہے اس ناول میں مجرم بڑی خاموشی سے عمران کے ملک میں داخل ہوتے ہیں اور ان کی سرگرمیاں بغیر کسی کو چونکائے شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر ایک دوست ملک کی طرف سے اطلاع آجاتی ہے کہ بین الاقوامی مجرم ان کے ملک میں داخل ہو چکے ہیں۔ حکومت چونک اٹھتی ہے لیکن اس بار ایک نیا ہی چکر شروع ہو گیا۔ صدر مملکت یہ کیس سیکرٹ سروس کو دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کیس سپرنٹنڈنٹ فیاض کو دے دیا جاتا ہے۔ سر رحمان اس کیس کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور فیاض کو خاص طور پر منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ عمران سے کسی قسم کی امداد نہ لے۔ چنانچہ سوپر فیاض اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہے ____ مگر وہ جسے مجرم سمجھ کر ہتھکڑیاں ڈالتا ہے وہ ایک معزز مہمان ہوتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ سر رحمان کو اس معزز مہمان کے سامنے فیاض کی غلطی کی معافی مانگنی پڑتی ہے۔

آخر کار فیاض کو مجبور ہو کر عمران کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑتے ہیں عمران جواب میں سودے بازی شروع کر دیتا ہے اور پھر مجرموں کی لاشیں فروخت ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ فیاض کبھی ایک لاکھ روپے میں مجرم

خریدتا ہے اور کبھی ڈیڑھ لاکھ روپے میں مجرم کی لاش ــــــ وہ روتا بھی ہے ــ چلاتا بھی ہے ــــ احتجاج بھی کرتا ہے ــ مگر مجرم تو اُسے خریدنے ہی پڑتے ہیں ۔ عمران کا مجرم فروخت کرنے کا بزنس عروج پر پہنچ جاتا ہے اور سوپر فیاض کی دولت میں تیزی سے کمی آتی چلی جاتی ہے ۔

اس طرح بالکل منفرد ــ انوکھی ــ اور انتہائی دلچسپ کہانی وجود میں آجاتی ہے جس میں قدم قدم پر قہقہے گونجتے سنائی دیتے ہیں اور ان قہقہوں کی گونج میں مشین گنوں کی تڑتڑاہٹ اور مجرموں کی خرید و فروخت بھی جاری رہتی ہے ۔

یہ کہانی بالکل انوکھے انداز میں لکھی گئی ہے ۔ ایسی کہانی جسے پڑھ کر آپ بھی بے اختیار قہقہے لگانے پر مجبور ہو جائیں گے ۔ اس کہانی میں عمران کا ایک نیا رُوپ سامنے آتا ہے ۔ بالکل منفرد اور انوکھا انداز مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی آپ کو بے پناہ پسند آئے گی ۔

والسّلام

مظہر کلیم ایم ۔ اے

عمران اپنے مخصوص ٹیکنی کلر لباس میں دارالحکومت کی سب سے معروف سڑک کے فٹ پاتھ پر ٹہلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا ـــــــ اس کے چہرے پر حماقتوں کا آبشار پوری روانی سے بہہ رہا تھا۔ وہ یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دکانوں کے شوکیسوں اور فیشن ایبل لڑکیوں کو دیکھتا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار کسی شہر میں داخل ہوا ہو۔

وہ آج کل فارغ تھا اور جب بھی وہ فارغ ہوتا وہ اپنا وقت اس قسم کی حرکتیں کر کے ہی گزارتا تھا ـــــــ آج بھی اسنے دارالحکومت کے ایک نو تعمیر شدہ ہوٹل "فردوس" میں رات کا کھانا کھانے کا فیصلہ کیا۔ چوں کہ اس ہوٹل کا افتتاح چند روز قبل ہوا تھا۔ اور عمران اس سے پہلے کبھی اس ہوٹل میں نہیں گیا تھا ـــــــ اس لئے تکمیل تفریح حاصل کرنے کے لئے اس نے نہ صرف ٹیکنی کلر لباس پہنا بلکہ وہ پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اور اس وقت وہ اس

ہوٹل میں جانے کے لیے ہی فٹ پاتھ پر ٹہلتا ہوا چل رہا تھا۔

"صاحب ـــــ کیا آپ میری بات سنیں گے "

اچانک عمران کے کانوں میں ایک نسوانی آواز گونجی اور عمران ٹھٹھک کر رک گیا ـــــ اس نے تیزی سے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ جہاں ایک نوجوان اور خوب صورت مقامی لڑکی سادہ مگر صاف ستھرے لباس میں کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی تھی ـــــ لڑکی کے چہرے پر پھیلی ہوئی بے پناہ معصومیت نے عمران کو بے حد متاثر کیا۔

"معاف کیجیے ـــــ میں اونچا سنتا ہوں۔ اس لئے اگر آپ کچھ سنانا چاہتی ہیں تو آپ کو کانوں پر ہاتھ رکھ کر ترنم میں کہنا پڑے گا" ـــــ عمران نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے جواب دیا۔

"کس کے کانوں پر ـــــ آپ کے یا اپنے" ـــــ لڑکی نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ فقرہ خاصا برجستہ انداز میں کہا گیا تھا۔

"میرے کان تو گوند سے چپکے ہوتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ رکھے تو وہ بے چارے نیچے گر پڑیں گے ـــــ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے کانوں پر ہی ہاتھ رکھ لیں۔ یہ مجھے خاصے مضبوط نظر آ رہے ہیں" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"مگر میرے کان تو بالوں میں چھپے ہوتے ہیں اس لئے مجبوری ہے" ـــــ لڑکی نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر عمران کے دونوں کان پکڑ لیئے۔

"ارے ارے ــــــ محترمہ ارے" ــــــ عمران نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ راہ جاتے لوگ بھی فٹ پاتھ پر ہونے والا یہ عجیب وغریب تماشہ دیکھ کر رک گئے۔ ان سب کے چہروں پر شدید حیرت تھی۔

"کیا بات ہے محترمہ ــــــ کیا یہ آپ کو چھیڑ رہا تھا"

ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ اس کے لہجے میں ہمدردی سے زیادہ شرارت تھی۔

"آپ سے مطلب ــــــ آپ اپنی راہ لیں" ــــــ لڑکی نے انتہائی غصیلے لہجے میں اس نوجوان سے کہا اور وہ نوجوان جھجک کر پیچھے ہٹ گیا۔

لڑکی نے بدستور عمران کے دونوں کان پکڑے ہوئے تھے اور عمران کی بُری حالت تھی ــــــ اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔

"ایک چونی ہے آپ کے پاس" ــــــ اچانک لڑکی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چونی ــــــ جی چونی ــــــ آپ چونی کے متعلق پوچھ رہی ہیں نا ــــــ جج ــــــ جی ہاں ــــــ ہوگی مگر......" ــــــ عمران نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر جیبیں بُری طرح ٹٹولنے لگا۔

"میرے پاس چونی کم ہے۔ سینما کی ٹکٹ لینے میں۔ اور میں فلم دیکھنا چاہتی ہوں" ــــــ لڑکی نے بڑی معصومیت

سے جواب دیا اور اُسی لمحے ہاتھ عمران کے کانوں سے ہٹا لئے ۔
" کیا بات ہے ــــ یہ آپ نے یہاں کیا مجمع لگا رکھا ہے "
اچانک ایک ٹریفک کانسٹیبل نے مجمع کو ہٹا کر اندر آتے ہوئے کہا ۔
" یہ چونی مانگ رہی ہیں " ــــ عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ابھی رو پڑے گا ۔
" چونی مانگ رہی ہے ــــ کیوں " ــــ سپاہی نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا ۔
" سنو کانسٹیبل ــــ یہ شخص مجھے اغوا کر کے لے آیا ہے ۔ اور اب مجھے بیچنا چاہتا ہے ۔ اب میں نے شور مچایا تو مجھے پاگل بنا رہا ہے ۔ کہتا ہے چونی مانگتی ہے ــــ ہونہہ ــــ میں کیوں مانگوں چونی " ــــ لڑکی نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا ۔
" اوہ ــــ تم اسے اغوا کر کے لے آئے ہو چلو تھانے "
کانسٹیبل نے مونچھوں کو مروڑتے ہوئے اور سر ہلاتے ہوئے کہا ۔ اور دوسرے لمحے اس نے جھپٹ کر عمران کی کلائی پکڑ لی ۔
" ارے ارے ــــ یہ جھوٹ بول رہی ہے ــــ غضب خدا کا " ــــ عمران نے بڑی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا ۔
" مارو مارو اسے ــــ یہ لڑکیاں اغوا کرتا ہے "
اچانک مجمع میں سے کسی نے چیخ کر کہا ۔ اور شاید مجمع اس قسم کے موقعے کے انتظار میں تھا ــــ اس لئے وہ سب شور مچاتے

اور چیختے ہوئے عمران پر جھپٹ پڑے۔ مگر دوسرے لمحے سپاہی کے حلق سے گالیاں اور چیخیں نکلنے لگیں ۔۔۔۔ عمران نے بڑی پھرتی سے ایک جھٹکا دے کر سپاہی کو اپنے اوپر کر کے خود اس کے نیچے چھپ گیا تھا اور بے چارے سپاہی پر بے بھاؤ کی پڑنے لگیں ۔۔۔۔ اور جب تک مجمع کو احساس ہوتا کہ وہ عمران کی بجائے سپاہی کو پیٹ رہے ہیں۔ سپاہی بے چارہ اچھی خاصی مرمت کرا چکا تھا۔ اور جب لوگوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے ایک باوردی کانسٹیبل کو سر عام پیٹ ڈالا ہے۔ وہ سب تیزی سے مڑے اور پھر جدھر لوگوں کا منہ اٹھا لوگ بھاگ لئے ۔۔۔۔ اور اُسی لمحے عمران نے زور سے کانسٹیبل کو دھکا دیا اور پھر وہ تیزی سے بھاگتا ہوا ذرا آگے ایک ریستوران میں گھسا اور پھر اس کے پچھلے دروازے سے نکل کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اس لڑکی نے اچھا خاصا مسئلہ بنا کر رکھ دیا تھا اور عمران جانتا تھا کہ اگر وہ اب نہ بھاگا تو پھر تھانے تک تو لازماً جانا ہی پڑے گا ۔۔۔۔ اور وہ اس وقت تھانے جانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اُسی لمحے اس نے ایک خالی ٹیکسی کو روکا اور پھر جلدی سے اس کا دروازہ کھول کر اس میں سوار ہو گیا۔

"ہوٹل فردوس "۔۔۔۔ عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اور عمران بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا رہا جیسے اُسے خطرہ ہو کہ ابھی مجمع اس کو پیچھے سے آکر پکڑ لے گا ۔۔۔۔ لیکن جب کوئی نظر نہ آیا تو

عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لے کر نشست سے سر ٹکا دیا ۔۔۔۔ وہ لڑکی کے اس انداز کی جرأت اور مذاق پر اب دل ہی دل میں حیران ہو رہا تھا ۔ یا تو وہ لڑکی واقعی پاگل تھی یا پھر حد سے زیادہ خود اعتماد ۔۔۔۔ ویسے عمران کو اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے بھی پاگل پن کی جھلکیاں نظر نہ آئی تھیں ۔ اس لئے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ لڑکی نے مذاق کیا ہے ۔۔۔۔ بہر حال وہ لڑکی کی ہمت پر دل ہی دل میں داد دے رہا تھا ۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نو تعمیر شدہ ہوٹل فردوس کی عظیم الشان بلڈنگ کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی اور اس کے بڑے گیٹ کے سامنے جا کر رکی ۔۔۔۔ عمران دروازہ کھول کر نیچے اترا اور اس نے کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر یوں چونکا جیسے جیب کٹ گئی ہو ۔ اور اس نے تیزی سے دوسری جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں ۔

" کرایہ دیں ۔ یہ اداکاری بند کریں ۔ میں نے آپ جیسے بڑے اداکار دیکھے ہیں " ۔۔۔۔ اچانک ڈرائیور نے کرخت لہجے میں کہا وہ غور سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا ۔

" اچھا ۔۔۔۔ میری اداکاری اچھی ہے ۔۔۔۔ بہت اچھے ۔ آج پہلی بار کوئی قدر دان ملا ہے ۔ چلو پھر جلدی سے ہدایت کار جلالی جلال پوری کے پاس " ۔۔۔۔ عمران اچھل کر واپس ٹیکسی میں بیٹھ گیا ۔

" کیا مطلب ۔۔۔۔ کرایہ نکالو ۔۔۔۔ اور نیچے اترو ورنہ دانت

باہر نکال دوں گا"۔۔۔۔۔ ڈرائیور نے غصے سے پلٹ کر کہا۔

"چلو نکال دو دانتوں کو باہر۔ ویسے بھی عذاب بنے ہوئے ہیں۔ صبح شام برش کرتے رہو۔ پیسٹ ملتے رہو۔ خواہ مخواہ کا خرچہ"۔ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"تم اترتے ہو نیچے یا نہیں"۔۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے چیختے ہوئے کہا۔

"ارے ارے بھئی ۔۔۔۔۔ تم دانتوں کی بجائے آنکھیں نکال رہے ہو۔ یہ بات غلط ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے خوف زدہ انداز میں نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔۔۔۔ آجاتے ہیں مفت خورے۔ جیب میں پیسے نہیں اور ٹیکسی پر بیٹھ جاتے ہیں جیسے ان کے باپ کی ہو"۔۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اور گیر لگا کر ٹیکسی کو آگے بڑھانا چاہا۔ اسی لمحے عمران نے جیب سے سو کا ایک نوٹ نکالا اور ٹیکسی ڈرائیور کی گود میں پھینک دیا۔

"باقی اپنے جیسے کسی مستحق کو دے دینا"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑے باوقار انداز میں بڑھتا چلا گیا۔۔۔۔۔ اور ٹیکسی ڈرائیور یوں آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھتا رہ گیا جیسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ اُسے اچانک دکھائی دے گیا ہو۔ اور پھر اس نے چونک کر یوں تیزی سے ٹیکسی آگے بڑھائی جیسے ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو عمران اس سے نوٹ واپس کھینچ لے گا۔

عمران بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا مین گیٹ پر پہنچا۔ مین گیٹ کے دونوں اطراف میں دو باوردی دربان بڑے مؤدبانہ انداز میں کھڑے تھے ۔۔۔۔ جیسے ہی عمران ان کے قریب پہنچا وہ دونوں مشینی انداز میں رکوع کے بل جھکتے چلے گئے اور عمران بھی چلتے چلتے ٹھٹھک کر رکا اور پھر وہ بھی رکوع کے بل جھکتا چلا گیا۔ وہ دونوں دوسرے لمحے سیدھے ہوئے تو عمران کو اپنے سامنے رکوع کے بل جھکے ہوئے دیکھ کر بڑی طرح چونک پڑے۔

"ارے ارے صاحب ۔۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں"

ان دونوں نے حیرت سے بھرپور لہجے میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو کہیں بھی نہیں دکھائی دی۔ ذرا اپنا پیر اٹھاؤ تو"

عمران نے جھکے جھکے ایک دربان سے کہا۔

"جی جی ۔۔۔۔ پیر اٹھاؤں ۔ مگر کیوں" ۔۔۔۔ دربان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شاید تمہارے پیر کے نیچے آگئی ہو" ۔۔۔۔ عمران نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"پیر کے نیچے ۔۔۔۔ مگر کیا صاحب" ۔۔۔۔ دربان پہلے کی طرح بوکھلایا ہوا تھا۔

"چونٹی گر گئی تھی نا تمہاری ۔۔۔۔ وہی ڈھونڈھ رہے تھے نا"

عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ہی ۔۔۔۔ ہی ۔۔۔۔ صاحب ۔۔۔۔ ہم تو آپ کو سلام کر رہے

تھے "۔۔۔۔۔ دونوں دربانوں نے بیک وقت دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"بدتمیز ۔۔۔۔ میں تمہارے قدموں میں بیٹھا ہوا ہوں جو تم اس طرح جھک کر سلام کر رہے تھے "۔۔۔۔ عمران نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہ نہ صاحب ۔۔۔۔ ہمیں تو منیجر صاحب نے ایسے سلام کے لئے کہا تھا جناب ۔۔۔ ہمارا کوئی قصور نہیں "۔۔۔ دونوں نے عمران کو بگڑتے دیکھ کر گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا ۔۔۔۔ میں پوچھتا ہوں تمہارے منیجر سے۔ اس نے کیا تماشا بنا رکھا ہے "۔۔۔۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"اندر داخل ہوتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ ہوٹل کا خوب صورت ہال عورتوں اور مردوں سے پُر تھا۔ ہر طرف قہقہے بکھرے ہوئے تھے۔

"کہاں ہے تمہارا منیجر "۔۔۔۔ عمران نے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی زور سے کاؤنٹر پر مکہ مارا اور کڑک دار لہجے میں کہا۔ اور اس کی آواز سے ہال پر یک دم سکوت طاری ہو گیا ۔۔۔۔ قہقہے دم توڑ گئے اور سب لوگ چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ کون ہیں ۔۔۔۔ اور یہ کیا انداز ہے۔ آپ کو کس نے اندر آنے دیا ہے "۔۔۔۔ کاؤنٹر پر کھڑی ہوئی خوب صورت سی لڑکی نے آنکھیں نکالتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں پوچھتا ہوں کہاں ہے تمہارا منیجر ــــ میں اس گدھے سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ دربانوں کو چھٹی دیتا ہی کیوں ہے جو انہیں اس طرح ڈھونڈھنی پڑتی ہے" ــــ عمران نے ایک بار پھر پہلے سے زیادہ قوت سے کاؤنٹر پہ مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"میری بات سنیئے مسٹر" ــــ اچانک ایک شخص نے عمران کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور عمران تیزی سے اس شخص کی طرف پلٹ پڑا۔

"آپ کو ہوٹل کے آداب کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ آپ جیسے لفنگوں کا نہیں" ــــ اس شخص نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ وہ خاصا قوی ہیکل نوجوان تھا ــــ اور اس کے ٹھوس جسم اور چہرے پہ موجود کرختگی سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ کہ اُسے رکھا ہی ہوٹل میں ایسے افراد سے نپٹنے کے لئے ہے۔

"جج ــــ جی اچھا ــــ بہت اچھا جناب۔ آئندہ خیال رکھوں گا جناب" ــــ عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان کوئی اور بات کہتا عمران نے مڑکر پہلے سے زیادہ قوت سے کاؤنٹر پہ مکہ مارا اور پہلے سے زیادہ بلند آواز سے چیخا۔

"کہاں ہے منیجر کا بچہ ــــ احمق ــــ گدھا" ــــ عمران کی چیخ سے ہال گونج اٹھا۔

"کیا خیال ہے جناب ــــ اب ٹھیک ہے" ــــ عمران

نے بڑے مطمئن انداز میں مڑکر اس نوجوان سے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے پیچھے ہٹا ــــ اور وہ نوجوان اپنے ہی زور میں لٹو کی طرح گھومتا چلا گیا۔ اس نے عمران پر ہاتھ ڈالا تھا۔ مگر ظاہر ہے عمران اتنی آسانی سے بھلا کہاں آنے والا تھا۔ اس لئے وہ تیزی سے ہٹ گیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ــــ اچانک ایک گونجتی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران یہ ہاتھ چھوڑنے والا تیزی سے اس آواز کی طرف مڑا۔

عمران نے دیکھا کہ سامنے گیلری کے کونے والے کمرے کے دروازے پر ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا ــــ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کے تاثرات تھے۔

"باس ــــ یہ شخص بدتمیزی کر رہا ہے" ــــ اس نوجوان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہاں آنے والوں پر ہاتھ چھوڑ دو۔ پیچھے ہٹو نانسنس ــــ اس آدمی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ قدم بڑھاتا ہوا عمران کی طرف بڑھتا آیا۔

"میں آپ سے اپنے آدمی کی گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" ــــ اس ادھیڑ عمر آدمی نے عمران کے قریب آکر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں منیجر سے ملنا چاہتا ہوں" ــــ عمران نے بڑے

باوقار سے لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ میں یہاں کا منیجر ہوں۔ فرمائیے" ۔۔۔ اس ادھیڑ عمر نے عمران کو سر سے پیر تک بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی پر بھی ناگواری کی شکنیں ابھر آئی تھیں لیکن شاید اس میں تحمل مزاجی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھی۔ اس لئے وہ ہوٹل کے آداب کا خیال رکھ رہا تھا۔

"آپ منیجر ہیں ۔۔۔ ارے واقعی ۔۔۔ اچھا ۔۔۔ ویری گڈ۔ آپ تو مجھے اچھے بھلے آدمی نظر آرہے ہیں" ۔۔۔ عمران نے یوں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ جیسے اُسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ شخص بھی منیجر ہو سکتا ہے۔

"تعریف کا شکریہ ۔۔۔ فرمائیے" ۔۔۔ منیجر نے بیزار سے لہجے میں کہا۔

"کیا آپ کے پاس کوئی دفتر نہیں ہے جہاں آپ کسی شریف آدمی کو لے جا سکیں ۔۔۔ فکر نہ کیجئے میں آپ کو جاتے چلانے کے لئے نہیں کہوں گا" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر تمام تر حماقتیں یکدم غائب ہو گئی تھیں۔

"اوہ ۔۔۔ ویری سوری ۔۔۔ تشریف لائیے" منیجر نے عمران کے چہرے کو رنگ بدلتے دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے واپس اُسی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں سے نمودار ہوا تھا ۔۔۔ اور عمران اس

کے پیچھے چل پڑا۔ البتہ وہ اس توی ہیکل نوجوان کو آنکھ مارنے سے باز نہ رہا ۔۔۔ جواب ایک طرف خاموش کھڑا تھا اور اس نوجوان نے ایک جھٹکے سے منہ پھیر لیا۔ جیسے کہہ رہا ہو اگر منیجر نہ ٹپک پڑتا تو وہ عمران کی ہڈیوں کا سرمہ بنا کر رکھ دیتا۔

"آیئے ۔۔۔ تشریف رکھیئے" ۔۔۔ منیجر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سامنے رکھے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا رکھوں ۔۔۔ معاف کیجئے میں کچھ اونچا سنتا ہوں" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا ہے صوفے پر بیٹھیئے" ۔۔۔ منیجر نے اس بار تیز لہجے میں کہا۔ اب اس کے لہجے میں وہ شائستگی باقی نہ رہی تھی جس کا مظاہرہ وہ ہال میں کر رہا تھا۔

"اچھا اچھا شکریہ" ۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا اور پھر اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"فرمایئے" ۔۔۔ منیجر نے اپنے بازو میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کیا سننا پسند فرمائیں گے غزل ۔۔۔ قطعہ ۔۔۔ قصیدہ یا ہجو" ۔۔۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا جیسے کوئی موٹی سی بیاض نکالنا چاہتا ہو۔

اور منیجر نے جھنجھلا کر میز پر پڑی ہوئی گھنٹی پر زور سے ہاتھ مارا۔

"آپ تھے ہی اس قابل کہ آپ کو دھکے مار کر باہر نکال دیا جاتا ـــــ نجانے کون سے کون سے جانور اندر گھس آتے ہیں" ـــــ منیجر نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور اگر منیجر بن کر بیٹھ جاتے ہیں" ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور منیجر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"گٹ آؤٹ ـــــ میں کہتا ہوں نکل جاؤ ورنہ میں پولیس کو بلاتا ہوں" ـــــ منیجر نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ غصے کے مارے اس کے نتھنے بڑی طرح پھڑک رہے تھے معاملہ شاید اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

اُسی لمحے وہی قوی ہیکل نوجوان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"جاؤ ایک کوک لاؤ جلدی ـــــ اور دیکھو ٹھنڈی ہو" منیجر کے بولنے سے پہلے عمران بول پڑا۔ اور وہ نوجوان حیرت سے سر ہلاتا ہوا تیزی سے واپس مڑ گیا ـــــ منیجر واپس دھم سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"فی الحال اس رباعی پر گزارہ کیجئے پوری غزل بعد میں سناؤں گا" ـــــ عمران نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر منیجر کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ اور منیجر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے سرسری سی نظر کارڈ پر ڈالی ـــــ اور دوسرے لمحے وہ یوں اچھلا جیسے کارڈ کی بجائے اُسے میز پر ایٹم بم پڑا

ہو انظر آگیا ہو۔

"اوہ ـــــ آپ آپ ـــــ اوہ معاف کیجئے ـــــ معاف کیجئے ـ مجھے علم نہ تھا میں معافی چاہتا ہوں "ـــــ منیجر کی گھبراہٹ کے مارے زبان ہکلانے لگ گئی تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے کبھی کارڈ کو دیکھتا اور کبھی سامنے بیٹھے عمران کو۔

"آ ـــــ آپ نے کیسے تکلیف کی مجھے اطلاع ہوتی تو وہیں آپ کا گیٹ پر استقبال کرتا ـــــ منیجر بے چارے کا واقعی کارڈ دیکھتے ہی بُرا حال ہو گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں ـــــ میرا استقبال میری توقع سے کہیں زیادہ شاندار ہوا ہے" ـــــ عمران نے اٹھ کر میز پر پڑا ہوا کارڈ اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر اس پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا ـــــ اس نے کارڈ واپس جیب میں ڈال لیا۔ اب اسے معلوم ہوا تھا کہ منیجر بے چارہ کیوں گھبرا گیا ہے۔ کارڈ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو کا تھا۔ عمران اپنی جیب میں نجانے کون کون سے کارڈ بھرے رکھتا تھا اور اب اسے بھی نہیں معلوم تھا کہ کون سا کارڈ برآمد ہو کر منیجر کے سامنے پہنچا ہے ـــــ اس لئے تو اس نے کارڈ اٹھا کر دیکھا تھا۔

"میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں" ـــــ منیجر بے چارہ اپنے سلوک سے گھبرایا ہوا تھا۔ ظاہر ہے نیا نیا ہوٹل کھولا تھا

اور پھر انٹیلی جنس بیورو کے سپیشل ڈائریکٹر سے ٹکراؤ - ان کے لئے تو موت کے برابر تھا۔

" آپ چاہتے رہیں آپ کو چاہنے سے کون روک سکتا ہے۔ ویسے ابھی آپ کی عمر ایسی ہی ہے کہ آپ چاہنا چھوڑ کر چاہا جانا شروع کر دیں ——— عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی ہی بدل گیا تھا۔

" ج ——— ج ——— جی ——— بالکل جناب " ——— منیجر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اُسے سمجھ ہی نہ آرہی تھی کہ وہ کیا جواب دے۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور وہی نوجوان کوکاکولا کی بوتل اٹھائے اندر داخل ہوا ——— اس کا بوتل پکڑنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ خیرات میں کسی کو کچھ دے رہا ہو۔

" یہ کیا طریقہ ہے مشروب لانے کا بے وقوف۔ تمہیں اتنی تمیز نہیں کہ صاحب کو مشروب کیسے پیش کیا جاتا ہے۔ گٹ آؤٹ " ——— منیجر اس نوجوان پر ہی الٹ پڑا۔

" ج ——— جی " ——— نوجوان اس اچانک افتاد سے بُری طرح بوکھلا گیا۔

" جاؤ ——— ہمارے ہوٹل کا بہترین مشروب گولڈن ڈراپس لے آؤ جلدی " ——— منیجر نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور نوجوان تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

" م ——— معاف کیجئے ——— ابھی نیا نیا عملہ ہے۔ انہیں

آداب نہیں آتے جناب "۔۔۔۔ منیجر نے بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

" آپ نے تو شاید ان صاحب کو دوسروں کو آداب سکھانے کے لئے رکھا ہوا ہے۔۔۔۔ اور حیرت ہے کہ اسے خود آداب نہیں آتے "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ منیجر کوئی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے ایک لڑکی ہنستی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

" ڈیڈی ۔۔۔۔ آج بڑا مزہ آیا "۔۔۔۔ لڑکی نے بری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

" ارے ارے محترمہ ۔۔۔۔ آپ یہاں بھی پہنچ گئیں۔ ارے خدا کی قسم میرے کان گوند سے چپکے ہوئے ہیں۔ اور میری جیب میں چونی بھی نہیں ہے "۔۔۔۔ اچانک عمران نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ صوفے پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ رو دینے والا ہو گیا تھا۔۔۔ کیوں کہ یہ لڑکی وہی تھی جس نے اسے فٹ پاتھ پر روک لیا تھا۔

" اوہ ۔۔۔۔ تم یہاں ۔۔۔۔ تم یہاں کیسے "۔۔۔۔ لڑکی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں سی تھیں۔

" یہ انٹیلی جنس بیورو کے سپیشل ڈائریکٹر سر فرح عارف

ہیں بیٹی۔ تمہارا پہلے تعارف ہے ان سے ؟ ــــ منیجر نے فوراً ہی عمران کا کارڈ کے مطابق تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اُسے شاید خطرہ تھا کہ ان کی بیٹی ان کی طرح گستاخی نہ کر دے۔

"یہ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس ہو ڈیڈی ــــ کیوں مذاق کرتے ہیں ڈیڈی۔ یہ چپڑ قناطی بھلا اتنے بڑے عہدے دار کیسے ہو سکتے ہیں" ــــ لڑکی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر معصومیت سی ابھر آئی تھی۔ اُسے شاید عمران کا ٹیکنی کلر لباس اور چہرے پر برسنے والی حماقت اور غبی دیکھ کر اپنے باپ کی بات پر یقین نہ آیا تھا۔

"شٹ اپ ــــ تمہیں تمیز نہیں ہے بات کرنے کی۔ چلو صاحب سے معافی مانگو" ــــ منیجر اپنی بیٹی پر ہی الٹ پڑا۔

"صاحب ــــ ناراض نہ ہوں یہ میری بیٹی شہلا ہے۔ کالج میں پڑھتی ہے بے حد شرارتی اور بدتمیز ہے" منیجر نے بیٹی کو ڈانٹنے کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

"کیا آپ واقعی سپیشل ڈائریکٹر ہیں۔ ڈیڈی آپ جو مرضی آئے کہیں مجھے یقین نہیں آ رہا ــــ بھلا سپیشل ڈائریکٹر اس طرح تھرڈ کلاس ہاتھ پر پیدل چلا کرتے ہیں اور اس طرح کے احمقانہ لباس پہنتے ہیں۔ یہ تو بچ گئے۔ ورنہ ان کی وہ پٹائی ہوتی کہ ایک ہسپتال پہنچ گئے ہوتے" ــــ لڑکی نے شرارت

بھرے لہجے میں کہا۔ اسے باپ کے ڈانٹنے کے باوجود عمران کے تعارف پر یقین نہ آ رہا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے ـــــ نکل جاؤ میرے دفتر سے۔ بار بار بکواس کئے چلی جا رہی ہو" ـــــ فیجر بے چارہ اپنی بیٹی کے ہاتھوں بری طرح پھنس گیا تھا۔

"اچھا ڈیڈی ـــــ آپ کہتے ہیں تو یقین کر لیتی ہوں جی جی سوری جناب سپیشل ڈائریکٹر صاحب" ـــــ شہلا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جی تو نہیں لگیں گی" ـــــ عمران نے جو خاموش بیٹھا تھا بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں ـــــ وہ تو بس مذاق تھا۔ اب مجھے کیا معلوم کہ آپ جیسے ڈائریکٹر ہوتے ہیں" ـــــ شہلا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"یہ جھک جھک کی کیا بات ہے" ـــــ فیجر نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دراصل ڈیڈی ـــــ میں ہمیشہ زبیدہ اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ گپ لگا رہی تھی کہ ڈائریکٹر صاحب اندر آ گئے۔ یہ شاید پہچان گئے تھے ـــــ اور یوں آنکھیں پٹپٹا کر آنکھیں اور نگاہوں کے شوخیوں کو دیکھ رہے تھے کہ ہمیں ان کے انداز پر بے اختیار ہنسی آ گئی۔ چنانچہ میں نے جا کر ان کے کان پکڑ لئے ـــــ بس ڈیڈی پھر وہاں ہجوم

اکٹھا ہو گیا۔ پولیس آگئی۔ اور میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے مجھے اغوا کیا ہے اور اب بیچنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میری توقع کے مطابق مجمع ان پر ٹوٹ پڑا۔ مگر ڈیڈی ——— یہ ڈائریکٹر ہیں بڑے تیز۔ انہوں نے کانسٹیبل کو آگے کر دیا۔ اور کانسٹیبل بے چارہ مجمع کے ہاتھوں بری طرح پٹ گیا۔ اور یہ دم دبا کر ادھر سے ادھر ——— سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔" ——— شہلا نے یوں مزے لے لے کر ساری داستان سنانی شروع کر دی جیسے وہ کوئی پُر لطف قصہ سنا رہی ہو۔

"اوہ ——— ایسے مذاق اچھے نہیں ہوتے۔ تمہیں ہزار بار سمجھایا ہے مگر تم باز نہیں آتیں ——— فرخ صاحب میں ان کی طرف سے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔" ——— منیجر نے اپنے لبوں پر آنے والی مسکراہٹ کو زبردستی روکتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"وہ جی میں نے ان سے لاکھ کہا کہ میرے کان گوند سے جڑے ہوتے ہیں ——— لیکن یہ مانی ہی نہیں اور پھر ستم یہ کہ میرے کان پکڑ کر مجھ سے ہی چونی مانگنی شروع کر دی۔ اب بھلا آپ سوچیں کہ کان بھی میرے پکڑے جائیں اور چونی بھی میں ہی دوں۔ یہ تو صریحاً ظلم ہے۔" ——— عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔ اور شہلا کے ساتھ ساتھ منیجر بھی اس بار اپنے حلق سے نکلنے والا قہقہہ نہ روک سکا۔

"آپ ہنس رہے ہیں۔ کمال ہے۔ آپ کے کان پکڑ کر آپ سے کوئی چونی مانگے تب آپ کو پتہ چلے و ــــ" عمران نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور اس سے پہلے کہ منیجر یا شہلا کوئی جواب دیتے دروازہ کھلا اور ایک ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا ــــ ٹرالی پر لمبے لمبے دو گلاس رکھے ہوئے تھے جن میں شہد سے رنگ کا محلول بھرا ہوا تھا۔

"ارے واہ ــــ گولڈن ڈرالیس ــــ ویری گڈ ڈیڈی۔ میری بھی یہی خواہش تھی" ــــ شہلا نے گلاس دیکھ کر اچھلتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ ویٹر ٹرالی سے گلاس اٹھاتا شہلا نے جھپٹ کر گلاس اٹھایا اور اُسے تیزی سے منہ سے لگا لیا۔

"صاحب ــــ کیا کروں اس لڑکی نے تو شرارتوں سے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ اس پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا" منیجر نے خفیف ہوتے ہوئے کہا۔ اُسی لمحے ویٹر نے دوسرا گلاس اٹھا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔

"پیجئے پیجئے ڈائریکٹر صاحب ــــ یہ مشروب تو قسمت والوں کو ملتا ہے" ــــ شہلا نے گلاس منہ سے ہٹا کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس کی آنکھوں میں واقعی شرارت بھری ہوئی تھی۔ اور عمران نے یوں گلاس اٹھا لیا جیسے اُسے خیال ہو کہ اگر اس نے فوری گلاس

نہ اٹھایا تو شہلا اُسے بھی جھپٹ لے گی۔

"یہ کان پکڑ محترمہ کس کالج میں پڑھتی ہیں؟" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُسے دراصل شہلا کے بے تکلفانہ انداز پر لطف آرہا تھا۔

"دیکھئے ڈائریکٹر صاحب ——— میرا نام شہلا ہے کان پکڑ نہیں"۔ ——— شہلا نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا کان پکڑ نہیں گلاس پکڑ سہی ——— میں تو سوچ رہا ہوں کہ اسی کالج میں داخلہ لے لوں۔ تاکہ فٹ پاتھ پر کسی شریف آدمی کے کان پکڑ کر اس سے چونی مانگنا تو سیکھ جاؤں"۔

عمران نے جواب دیا اور شہلا بے اختیار ہنس پڑی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں جیسے وہ تصور ہی تصور میں اپنی اس شرارت پر لطف اندوز ہو رہی ہو۔

"شہلا تو یہاں نہیں پڑھتی۔ یہ تو انگلینڈ رہتی ہے ساتھ اپنی ماں کے پاس۔ ایک ہفتے سے یہاں آئی ہوئی ہے اور جب سے یہاں آئی ہے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے"۔ ——— منیجر نے بے چارگی اور بے بسی کے انداز میں کہا۔

"دیکھئے ——— ایک تو آپ الفاظ بڑے موٹے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ناطقہ کیا ہوتا ہے"۔ ——— شہلا نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

"ناطقہ اس کتاب کو کہتے ہیں جو سمجھ میں نہ آئے لیکن مجبوراً پڑھنی پڑے جیسے آپ"۔ ——— منیجر کی بجائے عمران نے جواب

دیتے ہوئے کہا اور شہلا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ واقعی بے حد ذہین انسان ہیں۔ یہ تو یہاں کی انٹیلی جنس بیورو کی بدقسمتی ہے کہ آپ اس کے ڈائریکٹر بن گئے ـــــ اگر آپ انگلینڈ میں ہوتے تو یقیناً کسی پرائمری سکول میں ٹیچر لگے ہوئے ہوتے" ـــــ شہلا نے بڑے طنزیہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بے بی میں نے تمہیں ہزار بار سمجھایا کہ یہ انگلینڈ نہیں ہے پاکیشیا ہے ـــــ یہاں سوچ سمجھ کر بات کیا کرو" ـــــ نیجر نے شہلا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی ـــــ میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔ آپ یقین کریں انگلینڈ میں ان جیسے جینئس افراد کی بڑی قدر ہے"

شہلا نے شرارت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اچانک میز پر پڑے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی ـــــ اور نیجر نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ـــــ نیئر فردوس ہوٹل" ـــــ نیجر نے چونک کر کہا اور ہلتے ہوئے کہا۔ پھر دوسری طرف سے بات سننے کے بعد اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ میں ابھی یہیں بیٹھا ہوں" ـــــ نیجر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"آپ کے کمرے نے ہمیں بے حد تنگ کر رکھا ہے جیسے

ہوٹل کھولا ہے روزانہ ڈیمانڈ بڑھتی جارہی ہے نہیں تو ہوٹل بند کرنے کی دھمکیاں ــــــ یہ تو اچھا ہوا کہ آپ تشریف لے آئے ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ جیسے کسی بڑے افسر سے ملوں "۔ منیجر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں بھی تو اسی لئے آیا ہوں کہ ہوٹل بند کر دوں۔ چلو اچھا ہوا آپ خود ہی بند کرنے پر تیار ہیں "ــــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ارے ارے ــــــ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو آپ سے شکایت کرنے والا تھا۔ اور آپ الٹا مجھے ہی دھمکی دے رہے ہیں "ــــــ منیجر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا ــــــ آپ شکایت کرنے والے تھے۔ ضرور کیجئے۔ لیکن رجسٹر شکایات تو ابھی جلد بندی کے لئے گیا ہوا ہے۔ اور آئندہ دس سال تک اس کی جلد نہیں بننی "ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ منیجر کوئی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ کھلا اور پھر عمران کو بے اختیار صوفے سے اچھلنا پڑا ــــــ کیوں کہ دروازہ کھول کر اندر آنے والا سپرنٹنڈنٹ فیاض تھا۔ پوری وردی اور مکمل جاہ و جلال کے ساتھ۔

"یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے آپ نے "ــــــ سوپر فیاض نے دروازے میں داخل ہوتے ہی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم ــــــ مم ــــــ میں نے "ــــــ عمران نے اچانک

کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض کی گردن تیزی سے عمران کی طرف گھومتی چلی گئی ـــــ اور پھر عمران کو دیکھتے ہی اس کا جاہ و جلال یوں رخصت ہو گیا جیسے کرایہ پہلے کر آیا ہو۔

"اوہ تم ـــــ تم یہاں کیسے"ـــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ان کی مہربانی ہے کہ یہ یہاں تشریف لاتے ہیں۔ ورنہ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیوریو تو اپنے دفتر میں ملاقات کا وقت نہیں دیتے"ـــــ منیجر نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیوریو"ـــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھئی مجھے اجازت ـــــ باوردی لوگ آ گئے ہیں اب یہاں بے وردی لوگوں کا کیا کام"ـــــ عمران نے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے اچک کر عمران کی کلائی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر جلال ابھر آیا تھا۔

"اس نے کیا تعارف کرایا ہے اپنا"ـــــ فیاض نے بڑے کڑک دار لہجے میں منیجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیوریو فرخ عارف ہیں"ـــــ منیجر نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

فیاض نے جس انداز میں عمران کی کلائی پکڑی ہوئی تھی اور عمران کے چہرے پر جس طرح بے چارگی اور بے بسی کے

تاثرات نظر آرہے تھے اس نے منیجر کو بھی بوکھلانے پر مجبور کر دیا۔

"ہوں ——— تو یہ فراڈ ہیں۔ آج تم قابو آئے ہو۔ اب یہ منیجر گواہی دے گا اور میں دیکھوں گا کہ تمہارے ہاتھ میں ہتھکڑیاں کیسے نہیں پڑتیں" ——— سوپر فیاض نے بڑے غصیلے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مم ——— معاف کر دو سوپر فیاض ——— غلطی ہو گئی۔ خدا قسم ایک گلاس شربت پیا ہے۔ قسم لے لو جو کچھ مانگا ہو بیشک پوچھ لو منیجر صاحب سے" ——— عمران نے یوں عاجزانہ لہجے میں کہا جیسے ابھی رو پڑے گا۔

"یہ ڈائریکٹر نہیں ہیں" ——— اچانک شہلا بول پڑی۔

"جی نہیں محترمہ ——— یہ ایک عام سا آدمی ہے اس کا اصل نام علی عمران ہے۔ بس اپنے باپ کے عہدے پر اکڑتا ہے" ——— سوپر فیاض نے چونک کر شہلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور شہلا سے بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ یک دم بدل گیا تھا۔

"مم ——— مم ——— معاف کر دو مس کیلا۔ اوہ سوری، مس ہیلا۔ ارے خدا کی پناہ۔ میری یادداشت مس شیلا۔ ہاں ہاں شیلا ——— آپ ہی سفارش کر دیجئے" ——— عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"منیجر ——— فوراً پولیس کو فون کرو۔ اور اس وقت تک اپنے آدمی بلاؤ۔ یہ آدمی اگر ہوٹل سے باہر نکل گیا تو میں تمہیں اندر

کر دوں گا" ـــــــ سوپر فیاض نے چیخ کر غصے سے کہا۔ اور منیجر بے چارہ بوکھلا کر انٹرکام کا رسیور اٹھائے بغیر اس کا بٹن دبانے لگا۔

"ڈیڈی ـــــــ یہ آپ کیا کر رہے ہیں رسیور تو اٹھائیں" شہلا نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ شاید اس سچوایشن سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہی تھی ـــــــ اور منیجر نے بوکھلاہٹ میں اس کی بات ہی نہ سنی اور بٹن دبا کر رسیور اٹھا لیا۔ اور چیخ چیخ کر آدمی بلانے شروع کر دیئے ـــــــ حالانکہ اس طرح رابطہ ہی قائم نہ ہوا تھا۔

"مس شہلا ـــــــ آپ سفارش نہیں کریں گی۔ یہ حضرت آپ جیسی لڑکیوں کی سفارش بے حد مانتے ہیں" ـــــــ عمران نے ایک بار پھر شہلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ ـــــــ میرا نام بگاڑنے کی کوشش نہ کرو ورنہ حلیہ بگاڑ دوں گی" ـــــــ شہلا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"کس کا ـــــــ سوپر صاحب کا ـــــــ ان کا حلیہ تو ہر جگہ بگڑ جاتا ہے۔ بے چارے سوپر" ـــــــ عمران نے سوپر کے لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ ـــــــ ورنہ زبان کھینچ لوں گا۔ اب تم مجرم ہو" سپرنٹنڈنٹ فیاض بھلا شہلا کے سامنے بے عزتی کیسے برداشت کر لیتا۔

"جانے دو یار ـــــــ مجھ پر فرد جرم لگی تو بہت سے پردہ نشینوں

کے بھی نقاب اتر جائیں گے "۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
" آج نہیں چھوڑوں گا۔ اتنے بڑے ہوٹل کا منیجر گواہی دے گا تو میں دیکھوں گا کہ کون تمہیں بچاتا ہے "۔۔۔۔۔ فیاض نے یوں سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے آج اس نے عمران کو بُری طرح پھنسا لیا ہو۔
" بالکل جناب ۔۔۔۔۔ بالکل میں گواہی دوں گا ڈٹ کر دوں گا "
منیجر نے جواب دیا۔
" مگر اس تہہ خانے کی گواہی کون دے گا۔ جس میں غیر ملکی شراب بھری ہوئی ہے سمگل شدہ "۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔
" ج ۔۔۔۔۔ جی ۔۔۔۔۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ ۔ جی ۔ ایسی کوئی بات نہیں صاحب سپرنٹنڈنٹ صاحب ۔۔۔۔۔ دراصل یہ ہوٹل کا معاملہ ہے ۔ میں جناب کسی سے دشمنی مول نہیں لے سکتا ۔ اس لئے مجھے تو اس گواہی سے معاف فرمائیں ۔ اور پھر ان صاحب نے تو جی مجھ سے تو کوئی بات ہی نہیں کی ۔۔۔۔۔ وہ تو میں نے ہی سمجھا تھا اور بالکل غلط سمجھا تھا "۔۔۔۔۔ منیجر نے فوراً ہی پٹڑی بدلتے ہوئے کہا۔
" کیا کہہ رہے ہو ۔ کیا اس نے تمہیں اپنا غلط عہدہ نہیں بتایا "۔۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔
" جی نہیں ۔۔۔۔۔ بالکل نہیں ۔۔۔۔۔ ہم تو بس دوستانہ انداز

میں بات چیت کر رہے تھے ۔ یہ تو میری بیٹی شہلا کے پرانے واقف کار ہیں ـــــ کیوں شہلا بیٹی "ـــــ فیجر نے جواب دیا۔
"پرانے تو نہیں ـــــ دو تین گھنٹے پہلے کے تو ہیں "
شہلا نے جواب دیا ۔ اس کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی وہ بھی شاید باپ کی اس قلابازی پر حیران تھی ۔
"میں تم کو بھی بند کرا دوں گا ۔ کہاں ہے وہ سمگل شدہ شراب میں ہوٹل پر چھاپہ مار دوں گا "ـــــ فیاض نے ایک جھٹکے سے عمران کی کلائی چھوڑتے ہوئے کہا ۔ وہ اب فیجر پر چڑھ دوڑا تھا ۔
" دھیرج سپرنٹنڈنٹ صاحب دھیرج ـــــ وہ شراب تو برآمد ہوتی رہے گی ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارے بنک اکاؤنٹوں کی تفصیل ڈیڈی تک پہنچا دوں ـــــ کل ہی کہہ رہے تھے ۔ کہ حکومت کو آج کل رقم کی شدید ضرورت ہے "ـــــ عمران نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا ۔
" اوہ ـــــ اوہ ـــــ تم سور ـــــ تم شیطان ـــــ تم کیا کہہ رہے ہو ۔ یہ غضب نہ کرنا "ـــــ فیاض عمران کی بات سنتے ہی بری طرح بوکھلا گیا ۔
" پھر یہ دونوں لقب تم کی بجائے لفظ میں لگا کر کہو "
"ہاں ہاں ـــــ میں سور میں شیطان "ـــــ فیاض نے تیزی سے کہا ۔ اُسے علم تھا کہ اگر اس نے فوری طور پر یہ لفظ

نہ کہے تو عمران اور خراب کرتا۔
اور پھر شہلا کے حلق سے نکلنے والے قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔
"میں پوچھوں گا تم سب سے"۔۔۔۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
"ارے ارے۔۔۔ سنو تو سہی۔۔۔ مجھے ذرا گھر تک تو ڈراپ کر دو۔ کچھ تو سرکاری پیٹرول کا فائدہ ہو"۔۔۔۔ عمران نے اس کے پیچھے لپکتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ـــــ آپ بے فکر رہیں یہ کیس ہم ڈیل کر لیں گے" ـــــ سر رحمان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر سلطان تو مجھے یہی مشورہ دے رہے تھے کہ کیس سیکرٹ سروس کو دے دیا جائے ـــــ لیکن میں نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلے آپ کے محکمے کو دیکھ لوں۔ اب سارے کیس سیکرٹ سروس کرتی رہے تو پھر انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کو تو بند ہی کرنا پڑے گا" ـــــ دوسری طرف سے صدر مملکت نے کہا۔ گو ان کا لہجہ بے حد نرم تھا ـــــ لیکن ان کے لہجے میں چھپی ہوئی دھمکی صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ بے فکر رہیں جناب ـــــ دراصل میرے محکمے کو آزمایا نہیں جاتا۔ ورنہ میرا محکمہ سیکرٹ سروس سے کہیں زیادہ فعال

اور تیز ہے" ـــــ سر رحمان نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے ــــ فائل آپ کے پاس پہنچ رہی ہے۔ ایک ہفتے کے اندر مجھے کامیابی کی رپورٹ چاہیئے" ــــ صدر مملکت نے کہا۔
"بہتر جناب" ــــ سر رحمان نے جواب دیا۔ اور جب دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا تو انہوں نے بھی رسیور رکھ دیا۔ لیکن ان کا چہرہ غصے سے بگڑنے لگا تھا ــــ آنکھوں میں جلال اتر آیا تھا۔ صدر مملکت نے ان پر زبردست طنز کیا تھا۔ اور سر رحمان کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ایک دن میں کیس حل کر کے صدر کے منہ پر فائل واپس ماریں ــــ لیکن ظاہر ہے ایک دن میں کیس حل ہو جاتا تو پھر کیس ہی کیوں بنتا۔ اور فی الحال تو انہیں اتنا بھی علم نہ تھا کہ کیس ہے کیا۔ ابھی چند لمحے پہلے صدر مملکت کا فون آیا تھا ــــ اور انہوں نے کہا کہ وہ ایک کیس ان کے محکمہ کو ٹرانسفر کر رہے ہیں۔ بہر حال انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اس کیس کو ہر قیمت پر حل کیا جائے گا ــــ انہوں نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ تو دوسرے لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا۔
"سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بلاؤ" ــــ سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"یس سر" ــــ چپڑاسی نے بدکھلا کر جواب دیا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے میں غائب ہو گیا۔
تھوڑی دیر بعد سپرنٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا۔ وہ

سہا ہوا لگتا تھا۔ شاید چپڑاسی نے خراب موڈ کی رپورٹ اُسے پہلے ہی پہنچا دی تھی۔

"یس سر"۔۔۔۔ فیاض نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"بیٹھو"۔۔۔۔ سر رحمان نے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور سپرنٹنڈنٹ فیاض یوں کرسی کے کنارے پر ٹک گیا جیسے کسی بھی لمحے اٹھ کر بھاگ جائے گا۔

"آرام سے بیٹھو۔۔۔۔ ایسے بیٹھتے ہیں کرسی پر"۔۔۔۔ سر رحمان کا موڈ تو پہلے ہی بگڑا ہوا تھا۔ اور پھر فیاض کو اس انداز میں بیٹھتے دیکھ کر درجہ حرارت کچھ اور اوپر ہو گیا۔

"ج۔۔۔۔ جی۔۔۔۔ جی"۔۔۔۔ فیاض نے پیچھے کی طرف ہٹ کر اور کرسی کی پشت سے کمر لگا کر جواب دیا۔

"تم انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ ہو یا گھسیارے ہو"۔ سر رحمان نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا وہ فیاض کو بغور دیکھ رہے تھے۔

"ج۔۔۔۔ جی۔۔۔۔ جی۔۔۔۔ سپرنٹنڈنٹ ہوں"۔۔۔۔ فیاض نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ پہلے سے اور زیادہ گھبرا گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔ تم سپرنٹنڈنٹ نہیں گھسیارے ہو۔ میں کہتا ہوں تم گھسیارے ہو"۔۔۔۔ سر رحمان نے غصے سے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"ج — جی — جی — ٹھیک ہے" — فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔ اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ اب وہ کیا جواب دے۔

"کیا ٹھیک ہے" — سر رحمان نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"جی — یہی کہ میں گھسیارہ ہوں" — فیاض نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر پسینہ بہنے لگا تھا۔

سر رحمان کے سامنے اس کی یہی حالت ہو جاتی تھی۔ اور پھر جب سر رحمان غصے میں ہوں پھر تو بے چارے فیاض کو گھسیارہ بننا ہی پڑتا تھا۔

"تم گھسیارے ہو — پھر تو صدر مملکت سچ کہہ رہے تھے۔ جس ڈیپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ گھسیارے ہوں اُسے بند ہی کر دینا چاہیے۔ گیٹ آؤٹ" — سر رحمان نے چبا چبا کر بات کی اور آخری الفاظ پر وہ بڑی طرح چیخ پڑے۔

"یس سر" — فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔

"ٹھہرو" — سر رحمان نے چیختے ہوئے کہا۔

"ج — جی" — فیاض نے ٹھٹھک کر مڑتے ہوئے کہا۔ اب اس کا ذہن پوری طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو — کس کی اجازت سے جا رہے ہو" سر رحمان نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جی ـــــ آپ نے تو گٹ آؤٹ کہا تھا" ـــــ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"اور تم بھاگے جا رہے ہو ـــــ اس لئے تمہیں تنخواہ ملتی ہے کہ تم اٹھ کر بھاگ جاؤ ـــــ یہاں بیٹھو" ـــــ سر رحمان نے کہا اور فیاض مرے مرے قدموں سے واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اب مکمل طور پر بے بسی اور بے چارگی ٹپک رہی تھی۔ ظاہر ہے اس بار وہ بڑا پھنسا تھا۔

اسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بجی تو سر رحمان نے بٹن دبا دیا۔

"سر ـــــ پرنٹنڈنٹ سیکرٹریٹ سے ایک فائل موصول ہوئی ہے" ـــــ دوسری طرف سے پی۔ اے نے کہا۔

"بھیج دو ـــــ فوراً ـــــ جلدی" ـــــ سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا اور بٹن آف کر دیا۔

"ہونہہ ـــــ تو تم بھاگ رہے تھے۔ کام سے بھاگ رہے تھے۔ سنو فیاض ـــــ میں نے اب تک تمہاری حرکتیں بہت برداشت کی ہیں۔ لیکن اب معاملہ میری عزت کا ہے اور تم جانتے ہو اپنی عزت کی خاطر میں تمہاری بوٹیاں بھی نوچ سکتا ہوں"! سر رحمان نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں جناب ـــــ جانتا ہوں" ـــــ فیاض نے یوں زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ جیسے اس کی گردن میں مشین فٹ کر دی گئی ہو۔

"کیا جانتے ہو" ـــــ سر رحمان پھر الٹ پڑے۔

"نج ــــ جی ــــ جی" ــــــ فیاض اور زیادہ بوکھلا گیا۔ لیکن اس کی جان بچ گئی۔ کیوں کہ اُسی لمحے دروازہ کھلا۔ اور پی۔اے ایک فائل اٹھائے اندر داخل ہوا ــــ اور اس نے فائل لاکر سر رحمان کے سامنے رکھ دی۔ فیاض پی۔اے کو دیکھتے ہی اکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور اس نے چہرے کو باوقار بنانے کی پوری کوشش کی ــــ ظاہر ہے وہ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ کوئی گھسیارہ تو نہ تھا۔

پی۔اے فائل رکھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔ اور سر رحمان فائل کھول کر اس کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ فیاض خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا ــــ ایک بار تو اس کا جی چاہا کہ چپکے سے اٹھ کر بھاگ جائے۔ لیکن ظاہر ہے وہ بس ارادہ ہی کر سکتا تھا۔ سر رحمان کے سامنے اس پر عمل کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔

سر رحمان فائل پڑھتے رہے اور پھر انہوں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کر دی ــــ ان کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"ڈیتھ سرکل ــــ ہونہہ ــــ ڈیتھ سرکل"

سر رحمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"جی مجھ سے آپ نے فرمایا" ــــ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ڈیتھ سرکل کو جانتے ہو" ــــ سر رحمان نے چونک کر

فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہیں پہلی بار فیاض کی کمرے میں موجودگی کا احساس ہوا ہو۔
"جج ــــ جی ــــ جی ہاں ــــ اچھی طرح جانتا ہوں "۔
فیاض نے اُسی طرح مشینی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"اوہ ــــ تم جانتے ہو ــــ کیا جانتے ہو" ــــ سر رحمان بُری طرح چونک پڑے۔
"جی ــــ موت کے دائرے کو کہتے ہیں "ــــ فیاض نے یوں جواب دیا جیسے سر رحمان نے ڈیتھ سرکل کا ترجمہ پوچھا ہو۔
"موت کا دائرہ ــــ کیا مطلب "ــــ سر رحمان اس کی بات نہ سمجھ سکے۔
"جی ــــ آپ نے ڈیتھ سرکل کا پوچھا تھا ناں۔ اس کا مطلب ہے موت کا دائرہ "ــــ فیاض نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"تم واقعی گھسیارے ہو ــــ قطعی گھسیارے۔ سر سے پیر تک گھسیارے۔ احمق آدمی۔ میں نے ترجمہ پوچھا تھا۔ کیا میں جاہل ہوں۔ احمق ہوں مجھے ترجمہ کرنا نہیں آتا "ــــ سر رحمان کو ایک بار پھر غصہ آ گیا۔
"جج ــــ جی ــــ جی ــــ ہاں ــــ جی نہیں "ــــ فیاض نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ آج اس کا ستارہ واقعی گردش میں آ گیا تھا۔
"کیا ــــ جی ہاں ــــ جی نہیں ــــ جی ہاں ــــ جی نہیں

کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس فائل کو دیکھو" ـــــ سر رحمان نے غصیلے انداز میں فائل اٹھا کر اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے جھپٹ کر فائل اٹھائی اور اُسے کھول کر تیزی سے دیکھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا جاتا اس کا رنگ اڑتا جاتا تھا ـــــ فائل کسی مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل کے بارے میں تھی۔ اور ایک دوست ملک کی طرف سے بھیجی گئی تھی۔ اس اطلاع کے ساتھ کہ ڈیتھ سرکل نے پاکیشیا میں کام شروع کر دیا ہے۔

"سنو فیاض ـــــ میری بات کان کھول کر سن لو"۔ اچانک سر رحمان نے کڑک دار لہجے میں کہا۔

"جج ـــ جی فرمائیے" ـــــ فیاض نے تیزی سے فائل بند کرتے ہوئے مؤدب ہو کر پوچھا۔

"جیسا کہ تم نے پڑھا ہے۔ ہمارے دوست ملک برطانیہ کی سیکرٹ سروس کے چیف نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایک مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل کسی پراسرار مشن پر ہمارے ملک پہنچ گئی ہے ـــــ اس فائل میں اس تنظیم کے متعلق مختصر سے اشارات موجود ہیں لیکن ان اشارات سے یہ مجرم نہیں پکڑے جا سکتے" ـــــ سر رحمان نے کہا۔

"جی ـــ بالکل نہیں پکڑے جا سکتے" ـــــ فیاض نے اس بار جلدی سے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"مگر اب تمہیں پکڑنے پڑیں گے ـــــ سنا تم نے ـــــ انہیں اب تم نے پکڑنا ہے۔ اس ڈیتھ سرکل کو" ـــــ سر رحمان نے

غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"جی ـــــ بالکل پکڑ دوں گا جناب ـــــ ابھی پکڑ دوں گا"

فیاض نے بوکھلا کر کہا۔ اس نے ایسے کہا تھا جیسے مجرم دروازے کے باہر اسی انتظار میں کھڑے ہوں کہ فیاض انہیں کان سے پکڑ کر سر رحمان کے سامنے پیش کر دے۔

"سنو فیاض ـــــ صدر مملکت نے خصوصی طور پر کیس ہمارے محکمے کو بھیجا ہے اور اس چیلنج کے ساتھ کہ اگر یہ کیس حل نہ ہوا تو وہ انٹیلی جنس کا محکمہ ہی ختم کر دیں گے ـــــ کیا سمجھے۔ اس لئے اب تم نے ان مجرموں کو پکڑنا ہے ـــــ ہر قیمت پر۔ اب یہ پورے محکمے کی عزت کا سوال ہے۔ اور محکمے کی عزت میری عزت ہے" ـــــ سر رحمان نے بار بار میز پیٹتے ہوئے کہا۔

"جج ـــــ جی ہاں ـــــ میں سمجھتا ہوں جناب۔ میں ابھی سے اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہوں" ـــــ فیاض نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"سنو ـــــ صدر مملکت نے ایک ہفتے کے اندر رپورٹ مانگی ہے۔ اس کا مطلب ہے ایک ہفتے میں ایتھم سرکل کے مجرموں کو جیل میں ہونا چاہئے ـــــ اور تم نے مجھے روزانہ رپورٹ دینی ہے۔ پوری انٹیلی جنس کو تم استعمال کر سکتے ہو۔ لیکن ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے مجرم گرفتار ہونے چاہئیں اور ایک بات کان کھول کر سن لو ـــــ تم نے اس اتھم کے پیچھے کے

پاس نہیں جاتا۔ اس احمق کے پاس ـــــ میرا مطلب سمجھ گئے ہو"
سر رحمان نے کہا۔

"جج ـــــ جی ـــــ جی ہاں" ـــــ فیاض نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ حالاں کہ اس کی سمجھ میں بات نہ آئی تھی۔

"میرا مطلب عمران سے ہے۔ تمہیں جب بھی کوئی کیس دیا جاتا ہے تم سیدھے اس کے پاس بھاگتے ہو ـــــ اور پھر کیس سیکرٹ سروس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس بار ایسا نہیں ہوگا۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے اس کیس کا ذکر اس احمق سے کیا ہے تو اپنے آپ کو نوکری سے برخواست سمجھنا ـــــ یہ کیس تمہیں خود حل کرنا ہوگا" ـــــ سر رحمان نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ـــــ فیاض نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیا۔

"جاؤ ـــــ یہ فائل لے جاؤ اور کام شروع کر دو۔ شام کو مجھے رپورٹ دینا کہ تم نے کیا تیر مارا ہے۔ اور سنو ـــــ کچھ نہ کچھ کر کے آنا۔ خالی منہ اٹھائے گدھے کی طرح نہ چلے آنا"
سر رحمان نے کہا۔

"بب ـــــ بب ـــــ بہتر جناب" ـــــ فیاض نے کہا۔ اور پھر وہ فائل اٹھا کر یوں سرپٹ بھاگا کہ اسے سلام کرنا بھی یاد نہ رہا۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور پھر یوں اکڑ کر چلنے لگا جیسے سر رحمان کو چھاڑ پلا کر آ رہا ہو۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس نے فائل کو زور سے میز پر پٹخا اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا ـــــ ظاہر ہے اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

شہلا نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر بڑے مؤدبانہ انداز میں اندر داخل ہوئی ـــــ کمرہ نیم تاریک تھا۔ البتہ ایک میز پر ہلکی سی روشنی پڑ رہی تھی۔ میز کے پیچھے کوئی شخص بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن اس کے خدوخال واضح نہ تھے ـــــ وہ صرف سایہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔

"آؤ شہلا ـــــ بیٹھو" ـــــ اس سایے نے نرم لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــــ شہلا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کیا رپورٹ ہے" ـــــ باس نے قدرے تحکمانہ لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

"باس ـــ یہاں میں نے اعلیٰ طبقے کی لڑکیوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ اور ان میں سے چند جو اپنے مطلب کی محسوس ہوتی ہیں انہیں منتخب بھی کر لیا ہے" ـــ شہلا نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ ـــ ان سے کوئی بات چیت بھی ہوئی" باس نے سوال کیا۔

"نہیں باس ـــ آپ کی ہدایات کے بغیر میں ایسا کیسے کر سکتی تھی" ـــ شہلا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــ اچھا کیا ـــ احتیاط اچھی چیز ہے۔ جن لڑکیوں کو تم نے منتخب کیا ہے۔ ان کی تفصیل بتاؤ" باس نے پوچھا۔

"جی ـــ وہ چار لڑکیاں ہیں۔ ایک کا نام عنبرین ہے۔ وہ وزارت دفاع کے ایک اعلیٰ افسر کی اکلوتی بیٹی ہے۔ دوسری کا نام عندلیب ہے۔ وہ سیکرٹری صنعت کی بیٹی ہے۔ تیسری کا نام عارفہ ہے ـــ وہ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر کی بیٹی ہے اور خود بھی وزارت خارجہ کے سیکرٹریٹ میں سیکشن آفیسر ہے۔ چوتھی کا نام ماہ جبیں ہے۔ وہ یہاں کے ایک بڑے تاجر کی بیٹی ہے ـــ یہ چاروں لڑکیاں انتہائی ماڈرن آزاد خیال اور ایڈونچر پسند ہیں" ـــ شہلا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ یہ چاروں ہمارے مطلب کی ہو سکتی ہیں۔ انہیں گرین کارڈ سپلائی کر دو۔ تاکہ مشن کا ابتدائی مرحلہ مکمل ہو سکے" ۔۔۔ باس نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس ۔۔۔ میں آج ہی انہیں گرین کارڈ سپلائی کر دوں گی" ۔۔۔ شہلا نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"گرین کارڈ سپلائی کرنے کے بعد ایک ہفتہ تک خاموشی سے ان کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کرو ۔۔۔ اس کے بعد ریڈ کارڈ کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر لینا" ۔۔۔ باس نے اسے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو گی" ۔۔۔ شہلا نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اور سنو ۔۔۔ اپنے ارد گرد سے پوری طرح ہوشیار رہنا۔ یہاں کی انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کو ہمارے مشن کی بھنک تک نہیں پہنچنی چاہیے" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس ۔۔۔ شہلا نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں" ۔۔۔ شہلا نے چہک کر جواب دیا۔

"ہمارا مشن جس قدر خفیہ رہے گا۔ اتنا ہی ہم جلد کامیاب ہو جائیں گے" ۔۔۔ باس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس ۔۔۔ کیوں نہ ہم کھل کر کام کریں۔ یہ ملک تو انتہائی پسماندہ ہے۔ یہاں ہمارا مقابلہ کون کر سکتا ہے"

شہلا نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"نہیں ۔۔۔۔ ہمیں اپنا طریقہ کار نہیں بدلنا چاہیئے۔ اب تک ہمارا یہ طریقہ کار ہمیشہ کامیاب رہا ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ اسے بدل کر ہم کسی الجھن میں پھنس جائیں"۔

"بہتر باس ۔۔۔۔ جیسے آپ کہیں ۔۔۔۔ اب مجھے اجازت"۔ شہلا نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔۔ اب تم جا سکتی ہو۔ مجھے وقتاً فوقتاً رپورٹ دیتی رہنا"۔ ۔۔۔۔ باس نے کہا اور شہلا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد باس نے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور اس کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس ۔۔۔۔ ٹونی سپیکنگ"۔ ۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ٹونی ۔۔۔۔ شہلا کو چار لڑکیوں کو گرین کارڈ سپلائی کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ تم نے خفیہ طور پر ان چاروں لڑکیوں کی نگرانی کرنی ہے ۔۔۔۔ اپنے آدمیوں کو اس کام پر تعینات کر دینا"۔ ۔۔۔۔ باس نے ٹونی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔۔ آپ بے فکر رہیں ۔۔۔۔ ٹونی اپنا کام بخوبی سمجھتا ہے"۔ ۔۔۔۔ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا گیا۔ اور باس نے رسیور رکھ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک

بٹن دبایا تو کھٹاک کی آواز سے کمرہ روشن ہوتا چلا گیا۔ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے باس نے چہرے پر ہاتھ ملا ——— اور پھر موم کا بنا ہوا ماسک اتار کر اس نے میز کی دراز میں رکھ دیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا غیر ملکی تھا۔ جس کا جسم انتہائی سڈول تھا ——— چہرے مہرے سے وہ کسی تجارتی کمپنی کا ڈائریکٹر لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر بہترین تراش کا سوٹ تھا وہ کرسی سے اٹھ کر میز کے پیچھے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھا ——— اور پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آ گیا۔ راہداری میں سے گزر کر وہ برآمدے میں پہنچا تو وہاں دو مسلح افراد اسے دیکھتے ہی چوکنا ہو گئے ——— مگر غیر ملکی سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور پورچ میں کھڑی ہوئی لمبی سی سفید کار کا دروازہ کھول کر سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار کا انجن جاگ اٹھا۔ اور کار آہستہ آہستہ آگے بڑھی ——— چکر کاٹ کر وہ سیدھی بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مین گیٹ پر کھڑے ہوئے دربان نے کار کے نزدیک پہنچتے ہی بڑا سا پھاٹک کھول دیا اور غیر ملکی کار باہر مین روڈ پر نکلتا چلا گیا ——— پھر اس نے کار کو دائیں طرف موڑا اور سڑک پر آتے ہی کار کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ کالونی سے نکلنے کے بعد کار شہر کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی ——— اور پھر تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی تھوڑی دیر بعد شہر میں داخل ہو گئی۔ مختلف سڑکوں پر گھومنے کے بعد وہ ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑتی

چلی گئی۔ یہ عمارت دو منزلہ تھی اور اس پر جوزفین کلب کا بڑا سا بورڈ نصب تھا ـــــ غیر ملکی نے کار پورچ میں جاکر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ کلب کے مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک کافی بڑا ہال تھا، جو اس وقت بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ غیر ملکی لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ اور چند لمحوں بعد وہ لفٹ کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ دوسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر اس نے رک کر آہستہ سے دستک دی۔

"کون ہے"ـــــ اندر سے چند لمحوں بعد نیند میں ڈوبی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔

"راجر"ـــــ غیر ملکی نے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ کم ان"ـــــ اندر سے کہا گیا اور غیر ملکی نے دروازہ کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خوب صورت انداز میں سجی ہوئی خواب گاہ تھی۔ جس کے خوب صورت فوم بیڈ پر انتہائی دل کش جسم کی مالک لڑکی ریشمی نائٹی پہنے دراز تھی ـــــ راجر کے اندر آنے پر وہ اٹھی اور سرہانے سے پشت لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی جس سے اس کا چہرہ اور بھی زیادہ دل کش ہو گیا تھا ـــــ راجر سامنے پڑی ہوئی کرسی پر مسکراتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ابھی تک آپ سو رہی ہیں" ——— راجر نے بیٹھتے ہی ہنستے ہوئے کہا۔

"دراصل رات ایک موٹی آسامی پھنس گئی تھی اس لئے بہت دیر بعد سونے کا موقع ملا تھا" ——— لڑکی نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کتنا وصول ہوا" ——— راجر نے پوچھا۔

"توقع سے بھی زیادہ رقم ——— بڑا ہی فراخ دل آدمی تھا" لڑکی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"شہلا نے کام شروع کر دیا ہے اور آج وہ چار لڑکیوں کو گرین کارڈ سپلائی کر دے گی ——— اس لئے اب ہمیں سنجیدگی سے مشن کی طرف توجہ کرنی چاہیئے" ——— راجر نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— واقعی ——— پھر تو ٹھیک ہے ——— کام شروع ہو گیا ہے ——— تب تو ٹھیک ہے" ——— لڑکی نے بھی چونکتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر بھی سنجیدگی ابھرتی چلی آئی۔

"میں نے ٹونی کو ان لڑکیوں کی نگرانی کا کام سونپ دیا ہے تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے ——— اب تم ایسا کرو کہ جاکر ایم زیڈ کی مزید کھیپ لے آنے کا بندوبست کر دو تاکہ کام کو تیزی سے پھیلایا جا سکے" ——— راجر نے کہا۔

"اوکے ——— میں آج ہی ٹکٹ بنوانے کی کوشش کرتی ہوں" ——— لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک ہفتے کے اندر یہ سپلائی پہنچ جانی چاہیئے۔ کیوں کہ ایک ہفتے بعد ریڈ کارڈ ایشو کر دیئے جائیں گے ـــــ اور پھر کام تیزی سے پھیلتا چلا جائے گا"ـــــ راجر نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔
"لیکن اس کا سٹور اور مرکز کہاں قائم ہو گا"ـــــ لڑکی نے پوچھا۔
"فی الحال تو اسی کلب کو سپلائی مرکز بنانے کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ جب ڈیمانڈ بڑھ جائے گی تو پھر مستقل دفتر بنالیں گے"۔ راجر نے جواب دیا۔
"او۔ کے ـــــ ٹھیک ہے"ـــــ لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
"کہیں جوزفین تو آڑے نہیں آئے گی"ـــــ راجر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔
"نہیں ـــــ جوزفین ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ وہ صرف اپنے مطلب سے مطلب رکھنے والی عورت ہے"۔ لڑکی نے کہا۔
"پھر ٹھیک ہے ـــــ لیکن اگر جوزفین رکاوٹ بننے کی کوشش کرے تو مجھے مطلع کر دینا میں اس کا بندوبست کر لوں گا"۔ راجر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
"اوہ ـــــ تم جا رہے ہو۔ بیٹھو۔ ابھی تو آئے ہو"ـــــ لڑکی نے راجر کو اٹھتے دیکھ کر چونک کر کہا۔
"نہیں ـــــ ابھی میں نے بہت سے کام نپٹانے ہیں تم واپس آؤ گی تو پھر میں تمہارے پاس رات گزاروں گا"ـــــ راجر

نے کہا۔
" وعدہ رہا "۔۔۔۔۔ لڑکی نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔
" پکا وعدہ ۔۔۔۔۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کام ٹھیک ٹھیک ہونا چاہیئے "۔۔۔۔۔ راجرنے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
" اوہ ۔۔۔۔۔ تم مارگریٹ کو کیا سمجھتے ہو۔ آج تک کبھی کوئی گڑبڑ ہوئی ہے جواب ہو گی۔ اور یہ ملک تو ویسے بھی احمقوں کا ملک ہے۔ ذرا کسی سے مسکرا کر بات کر لو وہی قدموں میں لوٹنے لگتا ہے "۔۔۔۔۔ لڑکی نے جس کا نام مارگریٹ تھا چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔
" اسی لئے تو میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ او۔کے بائی۔بائی "
راجرنے کہا اور پھر تیزی سے مڑکر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر وہ باہر آیا ۔۔۔۔۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے مکمل آثار نمایاں تھے۔
چند لمحوں بعد اس کی کار ٹرنکورا ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس نے بطور راجر ٹرنکورا ہوٹل میں قیام رکھا ہوا تھا۔ لیکن بطور باسس اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر ترکستان کالونی میں بنایا ہوا تھا۔

فیاض چند لمحے تو دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھا رہا پھر اس نے سر سے دونوں ہاتھ ہٹا کر میز پر پڑی ہوئی فائل کو کھولا اور اسے ایک بار پھر پڑھنے لگا ——— اس کے چہرے پر شدید بیزاری کے آثار طاری تھے۔ اس بار وہ اپنے آپ کو بُری طرح پھنسا ہوا محسوس کر رہا تھا ——— سر رحمان کا موڈ بتا رہا تھا کہ اگر مجرم جلد از جلد نہ پکڑے گئے تو وہ اُسے گولی مار دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے اور پھر سب سے بڑا ستم یہ کہ انہوں نے عمران سے کام لینے پر بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔ اور فیاض کو پتہ تھا کہ اگر سر رحمان کو پتہ لگ گیا کہ اس نے عمران سے بات بھی کی ہے تو وہ اُسے الٹا لٹکا دیں گے۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ مجرموں کو کہاں سے ڈھونڈا جائے۔ سر رحمان نے تو حکم دے دیا تھا کہ مجرموں کو ایک ہفتے میں

گرفتار کر لو۔ لیکن اب مجرم کوئی راستے میں تو نہ بیٹھے تھے۔ کہ وہ انہیں پکڑ لے ـــــ چنانچہ اس نے فائل کھولی اب جو کچھ پتہ لگ سکتا تھا اس فائل میں سے ہی لگ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فائل کو پڑھنا شروع کر دیا ـــــ وہ یوں ایک ایک لفظ پڑھ رہا تھا۔ جیسے صبح امتحان ہونا ہو۔ اور اس نے پہلی بار کتاب کھولی ہو ـــــ لیکن فائل میں تھا ہی کیا جو اس کے پلے پڑتا۔ فائل میں صرف اتنا درج تھا کہ مجرموں کی ایک تنظیم جو ڈیتھ سرکل کے نام سے جانی جاتی ہے کسی پراسرار مشن پر پاکیشیا پہنچ گئی ہے ـــــ ڈیتھ سرکل کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ اس تنظیم نے یورپ اور ایشیا کے بے شمار ملکوں میں اپنا پراسرار جال پھیلایا ہوا ہے اور یہ لوگ انتہائی خاموشی سے کام کرتے ہیں ـــــ اور زیادہ تر منشیات کے سلسلے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اس کا مطلب ہے کوئی نشہ آور شے یہ یہاں لوگوں کو بیچیں گے ـــــ لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ نشہ آور شے کیا ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ منشیات کا خام مال تو پاکیشیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہاں سے یورپ اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کو سمگل ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہاں تو اس کی قیمت بے حد کم ہوتی ہے ـــــ جب کہ باہر اس کی قیمت ہزاروں گنا بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ایسا کون سا نشہ ہو سکتا ہے جو باہر سے یہاں آئے اور یہاں اس کی قیمت زیادہ ہو ـــــ ایسا کوئی نشہ اس کے خیال میں نہ تھا۔

اور پھر یہ کام تو عام سے مجرموں کا تھا۔ اس کے لئے کسی بین الاقوامی تنظیم کے ملوث ہونے کا کوئی مسئلہ بھی نہ تھا۔

یہی سوچتے سوچتے اس کا دماغ پکنے لگا۔ لیکن کوئی بات واضح طور پر سمجھ میں نہ آرہی تھی ـــــ جب کہ اُسے معلوم تھا کہ سر رحمان کو شام کو رپورٹ بھی دینی ہے۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک قریب پڑے ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ اور فیاض نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو یہ" فیاض نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جناب عالی ـــــ میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں" ـــــ دوسری طرف سے ایک منمناتی ہوئی خوفزدہ سی آواز سنائی دی۔

"اطلاع ـــــ مگر تم ہو کون ـــــ پہلے اپنا تعارف کراؤ"

"جناب میرا نام گھوکش ہے۔ میں یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی میں پروفیسر ہوں ـــــ پروفیسر گھوکش" ـــــ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ ـــــ اچھا ـــــ پروفیسر گھوکش ـــــ فرمایئے"

فیاض کو مجبوراً لہجہ نرم کرنا پڑا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ یہ پروفیسر قسم کے لوگ ضرورت سے زیادہ سنکی ہوتے ہیں اور انہیں مرض ہوتا ہے اعلیٰ افسران کو شکایت کرنے کا ـــــ اس لئے وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔

"جناب عالی ـــــ اطلاع بڑی اہم ہے اور میں کسی ذمہ دار آدمی کو دینا چاہتا ہوں" ـــــ دوسری طرف سے اُسی طرح منمناتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ ہوں انٹیلی جنس کا عملی سربراہ ـــــ مجھ سے زیادہ ذمہ دار کون ہوسکتا ہے" ـــــ فیاض نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اُسے پروفیسر گھوش پر بُری طرح غصہ آرہا تھا۔ جو اُسے ذمہ دار آدمی ہی نہ سمجھ رہا تھا۔

"اچھا اچھا ـــــ پھر ٹھیک ہے۔ تو جناب آپ نے کبھی الپائن کلب کا نام سنا ہے" ـــــ پروفیسر گھوش نے پوچھا۔

"الپائن کلب ـــــ نہیں ـــــ ایسا کوئی کلب میرے علم میں نہیں ہے" ـــــ فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ـــــ آپ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اور الپائن کلب کے بارے میں نہیں جانتے۔ اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ کسی ذمہ دار آدمی سے بات کرادیں" ـــــ دوسری طرف سے پروفیسر گھوش نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دیکھئے پروفیسر ـــــ میں آپ کا اب تک لحاظ کررہا ہوں۔ لیکن آپ خواہ مخواہ سر پر چڑھتے جارہے ہیں۔ دارالحکومت کے سارے کلب میرے دیکھے بھالے ہیں ـــــ اب آپ الٹا سیدھا نام لے دیں جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو تو پھر میں کیا کرسکتا ہوں۔ آپ براہ مہربانی تفصیل بتائیں اور یہ انٹرویو بند کریں میرے پاس آپ کی طرح فالتو وقت نہیں ہے"

سپرٹنڈنٹ فیاض سے جب نہ رہا جا سکا تو وہ آخر ابل ہی پڑا۔
" اوہ ——— ویری سوری ——— آپ واقعی بے حد مصروف ہوں گے۔ بہرحال ایپائن کلب میں روزانہ چند غیر ملکی اکٹھے ہوتے ہیں اور جرائم کی باتیں کرتے ہیں ——— مجھے ان سے کسی بہت بڑے جرم کی بو آتی ہے۔ ویسے ان کے چہرے بھی مجرموں جیسے دکھائی دیتے ہیں اور ڈیتھ سرکل کے الفاظ تو وہ بار بار دوہراتے ہیں " ——— پروفیسر گھوش نے کہا۔
" غیر ملکی ——— جرائم کی باتیں اور ڈیتھ سرکل ——— اوہ۔ کہاں ہے یہ ایپائن کلب ——— جلدی بتلیئے " ——— فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ اُسے یقین آگیا تھا کہ یہ غیر ملکی وہی ڈیتھ سرکل والے مجرم ہی ہیں۔
" ایپائن کلب شاہی روڈ پر پیلے رنگ کی عمارت میں قائم ہے۔ یہ ایک خفیہ کلب ہے اس کے ممبر ہی اندر جا سکتے ہیں۔ اور ایک خاص بات یہ ہے کہ باقی کلب تو شام کو آباد ہوتے ہیں جب کہ یہ دن چڑھے آباد ہوتا ہے ——— اور شام کو غیر آباد ہو جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے اب بھی اگر آپ وہاں پہنچیں تو آپ کو وہ غیر ملکی مل جائیں گے " ——— پروفیسر گھوش نے جواب دیا۔
" اچھا ——— لیکن ان کی پہچان " ——— فیاض نے پوچھا۔
" پہچان کیا ——— وہاں موجود ہی وہی غیر ملکی ہوں گے باقی اگر ہوں گے تو دیسی ہوں گے۔ اور آپ کو وہاں جبر اچھاپہ مارنا

ہوگا ورنہ وہ لوگ خفیہ دروازے سے بھاگ جائیں گے "
پروفیسر گھوش نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

" اوہ ـــ ویری گڈ ـــ آپ نے اچھی اطلاع دی ہے۔
بہت بہت شکریہ ـــ میں ابھی چھاپہ مارتا ہوں "
فیاض نے چہکتے ہوئے کہا۔

" ہاں ـــ بالکل ابھی اور اسی وقت ـــ آپ واقعی بے حد
فرض شناس ہیں۔ آپ جیسے افسر ہی تو اس ملک کی ترقی کا
اصل راز ہیں " ـــ پروفیسر گھوش نے بڑے خلوص سے
تعریف کرتے ہوئے کہا اور فیاض کا سینہ وہاں دفتر میں بیٹھے
بیٹھے پھول گیا۔

" شکریہ شکریہ " ـــ فیاض نے کہا اور دوسرے لمحے
رابطہ ختم ہوتے محسوس کر کے اس نے تیزی سے رسیور کریڈل
پر پھینکا اور پھر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

" یس سر " ـــ چپڑاسی نے فوراً ہی کسی جن کی طرح حاضر
ہو کر کہا۔

" اسلم کو کہو کہ فوراً چھاپہ مار پارٹی تیار کرے۔ کم از کم دس
مسلح آدمی ہونے چاہئیں اور فوراً ـــ اور ڈرائیور سے کہو
میری جیپ فوراً تیار کرے " ـــ فیاض نے انتہائی تحکمانہ
انداز میں ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن پر
سوار ساری بوریت دور ہو گئی تھی ـــ اب وہ پوری طرح
چاک و چوبند ہو گیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ ابھی ان غیر ملکیوں

کو گرفتار کر کے ان سے سب کچھ اگلوا لے گا۔ اور پھر جب ایک گھنٹے بعد وہ مجرموں کو سر رحمان کے سامنے پیش کرے گا۔ تو سر رحمان کو بھی پتہ چلے گا کہ فیاض کام کرنے پر آتے تو اسس طرح کرتا ہے ۔۔۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ ان غیر ملکیوں کے بارے میں سر رحمان سے بات کرے۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے سر رحمان سارا کریڈٹ خود لے لیں۔

" سر ۔۔۔ آپ کی جیپ اور مسلح پارٹی تیار ہے "۔ تھوڑی دیر بعد چپڑاسی نے آکر اطلاع دی۔

" اوکے "۔۔۔ فیاض نے کرسی سے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر کیپ سٹینڈ سے اس نے اپنی مخصوص ٹوپی اتاری اور سر پہ پہنتے ہوئے وہ تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"سلیمان — ارے بھئی سلیمان — آج ناشتے
کا کیا پروگرام ہے ۔" عمران نے بڑے میٹھے لہجے میں
سلیمان کو آوازیں دیتے ہوئے کہا ۔
"ناشتہ — کیسا ناشتہ — آج تو تنخواہ کی وصولی
کا دن ہے ۔ اس لئے آپ کو ناشتہ نہیں مل سکتا ۔" سلیمان
نے دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے کہا ۔ اس کے چہرے پر
ناراضگی کے آثار نمایاں تھے ۔
"تنخواہ کی وصولی کا دن — کہاں سے وصول کرنی ہے
تنخواہ — جلدی بتاؤ ۔ آج کل تو بڑی کڑکی کے دن ہیں ۔"
عمران نے چونکتے ہوئے کہا ۔
"ہاں — اب تو کڑکی کے دن آئیں گے ۔ آپ نے اب
تک بہت مزے کئے ہیں ۔ کڑکی سنا سنا کر مجھے ٹالتے رہے ہیں ۔

لیکن رات میں نے یونین کے سامنے حلف اٹھایا ہے کہ صبح اپنی ساری تنخواہ وصول کروں گا"۔۔۔ سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یونین کے سامنے حلف اٹھایا ہے۔۔۔ ارے یہ یونین کہاں سے ٹپک پڑی"۔۔۔ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"دیکھئے صاحب۔۔۔ میری پچھلی آٹھ سال کی تنخواہ شرافت سے میرے ہاتھ پر دھر دیجئے اور آئندہ آٹھ سال کی تنخواہ ایڈوانس کل سولہ سال کی بات ہے"۔۔۔ سلیمان نے لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

"تیری عمر ہے سولہ سال۔۔۔ واہ۔۔۔ کیا لفظ کہے ہیں سولہ سال۔۔۔ بھئی یہ لفظ سن کر ہی ناشتہ ہو گیا۔ کیا راضی ہو گئی ہے"۔۔۔ عمران نے آخری الفاظ بڑے رازدارانہ انداز میں کہے۔

"کون راضی ہو گئی ہے"۔۔۔ سلیمان نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہی سولہ سال والی۔۔۔ ارے ظالم کہاں سے ڈھونڈھ نکالی اس قحط کے زمانے میں"۔۔۔ عمران نے ڈھیٹ عاشقوں کے سے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔۔۔ تو آپ اس چکر میں ہیں۔ میں کسی لڑکی کی بات نہیں کر رہا۔۔۔ سولہ سال کی تنخواہ کی بات کر رہا ہوں"۔

سلیمان نے غصے سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
"یار ۔۔۔ کچھ بھی ہو ۔۔۔ جب سولہ سال کی ہے تو چاہے اس کا نام تنخواہ ہو یا الاؤنس ۔۔۔ مجھے منظور ہے ۔۔۔ بس ہونی سولہ سال کی چاہیئے"۔۔۔ عمران نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔
"آپ یوں نہیں مانیں گے ۔۔۔ کیا خیال ہے دوں ہڑتال کا تحریری نوٹس"۔۔۔ سلیمان نے پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔
"بغیر تحریری نوٹس کے نہیں مانتی یار ۔۔۔ یہ زبانی کام ہی رکھو تحریری ویریری کا چکر چھوڑو ۔۔۔ اچھا یہ بتاؤ وہ بھنگن تو نہیں جس سے کل تم باتیں کر رہے تھے۔ وہی ہوگی ۔ یار ذوق تو تمہارا اچھا ہے بھنگن ہے تو کیا ہوا۔ کما کر کھلائے گی ۔۔۔ جھاڑو ہی اٹھانا پڑے گا نا"۔۔۔ عمران نے یوں آنکھ مارتے ہوئے کہا جیسے اس کی ساری عمر عاشقی کرتے ہی گزر گئی ہو۔
"اوہ ۔۔۔ آپ نے کہاں سے دیکھ لیا ۔ دیکھئے عمران صاحب یہ تانکا جھانکی اچھی بات نہیں ہے ۔ ارے ہاں ۔۔۔ آپ نے تو ابھی ناشتہ نہیں کیا ۔۔۔ میں ابھی لایا ناشتہ"۔
سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے غائب ہو گیا ۔۔۔ اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ اب تگڑا سا ناشتہ مل جائے گا ۔ ورنہ سلیمان نے رُلا رُلا کر ناشتہ دینا تھا۔
کیوں کہ جب بھی عمران دیر سے اٹھتا تھا سلیمان اُسے یہی سزا دیتا تھا۔ اور آج تو اُسے ویسے بھی کافی دیر ہو گئی تھی۔ کام کاج تو

تھا نہیں۔ اس لئے وہ جان بوجھ کر آنکھیں بند کیے پڑا رہا تھا۔
سلیمان کے جاتے ہی عمران نے میز پر پڑا ہوا اخبار اٹھا لیا۔ اور ابھی وہ اس کی سرخیوں پر نظریں دوڑا ہی رہا تھا کہ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی ——— اور عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔
" جامن بھائی ——— کھجور بھائی ——— فروٹ والے "
عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
" نہ ہی آج کل جامن کا موسم ہے اور نہ کھجور کا ——— پھر تمہیں یہ دونوں چیزیں کہاں سے یاد آگئیں " ——— دوسری طرف سے سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔
" اگر یہ نام موسم کے مطابق نہیں تو پھر سیب بھائی ناشپاتی بھائی ہی سہی ——— کسی طرح تو آپ راضی ہوں " ——— عمران نے جواب دیا۔
" دیکھو عمران ——— اب تمہیں مذاق کرنے کا بھی سلیقہ نہیں رہا۔ سیب بھائی تو ٹھیک ہے لیکن ناشپاتی بھائی کی بجائے ناشپاتی بہن کہو ——— تب بات بنتی ہے " ——— سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔
" جناب ——— میرے ماں باپ گرامر کے علامہ نہ تھے۔ شکر کریں انہوں نے سیب بہن اور ناشپاتی بھتوئی نہیں رکھ دیا " ——— عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
ویسے وہ سر سلطان کے مذاق سے دل ہی دل میں لطف اندوز

ہو رہا تھا۔

"اچھا چھوڑو اس بہن بھائی کے چکر کو ــــ آج کل کیا کر رہے ہو۔ میرا مطلب ہے کیا مصروفیات ہیں" ــــ سر سلطان نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"اوہ ــــ مگر آپ کو میری مصروفیات سے کیا دلچسپی ہو گئی۔ کہیں مجھے مروانے کا تو پروگرام نہیں" ــــ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے ــــ میں تو ویسے رسماً پوچھ رہا تھا ــــ مگر تم ڈر کیوں گئے" ــــ سر سلطان نے اُسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اللہ تو کہیں قبلہ والد صاحب نے آپ کو اس انکوائری پر تو نہیں لگا دیا ــــ کہ آپ رپورٹ دے دیں کہ میں آوارہ گردی کرتا ہوں۔ سولہ سال پر سر دھنتا ہوں تو قبلہ والد صاحب اپنی بجائے میری شادی کے متعلق سنجیدہ ہو جائیں" ــــ عمران نے جواب دیا۔

اور فون پر سر سلطان کے حلق سے نکلنے والے بے اختیار قہقہے کی گونج سنائی دی۔

"اچھا اچھا ــــ تو یہ خوف ہے تمہیں ــــ مگر یہ سولہ سال پر سر دھننے والی بات سمجھ میں نہیں آئی" ــــ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا وہ بھی شاید آج خوشگوار موڈ میں تھے۔

"اس کا تعلق میرے ملازم سے ہے یا سولہ سال کی تنخواہ

دو یا پھر ناشتہ کر لو"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"تم سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے۔۔۔ عجیب و غریب قسم کی پہیلیاں بجوانا شروع کر دیتے ہو"۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔
"دراصل ناشتے سے پہلے میرا دماغ اسی طرح الجھا ہوا ہوتا ہے۔ مکھن۔۔۔ توس۔۔۔ جیلی جام اور چائے مل کر اسے ہموار کرتے ہیں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔
"اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ابھی تم نے ناشتہ ہی نہیں کیا۔ معلوم ہے کیا وقت ہوا ہے"۔۔۔ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
"یہ ناشتے کے ساتھ وقت کا کیا تعلق۔۔۔ اور پلیز آہستہ بولیے۔۔۔ کہیں سلیمان نہ سن لے۔ بڑی مشکل سے راضی کیا ہے ناشتہ بنانے پر"۔۔۔ عمران نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ میں سمجھ گیا۔ ویسے یہ سلیمان کی ہمت ہے کہ وہ تمہیں ڈیل کر لیتا ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ آج کل سپرنٹنڈنٹ فیاض سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں"۔ سر سلطان نے پوچھا۔
"تعلقات ظاہر ہے جائز ہی ہوں گے۔ فیاض جیسے افسر سے ناجائز تعلقات رکھ کر مرنا ہے"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔ اور سر سلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"تم ہر بات کو اڑا دینے کے ماہر ہو ـــــ اچھا یہ بتاؤ ڈیتھ سرکل کا نام سنا ہے" ـــــ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ نے بھی ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔ اسی لئے میری طرح الجھی الجھی باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی تعلقات پوچھتے ہیں اور کبھی آپ کو ڈیتھ سرکس یاد آجاتا ہے" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈیتھ سرکس نہیں سرکل ـــــ سنو عمران ـــــ برطانیہ کی سیکرٹ سروس سے ہمیں ایک خفیہ رپورٹ ملی ہے۔ کہ ایک مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل پاکیشیا کسی پر اسرار مشن پر پہنچ چکی ہے ـــــ میں نے صدر مملکت سے کہا بھی کہ یہ فائل ایجنٹو کو بجھوا دیں۔ لیکن انہوں نے فائل سر رحمان کو بجھوا دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایکسٹو نے تمام کاموں کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا ـــــ کچھ انٹیلی جنس کو بھی کام کرنا چاہیئے" ـــــ سر سلطان نے کہا۔

"اوہ ـــــ صدر مملکت اب سمجھدار ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ انہیں مزید عقل و دانش عطا فرمائے۔ ویسے آپ نے تو ہمیں یقیناً لانے کے لئے پورا زور لگایا ہوگا" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے ـــــ مجھے معلوم ہے کہ فیاض کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ اور سر رحمان سمجھتے ہیں کہ فیاض دنیا کا سب سے بڑا جاسوس ہے ـــــ اب یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اگر تم اس کی

امداد نہ کرو تو ـــــــ سر رحمان کو فیاض کی اصل قابلیت کا اندازہ ہو جائے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ فیاض تمہارے پیچھے بھاگتا پھرے ـــــــ کیوں نہ کیس براہِ راست تمہیں ہی بھجوا دیا جائے" سر سلطان نے کہا۔

"آپ کو سوپر فیاض کے بارے میں غلط فہمی ہے وہ زبردست جاسوسی صلاحیتوں کا حامل ہے ـــــــ مجھ سے تو بس ازراہِ عنایت امداد کے لئے کہہ دیتا ہے تاکہ میری ریہرسل ہوتی رہے۔ ورنہ فارغ بیٹھے بیٹھے میں کند ذہن ہو جاؤں گا" ـــــــ عمران نے جواب دیا۔

"چلو اسی طرح سہی ـــــــ بہرحال میں نے تمہیں اطلاع دینے کے لئے فون کیا تھا۔ فائل کے مطابق مجرم پاکیشیا میں پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم فیاض کی امداد کرو یا نہیں یہ کیس حل ہونا چاہئے ـــــــ ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی نقصان اٹھا بیٹھیں" سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ـــــــ میں فیاض کی پوری امداد کروں گا آخر میں نے اس سے فلیٹ کا سابقہ کرایہ معاف کرانا ہے" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا سر سلطان نے رسیور رکھ دیا تھا ـــــــ ان کا مقصد حل ہو گیا تھا اور ظاہر ہے وہ مزید وقت کیسے ضائع کر سکتے تھے۔

"ہونہہ ـــــــ تو ڈیتھ سرکل فیاض صاحب ڈیل کر رہے ہیں" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ڈیتھ سرکل ـــ یہ کون سے کھانے کا نام ہے"
اچانک سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ سلیمان میز پر ناشتے کا سامان لگا رہا تھا۔
"ارے ـــ تمہیں نہیں پتا۔ سویوں کو کہتے ہیں ـــ واہ بھئی واہ ـــ اتنے بڑے باورچی ہو اور ڈیتھ سرکل کا پتہ نہیں"
عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"دیکھئے صاحب ـــ مجھ سے مذاق نہ کیا کیجئے کہاں سویاں اور کہاں ڈیتھ سرکل ـــ اس کا مطلب ہے آپ سرعید پر ڈیتھ سرکل کھاتے ہیں"ـــ سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ٹرالی دھکیلتا واپس چلا گیا۔
"اچھا اچھا بھئی مجھے ناشتہ کرنے دو ـــ پھر میں تم سے بات کروں گا اور ابھی تو مجھے سوپر فیاض کی امداد کرنی ہے"
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ناشتے پر جھپٹ پڑا۔
جب تک ناشتہ مکمل ہوا عمران سوپر فیاض کی امداد کا مکمل پروگرام تیار کر چکا تھا ـــ اس لئے ناشتے سے فارغ ہوتے ہی اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور سوپر فیاض کے دفتر کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔
"سپرنٹنڈنٹ فیاض آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"
رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے فیاض کی کرخت دار آواز سنائی دی ـــ اور پھر عمران نے پروفیسر گھوش بن کر اسے یہ اطلاع دی کہ ایلائن کلب میں غیر ملکی جرائم کی باتیں کر رہے

ہیں۔ اور ساتھ ہی ڈیتھ سرکل کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔

اور جب عمران نے رسیور رکھا تو اس کے چہرے پر شرارت ناچ رہی تھی ـــــ اس نے فیاض کو اس عمارت کا پتہ بتا دیا تھا۔ جہاں آج کل مغربی جرمنی کا ٹیکنیکل وفد ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ وفد انجنیروں کا تھا اور حکومت پاکیشیا کی خصوصی درخواست پر بھیجا گیا تھا تاکہ وہ جام نگر ڈیم میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور کر سکے ـــــ اور عمران جانتا تھا کہ فیاض ان انجنیروں پر بغیر سوچے سمجھے چڑھ دوڑے گا اور اس کا جو انجام ہوگا وہی دیکھنے کے قابل ہوگا۔

فون بند کرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پیر دوڑاتا ہوا ڈریسنگ روم میں داخل ہو گیا ـــــ اس نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کرنے شروع کر دیئے۔ وہ دراصل جلد از جلد اس عمارت تک پہنچنا چاہتا تھا تاکہ سوپر فیاض کی درگت بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

"آؤ شہلا ۔۔۔ آج تو تم نے خاصی دیر لگا دی۔ ہم تمہارا فون ملنے کے بعد کتنی دیر سے تمہاری منتظر ہیں تم ۔۔۔ ایک لڑکی نے شہلا کے دروازے میں نمودار ہوتے ہی گلہ کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا بھئی ۔۔۔ مجھے ذرا دیر ہو گئی۔ دراصل راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تو مجھے ٹیکسی پر آنا پڑا" ۔۔۔ شہلا نے ہنستے ہوئے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"خیریت تھی آج اس وقت تمہیں اس ہوٹل میں ہمیں اکٹھا کرنے کی کیا سوجھی ۔۔۔ دیکھو سارا ہال سائیں سائیں کر رہا ہے" ۔۔۔ دوسری لڑکی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہیں باس سے چھٹی لے کر آنی پڑی ہو گی اس لئے منہ بنا رہی ہو ۔۔۔ آج میں نے سوچا کہ آپ کو اپنی دوستی کا ایک

خوب صورت تحفہ دوں "____ شہلا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
" تحفہ ____ کیسا تحفہ " ____ چاروں لڑکیوں نے چونک کر اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
" ہے ایک تحفہ ____ ایسا تحفہ کہ تم تمام عمر اسے نہ بھول سکو گی " ____ شہلا نے جواب دیا۔
" بھئی ____ اب سسپنس نہ پیدا کرو۔ اور دکھاؤ وہ اپنا تحفہ " ایک لڑکی نے اشتیاق سے بھرپور لہجے میں کہا۔
" دوستو ____ بات یہ ہے کہ آج کل یورپ کے اعلیٰ طبقے میں ایک پُر اسرار مشروب رواج پا رہا ہے ____ لیکن چونکہ یہ مشروب انتہائی قیمتی ہے۔ اس لئے سوائے ان لوگوں کے جو اسے حاصل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں ____ باقی بیچارے تو اس کے حصول کی حسرت میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔ اس کا کوڈ نام ایم زیڈ ہے۔ یہ آب حیات ہے ____ صحیح معنوں میں آب حیات۔ میں نے یہاں آتے ہوئے اس کی ایک شیشی بڑی مشکلوں سے حاصل کی تھی۔ تاکہ اپنی عزیز ترین سہیلیوں کو اس کا ذائقہ چکھا سکوں ____ اور میں نے اس نایاب اور قیمتی ترین مشروب کے لئے آپ کو منتخب کیا ہے " ____ شہلا نے بڑے پُر اسرار لہجے میں کہا اور چاروں لڑکیوں کی آنکھیں مسرت اور اشتیاق سے چمکنے لگیں۔
" ارے ____ اب دکھاؤ بھی سہی۔ یا کسی اچھے سیلزمین کی طرح تعریفیں ہی کرتی رہو گی " ____ ایک لڑکی نے چہکتے ہوئے

لہجے میں کہا۔
"کہیں یہ مخنیات ٹائپ کی تو کوئی چیز نہیں ہے"۔
دوسری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"مخنیات ـــــ ارے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اس کا مخنیات سے کیا تعلق ـــــ البتہ اگر تم جوائی کو بھی مخنیات میں شامل کر لو تو پھر البتہ اسے بھی مخنیات میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا کوڈ نام تو ایم ڈیڈ ہے ـــــ البتہ عرف عام میں اسے مشروب جوائی کہتے ہیں"ـــــ شہلا نے جواب دیا۔
"اچھا اچھا ـــــ اب بیٹھی بھی کرو۔ تم نے تو اچھا خاصا ہمیں سسپنس میں ڈال دیا ہے"ـــــ باقی دو لڑکیوں نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"ویٹر"ـــــ شہلا نے انہیں جواب دینے کی بجائے ایک طرف کھڑے ہوتے ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"یس میڈم"ـــــ ویٹر نے قریب آکر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"بھئی ـــــ شیری لے آؤ۔ دیکھ نہیں رہے کس وقت سے ٹیبل خالی پڑی ہوئی ہے"ـــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ابھی لایا میڈم ـــــ میں نے پہلے آرڈر پوچھا تھا مگر انہوں نے فرمایا تھا کہ آپ کا انتظار ہے"ـــــ ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ گیا۔
"تو کیا شراب میں اسے مکس کیا جاتا ہے"ـــــ ایک لڑکی نے کہا۔

"اور تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کا گلاس بھر کر پیا جاتا ہے بھئی چار قطرے ایم زیڈ کے کافی ہوتے ہیں" ____ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے ویٹر نے میز پر شیری کی بوتل اور پانچ گلاس لا کر رکھ دیئے ____ اور شہلا نے بوتل کھول کر شراب گلاسوں میں انڈیلنی شروع کر دی۔ جب سب گلاس بھر گئے تو اس نے اپنا پرس کھولا اور اس میں سے سبز رنگ کی ایک چھوٹی سی بوتل نکالی ____ اور اس کا ڈھکن کھول کر اس نے اس میں موجود سنہرے رنگ کے محلول کے چار چار قطرے ہر گلاس میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ آخری گلاس میں ڈالنے کے بعد شیشی خالی ہوگئی۔ اور شہلا نے اس کا ڈھکن بند کر کے اسے واپس پرس میں ڈال لیا ____ لیکن جلدی میں بوتل پرس کی بجائے نیچے فرش پر گر پڑی اور شہلا کو اس کا احساس بھی نہ ہوا۔

" لو بھئی عیش کرو ____ تم بھی کیا یاد کرو گی کہ شہلا نے تحفہ دیا ہے" ____ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اپنا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔ اس کے دیکھا دیکھی دوسری لڑکیوں نے بھی اپنے اپنے گلاس اٹھائے ____ اور پھر انہوں نے گلاس منہ سے لگا کر جھجکتے ہوئے ایک گھونٹ لیا۔

" ارے ____ اس کا ذائقہ تو بہت شاندار ہے ____ بہت خوب" ____ سب نے مشترکہ طور پر کہا۔ اور پھر وہ مزے لے لے کر ایم زیڈ ملی شیری کے گھونٹ لینے لگیں۔ جب کہ شہلا

کے چہرے پر انہیں پیتے دیکھ کر عجیب سی طنزیہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی ـــ جیسے جیسے وہ چاروں لڑکیاں مشروب پیتی گئیں ان کے چہروں پر حیرت کے ساتھ ساتھ انجانی مسرت کے تاثرات ابھرتے چلے آئے۔

"اوہ شہلا ـــ تم واقعی گریٹ ہو ـــ اوہ ـــ کس قدر عجیب دلفریب ذائقہ ہو گیا ہے شیری کا ـــ یوں لگتا ہے جیسے واقعی ہم آب حیات پی رہی ہوں" ـــ ان سب نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

شہلا بھی مزے لے لے کر شیری پی رہی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ نارمل تھا ـــ وہ شاید پہلے سے اس مشروب کی عادی تھی۔ جب گلاس ختم ہو گئے تو ان سب نے یوں بُرا سا منہ بنایا جیسے انہیں یہ تصور کر کے ہی کوفت ہوئی ہو ـــ کہ اتنا مزیدار مشروب اتنی جلدی ختم ہو گیا ہے۔

"اوہ شہلا ـــ دی گریٹ پلیز ـــ ایک ایک جام اور پلاؤ" ان چاروں نے بیک زبان ہو کر شہلا سے درخواست کرتے ہوئے کہا۔

"سنو ـــ یہ ایک جام ایک ہفتے کے لئے کافی ہے۔ اب میری بات غور سے سنو۔ پورا ہفتہ تمہارے جسموں میں خون کی بجائے پارہ دوڑتا رہے گا ـــ تم اپنے آپ کو سُپر عورت محسوس کرو گی تمہارے چہروں پر ہر وقت گلاب کھلتے رہیں گے۔ تمہاری چال میں اور بھی مستی آ جائے گی۔ تمہارا حسن اب ایک ایچ

سے بے نیاز ہو جائے گا۔ اور تمہارے بوائے فرینڈز تمہاری خاطر جانیں دینے پر بھی تیار ہو جائیں گے ـــــ یہ ایم زیڈ کے چار قطروں کا اعجاز ہے۔ اور سنو ـــــ میرے پاس یہی شیشی تھی تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اسے میں نے کتنی قیمت دے کر حاصل کیا تھا" ـــــ شہلا نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ مگر ایک ہفتے بعد کیا ہو گا" ـــــ ان چاروں نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک ہفتہ بعد تم اپنی پہلی حالت پر آجاؤ گی اور بس" شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ آب حیات مزید مقدار میں حاصل نہیں کیا جا سکتا" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"اس وقت تو موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی پاکیشیا میں قابل حصول ہے ـــــ ہاں البتہ شاید ایک ہفتے بعد میں کہیں سے بندوبست کر لوں" ـــــ شہلا نے مبہم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ضرور کرنا ـــــ اور سنو شہلا ـــــ یہ تو تمہاری طرف سے تحفہ تھا۔ اس کی ہم قیمت ادا کریں گے۔ جتنی بھی ہو" ان چاروں نے بیک زبان ہو کر کہا۔

"اچھا بھئی ـــــ اب ایک ہفتہ عیش کرو۔ میں نے تو ایک ہفتہ ملک سے باہر گزارنا ہے ـــــ ایک ہفتے بعد ملاقات ہو گی" ـــــ شہلا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے جیب

سے ایک بڑا سا نوٹ نکال کر میز پر ڈالا اور پھر وہ پانچوں سہیلیاں ہنستی مسکراتی ہوئیں ہوٹل سے باہر آگئیں ـــــــ شہلا نے میزبان ہونے کے ناطے ان سب کو رخصت کیا اور خود اپنی کار کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

"گرین کارڈ دے دیا ہے" ـــــــ اچانک ایک نوجوان نے اس کے قریب چلتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ـــــــ دے دیا ہے ٹونی ـــــــ اب تم نے ان کی نگرانی کرنی ہے" ـــــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو ـــــــ میرے آدمی ان کے پیچھے ہیں"

اس نوجوان نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ شہلا نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے کار کو چلاتی ہوئی ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکلتی چلی گئی ـــــــ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ بھیانک کھیل کا آغاز ہو گیا ہے اور اب پاکیشیا اس چکر سے کبھی باہر نہ نکل سکے گا۔

فیاض جیپ دوڑاتا ہوا شاہی روڈ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ جہاں پروفیسر گھوش کے مطابق الپائن کلب تھا۔ اور اس کلب میں ڈیتھ سرکل کے مجرموں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا جیسے جیسے جیپ آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس کا ذہن ہواؤں میں اڑتا پھر رہا تھا ___ وہ تصور ہی تصور میں سر رحمان کے چہرے پر داد و تحسین کے آثار دیکھ رہا تھا ___ اور ساتھ ہی ساتھ سر رحمان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ اپنے پہلے سلوک پر فیاض سے بے حد شرمندہ ہیں ___ اور پھر ساتھ ہی صدر مملکت کی طرف سے تعریفی سرٹیفکیٹ اور پھر ڈپٹی ڈائریکٹر انٹیلی جنس کے عہدے پر ترقی ___ غرضیکہ وہ اس وقت مکمل طور پر شیخ چلی بنا ہوا تھا۔ اور دل ہی دل میں اس اجنبی پروفیسر گھوش کو دعائیں دے رہا تھا جس نے بیٹھے بٹھائے سارا کیس ہی حل کر دیا تھا ___ دس مسلح سپاہی

پچھلی جیپ میں آ رہے تھے۔ اور فیاض نے اپنے ریوالور کو تھپتھپایا۔ کیوں کہ بہر حال وہ بین الاقوامی مجرم تھے ـــــ وہاں مقابلہ بھی ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ شاہی روڈ پر پہنچ گئی۔ اور پھر اُسے دُور سے ہی وہ ایک منزلہ پیلی عمارت نظر آ گئی۔ یہ عمارت اپنی ظاہری حیثیت سے ایک عام سی رہائش گاہ نظر آ رہی تھی ـــــ لیکن اب یہ بات تو صرف فیاض ہی جانتا تھا کہ اس عمارت میں اس کا روشن مستقبل موجود ہے ـــــ اس نے تیزی سے جیپ عمارت سے ذرا فاصلے پر روکی اور پھر اچھل کر نیچے اتر آیا۔ سپاہیوں والی جیپ بھی رک گئی ـــــ اور پھر مسلح سپاہی بھی نیچے آ گئے۔

"اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لو ـــــ کوئی آدمی یہاں سے باہر نہ نکلنے پائے۔ اگر کوئی نکل گیا تو تم سب کو گولی مار دوں گا" ـــــ فیاض نے بڑے سخت لہجے میں انہیں ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب" ـــــ ان سب نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دوڑتے ہوئے عمارت کے گرد پھیلتے چلے گئے ـــــ جب کہ ایک انسپکٹر فیاض کے ساتھ کھڑا رہ گیا۔

"انسپکٹر رانا ـــــ آؤ میرے ساتھ ـــــ اور سنو ـــــ پوری طرح محتاط رہنا۔ بین الاقوامی مجرم ہیں یہ" ـــــ فیاض نے

بڑی بڑی مونچھوں والے انسپکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب ـــــ آپ بے فکر رہیں۔ انسپکٹر رانا کے سامنے بین الاقوامی مجرم بھیڑیں بن جاتے ہیں" ـــــ انسپکٹر رانا نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور پھر اکڑتا ہوا تیزی سے عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ گیٹ بند تھا۔ سوپر فیاض نے کال بیل پر اپنا انگوٹھا رکھا اور اس وقت تک اُسے دبائے رکھا جب تک پھاٹک کی ذیلی کھڑکی ایک جھٹکے سے نہ کھلی۔

"کیا مصیبت ہے ـــــ کون ہے" ـــــ اندر سے کسی نے بڑے غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے ایک لمبا تڑنگا نوجوان باہر نکل آیا ـــــ اس کے چہرے پر سخت غصے کے تاثرات موجود تھے۔ لیکن اپنے سامنے باوردی افراد کو دیکھ کر اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔

"فرمائیے جناب" ـــــ اس نوجوان نے جس نے دربانوں جیسی یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ اور کاندھے سے بندوق لٹکائی ہوئی تھی بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"انٹیلی جنس" ـــــ سوپر فیاض نے منہ کو پوری طرح ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ اچھا فرمائیے" ـــــ نوجوان انٹیلی جنس کا لفظ سن کر اور زیادہ دبک گیا۔

"اندر کون کون ہے" ـــــ فیاض نے پوچھا۔

"سب ہیں جناب ــــ آپ نے کس سے ملنا ہے؟"
نوجوان نے کہا۔

"ابے ــــ ایک طرف ہٹ ــــ اب ہم تم جیسے چڑیمار وں کو بتائیں گے کہ ہم نے کس سے ملنا ہے۔ ہم نے سب سے ملنا ہے" ــــ اچانک انسپکٹر رانا نے اُسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ اور شاید فیاض اسی انتظار میں تھا کہ انسپکٹر رانا ایسے الفاظ کہے ــــ چنانچہ جیسے ہی انسپکٹر نے یہ ڈرامہ کیا وہ تیزی سے آگے بڑھا اور کھڑکی سے ہوتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا۔ انسپکٹر رانا بھی لپک کر اندر داخل ہوا ــــ اور اس نے اپنے طور پر زبردست عقل مندی کی کہ دربان کے اندر آنے سے پہلے کھڑکی بند کر کے اس کی کنڈی لگا دی۔ اور پھر وہ ریوالور نکالے فیاض کے پیچھے لپکا ــــ جو بڑے اکڑے ہوئے انداز میں لان کے اس حصے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ جہاں دس کے قریب غیر ملکی ایک میز کے گرد بیٹھے میز پر کوئی نقشہ بچھائے آپس میں بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی کی توجہ بھی فیاض یا انسپکٹر رانا کی طرف نہ تھی۔ وہ سب نقشے پر جھکے ہوئے تھے۔

"ہینڈز اپ ــــ خبردار ــــ اگر کسی نے حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ــــ فیاض نے قریب جا کر دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ سب یوں اچھلے کہ کرسیوں سے گرتے گرتے بچے ــــ ان کی نظروں میں فیاض اور انسپکٹر رانا

کو دیکھ کر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"اپنے ہاتھ اٹھاؤ الو کے پٹھے ـــــ کیا تم نے سپرنٹنڈنٹ صاحب کا حکم نہیں سنا"ـــــ انسپکٹر راتا نے انہیں گم سم دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم ـــــ اور یہ ریوالور اور ......" ـــــ ان میں سے ایک نے جو ادھیڑ عمر کا تھا حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں ہاتھ اٹھاؤ ـــــ ورنہ گولیوں سے سینے چھلنی کر دوں گا"ـــــ فیاض نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"مگر کیوں ـــــ آخر بات کیا ہے"ـــــ ایک نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا اور فیاض پر تو جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا۔

"تم حکم نہیں مانتے ـــ بحث کرتے ہو" ـــــ فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا ـــ اور ایک زور دار دھماکے کے ساتھ ساتھ اس نوجوان کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ اچھل کر زمین پر جا گرا ـــــ گولی اس کے بازو کو چھیلتی ہوئی نکل گئی تھی۔ یا تو فیاض نے جان بوجھ کر نشانہ ہی ایسے انداز کا لیا تھا اور پھر یا نشانہ غلط ہو گیا تھا۔ بہرحال اس کا یہ اثر ہوا کہ ان سب نے گھبرا کر اپنے ہاتھ اونچے کر لیئے ـــــ اور وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اب ان کے چہروں پر خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

"انسپکٹر ـــــ میں انہیں کور کئے ہوئے ہوں۔ تم باقی

عمارت کا جائزہ لو۔ اور کوئی ہو تو اُسے بھی پستول کی نال پر یہاں لے آؤ ــــــ اور سنو ــــــ اگر وہ کوئی غلط حرکت کرے تو بے شک گولی مار دینا۔ اور سنو ــــــ باقی سپاہیوں کو بھی اندر بلا لو" ــــــ فیاض نے چیختے ہوئے انسپکٹر رانا کو ہدایات دیں۔ اور انسپکٹر رانا تیزی سے ریوالور لہراتا ہوا عمارت کی طرف دوڑ پڑا۔

"آخر تم کون ہو ــــــ اور یہ کیا کر رہے ہو۔ شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے" ــــــ اسی ادھیڑ عمر نے بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو بڈھے ــــــ اب بولے تو منہ پر گولی مار دوں گا۔ غلط فہمی۔ میں بتاتا ہوں تمہیں تمہاری غلط فہمی" ــــــ فیاض بھلا ان کی بات کہاں سنتا تھا۔ اس نے غصے سے چیختے ہوئے جواب دیا۔ اور ادھیڑ عمر غیر ملکی ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو رہا ــــــ اس کے ساتھیوں نے بھی ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔

فیاض یوں چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔ جیسے اگر ان میں سے کسی نے ذرا سی بھی حرکت کی تو وہ گولی چلا دے گا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد انسپکٹر رانا دس سپاہیوں سمیت دوڑتا ہوا وہاں پہنچا ــــــ سپاہیوں نے اپنی مشین گنیں ان غیر ملکیوں کی طرف تان لیں۔ اور فیاض نے انہیں مشین گنوں کے گھیرے میں دیکھ کر مسکراتے ہوئے ریوالور واپس ہولسٹر میں ڈال لیا ــــــ وہ ریوالور اٹھائے اٹھائے واقعی تھک گیا تھا۔

" انسپکٹر رانا ـــــ پہلے احتیاط سے ان کی تلاشی لو ۔ اور خیال رکھنا یہ بین الاقوامی مجرم ہیں " ـــــ فیاض نے انسپکٹر رانا سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے آفیسر ـــــ ہم .... "

اسی ادھیڑ عمر نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی ۔

" شٹ اپ ـــــ اب اگر زبان کھولی تو میں زبان کاٹ دوں گا " ـــــ فیاض نے اسے ایک بار پھر بولتے دیکھ کر غصے سے چیختے ہوئے کہا ۔

انسپکٹر رانا نے بڑے پھرتیلے انداز میں ان کی باری باری تلاشی لینی شروع کر دی ـــــ لیکن کسی کے پاس بھی کسی قسم کا کوئی اسلحہ برآمد نہ ہوا ۔ حتیٰ کہ چاقو تک ان کی جیبوں میں موجود نہ تھا ۔

" جناب ـــــ یہ بالکل خالی ہیں " ـــــ انسپکٹر رانا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا ۔

" اوہ ـــــ بڑے دلیر مجرم ہیں ۔ بغیر اسلحے کے دندناتے پھر رہے ہیں ۔ انہیں ہتھکڑیاں لگاؤ " ـــــ فیاض نے کہا ۔ اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر زبردستی ان سب غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں ۔

" ہا ـــــ ہا ـــــ اب سر رحمان کو پتہ چلے گا کہ فیاض کیا چیز ہے اور اس نے کس طرح ڈیتھ سرکل کے مجرموں کو ایک گھنٹے کے اندر گرفتار کر لیا ہے " ـــــ فیاض نے بے اختیار

قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

"آفیسر ـــــ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے نتائج تمہارے اور تمہارے ملک کے لئے انتہائی بھیانک نکلیں گے۔ ہم اپنے ملک کے معزز شہری ہیں مجرم نہیں ـــــ اور ہم یہاں تمہارے ملک کی درخواست پر آئے ہیں "ـــــ ایک نوجوان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ابے ـــــ چپ کر وچڑیٔی مار کی اولاد ـــــ ہر مجرم یہی کہتا ہے اب گرفتار ہو گئے ہو تو معصوم بنتے ہو" ـــــ فیاض کی بجائے انسپکٹر رانا نے اس نوجوان کو بری طرح ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر ـــــ پوری عمارت کی تلاشی لو۔ یقیناً ان کے پاس خفیہ کاغذات اور اسلحہ ہوگا ـــــ جلدی کرو" ـــــ فیاض نے انسپکٹر رانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر باس" ـــــ انسپکٹر رانا نے جواب دیا اور پھر وہ چند سپاہیوں کو لے کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

"آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ تم کون ہو ـــــ اور ہمیں کس جرم میں تم نے گرفتار کیا ہے" ـــــ اسی ادھیڑ عمر آدمی نے ایک بار پھر بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ اب بتانے میں کوئی حرج نہیں میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ہوں۔ مجھے ابھی ابھی خفیہ اطلاع ملی ہے کہ ایپا ٹن کلب میں غیر ملکی مجرم جن کا تعلق بین الاقوامی

مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل سے ہے ۔ موجود ہیں ۔ چنانچہ میں نے یہاں چھاپہ مارا اور تمہیں گرفتار کر لیا ــــ اب تسلی ہو گئی "۔
سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا ۔
" الپائن کلب ــــ ڈیتھ سرکل ــــ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے ۔ نہ ہی یہ کوئی کلب ہے اور نہ ہی ہم مجرم ۔ ہم تو انجینئر ہیں اور حکومت کی خصوصی درخواست پر جام نگر ڈیم کی خرابیوں کو چیک کرنے کے لئے آئے ہیں "ــــ اسی ادھیڑ عمر غیر ملکی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا ۔
" ہاں ــــ ہاں ــــ تم انجینئر ہو ۔ اور ڈیم ٹھیک کرنے آئے ہو ۔ میں مجرموں کے سب حربے جانتا ہوں ــــ تم واقعی یہاں انجینئر بن کر آئے ہو گے ۔ اس میں کوئی شک نہیں ۔ مگر یہاں کی انٹیلی جنس احمقوں پر مشتمل نہیں ہے ــــ جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ۔ میں ابھی تمہیں ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا اور پھر جب تھرڈ ڈگری استعمال ہو گی تو تم خود ہی اپنی اصلیت تسلیم کر لو گے "ــــ فیاض نے بڑے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔
" مگر اس سے پہلے کہ وہ لوگ کوئی جواب دیتے اچانک کال بیل کی گھنٹی زور سے بج اٹھی ۔
" دیکھو ــــ باہر کون آیا ہے ۔ اگر ان کا کوئی ساتھی ہے تو اسے بھی گرفتار کر لو "ــــ فیاض نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ سپاہی مشین گن سنبھالے تیزی سے

مین گیٹ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

"ہمیں ہمارے سفارت خانے ٹیلی فون کرنے دو۔ تم نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر تمہاری حکومت کو بھی عبرت ناک سزا بھگتنی ہوگی" ـــــ اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے کہا۔

"بھگت لیں گے بھائی بھگت لیں گے ـــــ تم صبر تو کرو۔ ذرا ہیڈ کوارٹر تو چلو جب تمہارے منہ پر مرچوں کا تھوبڑا چڑھاؤں گا۔ تب ٹیلی فون بھی کرا دوں گا" ـــــ فیاض نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

مگر دوسرے لمحے وہ پھاٹک کے قریب سپاہی کی ایڑیاں بجنے کی آواز سن کر چونک پڑا ـــــ اور پھر اس نے جیسے ہی مڑ کر دیکھا۔ اس کے چودہ طبق روشن ہوتے چلے گئے۔ پھاٹک کھل چکا تھا اور رحمان کے ساتھ ساتھ سر سلطان تیزی سے ان کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔

عمران نے کار شاہی روڈ کی پیلی عمارت سے کافی پیچھے ایک طرف کر کے روک دی ـــــ پیلی عمارت کے ساتھ ہی اس نے انٹیلی جنس کی دو جیپیں کھڑی دیکھ لی تھیں۔ اور پھر جب وہ آگے بڑھا تو اس نے دس مسلح سپاہیوں کو عمارت کے گرد سے اکٹھا ہو کر اندر جاتے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی ـــــ اس کی شرارت کامیاب رہی تھی۔ اور فیاض اس کی توقع کے مطابق بھوکے بھیڑیئے کی طرح بغیر سوچے سمجھے جال میں آن پھنسا تھا۔

عمران تیز تیز چلتا ہوا عمارت کے سامنے سے گزر کر سائیڈ گلی میں آیا ـــــ اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر دیوار کے کنارے کی طرف اپنے جسم کو اچھالا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ دیوار پر جمتے چلے گئے۔ اور اس نے بازوؤں کے سہارے اپنے جسم کو اوپر کی طرف اٹھایا ـــــ جیسے ہی اس کا سر دیوار سے اونچا ہوا۔ وہ

اندر کی پوزیشن دیکھ کر چونک پڑا۔ سامنے ہی غیر ملکی ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے ۔۔۔۔ اور مسلح سپاہی انہیں مشین گنوں کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک انسپکٹر غیر ملکیوں کی تلاشی لے رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس نے غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑتی دیکھیں تو اس کا دماغ گھوم گیا ۔۔۔۔ وہ تیزی سے نیچے اترا اور پھر دوڑتا ہوا سڑک پر آیا۔ وہاں قریب ہی اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ دوڑتا ہوا ٹیلی فون بوتھ میں گھسا ۔۔۔۔ اور اس نے جیب سے سکے نکال کر خانے میں ڈالے اور پھر رسیور اٹھا کر تیزی سے سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ اُسے اب اپنی شرارت کی سنگینی کا احساس ہوا تھا ۔۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ فیاض جا کر ان سے پوچھ گچھ کرے گا۔ اور جب اُسے معلوم ہوگا کہ یہ لوگ مجرم نہیں بلکہ حکومت کے مہمان ہیں تو وہ شرمندہ ہو کر معافی مانگ کر واپس آجائے گا ۔۔۔۔ اور پھر وہ اس کا مذاق اڑائے گا۔ مگر فیاض نے تو اس کی توقع سے کہیں بڑھ کر حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ ان معزز مہمانوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ جانے کا مطلب تھا کہ معاملہ بے حد سنگین ہو گیا ہے ۔۔۔۔ اور اب حکومت پاکیشیا اور حکومت مغربی جرمنی کے درمیان ٹھن جائے گی۔ اور جس مقصد کے لئے انہیں بلوایا گیا تھا وہ مقصد ادھورا رہ جائے گا۔ ظاہر ہے اس طرح اس کے اپنے ملک کا نقصان تھا ۔۔۔۔ اور یہ نقصان وہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

حماقت ہو چکی تھی۔

"پی۔ اے ٹو سر سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر سلطان کے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو ــــ سر سلطان سے بات کراؤ جلدی"۔ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" ــــ دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"ہیلو ــــ سلطان بول رہا ہوں" ــــ دوسرے لمحے دوسری طرف سے سر سلطان کی سنجیدہ آواز ابھری۔

"ایکسٹو ــــ سر سلطان شاہی روڈ پر ایک پیلے رنگ کی عمارت ہے۔ جہاں مغربی جرمنی سے آئے ہوئے انجینئروں کا گروپ ٹھہرا ہوا ہے ــــ وہ گروپ جو جام نگر ڈیم کی خرابیاں دور کرنے کے لئے حکومت کی خصوصی درخواست پر آیا ہے۔" عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں پی۔ اے غیر قانونی طور پر بات چیت سن نہ رہا ہو۔

"مجھے معلوم ہے ــــ فرمایئے" ــــ سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ایک انسپکٹر اور دس سپاہیوں کے ساتھ ابھی وہاں پہنچا ہے ــــ اور اس نے

ان معزز مہمانوں کو ڈیتھ سرکل کے مجرم سمجھ کر باقاعدہ گرفتار کر لیا ہے ۔۔۔۔ اس نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال رکھی ہیں۔ آپ سر رحمان کو لے کر فوراً وہاں پہنچیں ورنہ حالات بے حد سنگین ہو سکتے ہیں ۔۔۔۔ جلدی ۔۔۔۔ فوراً ۔۔۔۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے "۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ ۔۔۔۔ یہ تو انتہائی سنگین واقعہ ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں "۔۔۔۔ سر سلطان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر فون بوتھ سے باہر نکل کر وہ دوبارہ اسی گلی میں داخل ہو گیا ۔۔۔۔ اس نے اندر کی سچویشن دیکھ لی تھی۔ اس لئے اب اس نے بقیہ تماشا دیکھنے کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کر لیا تھا ظاہر ہے وہ سر سلطان کے ساتھ اندر نہیں جا سکتا تھا ۔۔۔۔ کیوں کہ لازماً سر رحمان بھی ساتھ ہوں گے۔ گلی کے آخری سرے پر پہنچ کر وہ دائیں طرف مڑا ۔۔۔۔ یہاں ایک درخت کافی گھنا اور اونچا تھا۔ اس نے اس درخت پر مورچہ لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہاں سے وہ نہ صرف اندر ہونے والے تمام واقعات آسانی سے دیکھ بھی سکتا تھا ۔۔۔۔ بلکہ وہ لوگ اتنے قریب موجود تھے کہ وہ آسانی سے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ادھر ادھر کسی کو نہ پا کر وہ تیزی سے درخت پر چڑھتا چلا گیا ۔۔۔۔ چوں کہ جہاں تک درخت کا خالی تنا تھا اچھی اونچائی

کی دیوار تھی۔ اور جہاں دیوار کی اونچائی ختم ہوتی تھی۔ وہاں سے درخت کی شاخیں شروع ہو جاتی تھیں ـــــ اُسے چیک کرنے جانے کا بھی خطرہ نہ تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اور پھر ایک دو شاخہ پر اس نے قدم جما کر باقاعدہ نشست بنالی ـــــ اب وہ درخت کے گھنیرے پتوں اور شاخوں میں مکمل طور پر چھپا ہوا تھا۔ جب کہ وہ آسانی سے اندر کی سچویشن دیکھ سکتا تھا ـــــ غیرملکیوں کے پاس اس وقت پانچ سپاہی اور فیاض موجود تھا۔ باقی سب سپاہی اور انسپکٹر کہیں چلے گئے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ وہ لوگ عمارت کی تلاشی لینے میں مصروف ہوں گے تاکہ مجرموں کے خلاف ثبوت مہیا کیا جا سکے۔

فیاض کا چہرہ مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا ـــــ آنکھوں میں فتح و کامیابی کی چمک تھی۔

"ہاں ہاں ـــــ تم انجینئر ہو اور ڈیم ٹھیک کرنے آئے ہو۔ میں مجرموں کے سب حربے جانتا ہوں۔ تم واقعی یہاں انجینئرنگ کرآئے ہو گے ـــــ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر یہاں کی انٹیلی جنس احمقوں پر مشتمل نہیں ہے جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ میں تمہیں ابھی ہیڈکوارٹر لے جاؤں گا ـــــ اور پھر جب تھرڈ ڈگری استعمال ہو گی تو تم خود ہی اپنی اصلیت تسلیم کر لو گے۔" فیاض نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی اور عمران

سمجھ گیا کہ سر سلطان وغیرہ پہنچ گئے ہیں۔ گو سیکرٹریٹ یہاں سے کافی فاصلے پر تھا ـــــ لیکن پھر بھی سر سلطان نے معاملے کی سنگینی اور نزاکت کا احساس کرتے ہوئے عمران کی توقع سے کہیں جلد پہنچ گئے تھے۔

"دیکھو ـــــ باہر کون آیا ہے۔ اگر ان کا ساتھی ہے تو اُسے بھی گرفتار کر لو" ـــــ کال بیل کی آواز سنتے ہی فیاض نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور سپاہی مشین گن سنبھالے تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ہمیں ہمارے سفارت خانے ٹیلی فون کرنے دو۔ تم نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر تمہاری حکومت کو بھی عبرت ناک سزا بھگتنی ہو گی" ـــــ ادھیڑ عمر غیر ملکی نے انتہائی غصیلے لہجے میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بھگت لیں گے بھائی بھگت لیں گے ـــــ تم صبر تو کرو۔ ذرا ہیڈ کوارٹر تو چلو۔ جب تمہارے منہ پر مرچوں کا تھوبڑا چڑھاؤں گا۔ تب ٹیلی فون بھی کرا دوں گا" ـــــ فیاض نے ایک بار پھر مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

اُسی لمحے عمران نے پھاٹک کھلتے اور پھاٹک کھولنے والے سپاہی کو ایڑیاں بجا کر سیلوٹ کرتے دیکھا ـــــ پھاٹک کھلتے ہی سر سلطان اور سر رحمان تیزی سے فیاض کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے ـــــ سپاہی کی ایڑیاں بجنے کی آواز سنتے ہی فیاض نے بھی چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ اور پھر شاید سر سلطان

اور سر رحمان کو اچانک آتے دیکھ کر اس کی گردن اُسی طرح مڑی ہی رہ گئی۔ اور عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"جناب ــــ میں نے مجرم گرفتار کر لئے ہیں ــــ ڈیتھ سرکل کے مجرم جناب" ــــ فیاض نے ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اپنی کامیابی اور فتح کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

"تم احمق ــــ الو ــــ گدھے ــــ یہ تم نے کیا کر دیا یہ تو حکومت کے معزز مہمان ہیں ــــ بے وقوف گدھے"

سر رحمان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے ان کا چہرہ بگڑ گیا تھا اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"ج ــــ جناب ــــ یہ مجرم" ــــ فیاض جو کامیابی کے نشے میں چور تھا۔ سر رحمان کی گالیاں سنتے ہی بُری طرح ہکلانے لگا۔

"کھولو ہتھکڑیاں ــــ کھولو ــــ جلدی کھولو" ــــ سر رحمان نے چیخ کر سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا جو سر رحمان کو آتے دیکھ کر پہلے ہی اٹین شن ہو چکے تھے ــــ اور سپاہیوں نے بجلی کی سی تیزی سے غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہتھکڑیاں کھولنی شروع کر دیں۔

"معزز مہمانوں سے معافی مانگو ــــ جلدی کرو ــــ ورنہ گولی مار دوں گا" ــــ سر رحمان غصے کی شدت سے کانپ رہے تھے۔

"میں معافی چاہتا ہوں" ــــ فیاض نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں ان غیر ملکیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا اور آنکھیں جھکی ہوئی تھیں ــــ اس کا جی چاہ رہا

تھا کہ یہیں زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں زندہ دفن ہو جائے۔ نہ صرف ان غیر ملکیوں کے سامنے جن کے سامنے وہ اب تک اکڑا ہوا تھا ——— بلکہ انسپکٹر داتا اور سپاہیوں کے سامنے اس کی زبردست بے عزتی ہوئی تھی۔ لیکن سر رحمان کے سامنے اُسے دم مارنے کی بھی مجال نہ تھی ——— اور سر رحمان کی حالت بتا رہی تھی کہ نجانے کس طرح انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے۔ ورنہ وہ یقیناً فیاض کو گولی مار دینے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

"ہونہہ ——— معافی ——— اس طرح معافی کا کیا مطلب ہے۔ آپ لوگوں نے جو سلوک ہم سے کیا ہے۔ اس کے آپ کو پورے پورے نتائج بھگتنے ہوں گے" ——— ادھیڑ عمر غیر ملکی نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

"جاؤ ——— دفع ہو جاؤ ——— دور ہو جاؤ میری نظروں سے" سر رحمان نے غصے کی شدت سے زمین پر پیر مارتے ہوئے فیاض سے کہا اور فیاض ایک جھٹکے سے واپس مڑا اور پھر تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا ——— انسپکٹر داتا اور سپاہی بھی سر جھکائے اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے شکست خوردہ فوج اپنے مورچوں کو واپس جا رہی ہو۔

"سنیئے ——— میں سیکرٹری وزارت خارجہ سلطان ہوں اور یہ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان ہیں۔ یہ سب کچھ شدید غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے ——— اس لئے بہتر ہے کہ اس بات کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ میں ذاتی طور پر آپ لوگوں

سے معافی چاہتا ہوں "۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے پہلی بار زبان کھولی ان کا لہجہ بے حد باوقار تھا۔

" ہوں گے آپ سیکرٹری اور ڈائریکٹر جنرل ۔۔۔۔۔۔ لیکن یہ معاملہ ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ معاملہ تو اب شروع ہوگا "

ادھیڑ عمر غیر ملکی نے انتہائی تپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور پھر جیسے جیسے سر سلطان اور سر رحمان انہیں منانے کی کوشش کرتے وہ لوگ اتنے ہی زیادہ اکڑتے چلے جا رہے تھے۔ سر سلطان سے زیادہ سر رحمان کی حالت خراب تھی ۔۔۔۔۔۔ وہ تو اپنے چنگیزی خون کی وجہ سے اپنی انا میں کھڑے تھے۔ ورنہ ان کی حالت ایسی تھی کہ جیسے ابھی غیر ملکیوں کے پیر پکڑ لیں گے۔

" یہ لوگ تو ماش کے آٹے کی طرح اکڑتے ہی جا رہے ہیں۔ ان کا بھی علاج کرنا ہی پڑے گا "۔۔۔۔۔۔ عمران کو بھی ان کی اکڑ دیکھ کر اب غصہ آتا جا رہا تھا۔ یا پھر شاید اپنے باپ کو اس طرح معافیاں مانگتے دیکھ کر وہ مشتعل ہوتا جا رہا تھا۔

" آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔ ہم اپنے سفارت خانے سے بات کریں گے ۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہوگا "۔۔۔۔۔۔ ادھیڑ عمر غیر ملکی نے انتہائی کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔۔ آپ کر لیں بات "۔۔۔۔۔۔ سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر سر رحمان کا ہاتھ پکڑے وہ تیزی سے واپس مڑے اور پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

جب یہ لوگ پھاٹک سے باہر چلے گئے تو سارے غیر ملکی عمارت کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے اور لان خالی ہو گیا۔ تب عمران درخت سے نیچے اترا ۔۔۔۔۔ اور پھر گلی میں سے ہوتا ہوا وہ سڑک پہ آیا اور اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون بوتھ کا رخ کیا۔ سکے ڈال کر اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ٹائیگر سپیکنگ" ۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں" ۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر" ۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر ۔۔۔۔۔ فوراً شاہی روڈ پہ پہنچ جاؤ۔ یہاں ایک پیلے رنگ کی عمارت ہے جہاں چند غیر ملکی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تم نے ان کی نگرانی کرنی ہے ۔۔۔۔۔ اگر ہو سکے تو ان کا ٹیلی فون بھی ٹیپ کر لینا" عمران نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔ اور عمران نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پہ رکھا اور بوتھ سے باہر نکل کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔۔۔ اُسے اپنی شرارت مہنگی پڑی تھی۔ سر رحمان اور سر سلطان کو ان غیر ملکیوں کی منتیں کرتا دیکھ کر اُسے اپنے آپ پہ غصہ آ رہا تھا ۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ اس کی شرارت اور فیاض کی حماقت کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور اس وقت تو سوائے افسوس کرنے کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس نے ایک موہوم سی امید پہ ٹائیگر کو نگرانی کا حکم دے دیا تھا کہ

شاید کوئی ایسی بات کا پتہ چل جائے جس کو بنیاد بنا کر ان غیر ملکیوں کو سیدھا کیا جا سکے۔

یہی سوچتا ہوا وہ کار چلاتا رہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار ہوٹل شو برا کے سامنے سے گزری تو اس نے لاشعوری طور پر کار کو کمپاؤنڈ کی طرف موڑ دیا ـــــــ وہ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر ذہنی طور پر پرسکون ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر اتر کر مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہال تقریباً خالی پڑا ہوا تھا۔ اکا دکا میزیں آباد تھیں۔ عمران ڈھیلے ڈھیلے قدم اٹھاتا ایک میز کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــــ اور پھر جب اس نے بیٹھنے کے لئے کرسی گھسیٹی تو دوسرے لمحے چونک پڑا۔ کرسی گھسیٹنے کی وجہ سے اس کے پائے کے ساتھ پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی شیشی لڑھک کر سامنے آ گئی ـــــــ عمران نے جھک کر وہ شیشی اٹھائی اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اُسے دیکھنے لگا۔ سبز رنگ کی شیشی پر کوئی لیبل موجود نہ تھا۔ البتہ شیشی کی ساخت عجیب قسم کی تھی ـــــــ بوتل بظاہر شیشے کی لگتی تھی لیکن اُسے ہاتھ میں لینے کے بعد پتہ چلا کہ وہ کسی مخصوص قسم کے پلاسٹک سے تیار کی گئی ہے۔ ڈھکن پر ایک مونوگرام چھپا ہوا تھا ـــــــ ایک سرخ رنگ کے دائرے کے اندر موت کا مخصوص نشان یعنی ایک کھوپڑی اور دو ہڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور نیچے باریک حروف میں ایم۔ زیڈ لکھا ہوا تھا ـــــــ عمران غور سے اس ڈھکن کو دیکھتا رہا۔

"فرمایئے جناب "۔۔۔۔ اُسی لمحے ویٹر نے قریب آکر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"چائے لاؤ "۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر ویٹر کے جانے کے بعد اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور اُسے سونگھنے لگا۔۔۔۔ اندر سنہرے رنگ کے محلول کے چند قطرے پڑے ہوئے تھے۔ عمران نے چھوٹی انگلی بوتل کے منہ میں ڈالی اور پھر اُسے زبان پر لگا کر اس کا ذائقہ چکھنے لگا۔۔۔۔ وہ چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ڈھکن بند کر کے بوتل جیب میں ڈال لی۔ اُسی لمحے ویٹر نے چائے کے برتن میز پر لگانے شروع کر دیئے۔

"ابھی مجھ سے پہلے اس میز پر کون بیٹھا ہوا تھا"۔۔۔۔ عمران نے ویٹر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کیوں جناب۔۔۔۔ کیا بات ہے "۔۔۔۔ ویٹر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"دراصل سیٹ بے حد گرم ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہیں آپ نے کسی جن کو تو یہاں نہیں بٹھا دیا تھا۔۔۔۔ ظاہر ہے جن آگ سے بنے ہوتے ہیں "۔۔۔۔ عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ اور ویٹر بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے جناب۔۔۔۔ مگر یہاں جنوں کی بجائے جوانیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں ہی آگ ہوتے ہیں۔ اور

پھر نام بھی ملتے جلتے ہیں "۔۔۔۔۔ ویٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ تم تو شاعر ہو بھئی ۔۔۔۔۔ یہاں کہاں آن پھنسے بڑے باذوق آدمی لگتے ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے مسکرا کر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"بس جناب ۔۔۔۔۔ مقدر کی بات ہے ۔ ویسے آپ والی کرسی پر جو جوانی بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس کے متعلق تو میں جانتا ہوں ۔ شاید آپ کا مقصد حل ہو جائے ۔۔۔۔۔ وہ ہوٹل فردوس کے مینجر کی بیٹی شہلا تھی "۔۔۔۔۔ ویٹر نے میز کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ تم اُسے کیسے جانتے ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جناب ۔۔۔۔۔ میں کل تک ہوٹل فردوس میں ملازم تھا۔ آج ہی یہاں آیا ہوں ۔ اس لئے جانتا ہوں "۔۔۔۔۔ ویٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اچھا ۔۔۔۔۔ پھر تو بھئی تم گھر کے بھیدی ہوئے ۔ یہ محترمہ شہلا کا حدود اربعہ کیا ہے "۔۔۔۔۔ عمران نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر بڑی خاموشی سے ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ۔ اور ویٹر نے عقاب کی طرح نوٹ جھپٹا ۔۔۔۔۔ اور اُسے بجلی کی سی تیزی سے جیب میں منتقل کر دیا۔

"برطانیہ سے آئی ہیں ایک ہفتہ پہلے ۔۔۔۔۔ بے حد آزاد خیال۔ لفٹ ہی لفٹ ۔۔۔۔۔ مزے کریں ۔ ویٹر نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

اور پھر تیزی سے کاؤنٹر کی طرف مڑتا چلا گیا ۔۔۔ اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے چائے بنانی شروع کر دی۔
"ویٹر" ۔۔۔ اچانک عمران نے چیخ کر کہا ۔
"یس سر" ۔۔۔ ویٹر نے تیزی سے قریب آتے ہوئے کہا۔
"بھئی ۔۔۔ چینی تو لائے ہی نہیں یار کچھ پروفیسر قسم کی چیز لگتے ہو" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ ۔۔۔ سوری جناب ۔۔۔ دراصل یہاں چائے کبھی کبھار ہی کوئی منگواتا ہے ۔ اس لئے ایسا ہو جاتا ہے" ۔۔۔ ویٹر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا ۔ اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔
"میرے خیال میں مس شہلا نے بھی چائے ہی منگوائی ہوگی ۔ اور انہیں تو چینی کی ضرورت نہیں پڑتی ۔۔۔ اس لئے تم اس بار بھی چینی بھول گئے ہو" ۔۔۔ ویٹر جب چینی لے آیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ارے نہیں جناب ۔۔۔ انہوں نے تو شیری منگوائی تھی ۔ اور پھر صاحب کسی شیشی سے انہوں نے سارے گلاسوں میں چند قطرے ڈالے ۔۔۔ اور سب سہیلیاں پینے لگیں ۔ نجانے ان قطروں میں کیا تھا کہ ان کے چہرے کھل اٹھے تھے" ۔
ویٹر نے جواب دیا اور پھر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔
عمران نے سر ہلا دیا ۔ اب وہ ساری بات سمجھ گیا تھا ۔ شہلا نے اسی شیشی میں سے قطرے شیری میں ڈالے ہوں گے ۔

اور پھر شیشی واپس پرس میں ڈالنے لگی ہوگی۔ کہ شیشی نیچے گر پڑی۔ بہر حال اُسے اس کی خوشبو اور ذائقہ کچھ پراسرار سا لگا تھا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے لیبارٹری میں ٹیسٹ کرے گا ——— تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ پراسرار سا مشروب آخر ہے کیا چیز۔

چائے پینے کے بعد وہ اٹھا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار دانش منزل کی طرف اڑی چلی جارہی تھی ——— ظاہر ہے وہ فیصلہ کرنے کے بعد دیر کرنے کا عادی نہ تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی اچانک بج اٹھی۔ تو کرسی پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

"راجر اسمتھ سپیکنگ" ——— نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پروفیسر ڈنکن سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک منمناتی سی آواز سنائی دی۔

"اوہ ——— پروفیسر ڈنکن ——— فرمایئے" ——— راجر نے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ——— آپ نے مشن کا آغاز کر دیا ہے" پروفیسر نے کہا۔

"ہاں پروفیسر ——— مشن کا آغاز ہو گیا ہے۔ مس شہلا نے گرین کارڈ جاری کر دیئے ہیں ——— ڈونی ان کی نگرانی کر رہا

ہے۔ مارگریٹ کو مزید سپلائی کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔ ایک ہفتے بعد ریڈ کارڈ الیشو کر دیئے جائیں گے ــــــ اور پھر کام تیز رفتاری سے شروع ہو جائے گا:" ــــــ راجر نے نرم لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے ــــــ مگر انٹیلی جنس کو تمہارے مشن کا کیسے پتہ چل گیا" ــــــ پروفیسر ڈنکن نے کہا۔ اور راجر یہ بات سنتے ہی بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ــــــ ایسا کیسے ہو سکتا ہے:"

راجر نے جواب دیا۔

"کیسے ہو سکتا ہے ــــــ کیا مطلب ــــــ ہو گیا ہے۔ انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ہماری رہائش گاہ پہ چھاپہ مارا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں انجینئروں کی ٹیم کے ساتھ حکومت کی دعوت پہ یہاں آیا ہوا ہوں ــــــ اس نے وہاں علی الاعلان کہا۔ کہ وہ ڈیتھ سرکل کے سلسلہ میں چھاپہ مار رہا ہے" ــــــ پروفیسر نے جواب دیا۔

"مگر ہم نے تو ابھی ابتدا کی ہے۔ اور آپ کا تو ہماری تنظیم کے ساتھ کوئی براہِ راست تعلق بھی نہیں ــــــ پھر وہ وہاں کیسے پہنچ گیا" ــــــ راجر نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ تو درست ہے کہ میری صرف تمہارے ساتھ دوستی ہے۔ اور اس لئے مجھے تمہاری یہاں آمد کے بارے میں علم ہے۔ لیکن

اس سپرنٹنڈنٹ کو بہرحال کچھ معلوم ہوا تو اُس نے چھاپہ مارا۔ گو یہ چھاپہ ناکام رہا ـــــ لیکن پھر بھی میں نے ضروری سمجھا کہ تمہیں اطلاع کر دوں تاکہ تم محتاط ہو جاؤ ؟ ـــــ پروفیسر نے کہا۔

" مجھے حیرت ہے ـــــ کہ ہمارے مشن کی اور گروپ کی اطلاع انٹیلی جنس تک کیسے پہنچ گئی۔ ویسے اب ہمیں مزید محتاط رہنا ہو گا ؟ ـــــ راجر نے جواب دیا۔

" میرا مشورہ تو یہی ہے کہ تم اپنے چیف باس سے بات کر لو۔ اور فی الحال اپنی سرگرمیاں روک لو ـــــ آگے تم خود سمجھدار ہو۔ اچھا بائی بائی ؟ ـــــ پروفیسر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

راجر نے پریشان سے انداز میں رسیور رکھ دیا ـــــ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ انٹیلی جنس بیورو کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع کیسے مل گئی ؟ ـــــ اور اس نے پروفیسر ڈکسن اور اس کے ساتھیوں پر کیوں چڑھائی کر دی۔

پروفیسر کا مشورہ درست تھا۔ ابھی ابتدائی سٹیج تھی۔ سب سے پہلے انٹیلی جنس سے نپٹنا پڑے گا ـــــ ورنہ ایم زیڈ پکڑا گیا تو پھر پوری دنیا میں شور مچ سکتا ہے۔

اب یہی صرف مسئلہ تھا ان چار لڑکیوں کا ـــــ جنہیں گرین کارڈ جاری کئے جا چکے تھے۔ اب اس کی ایک ہی صورت تھی کہ ان چاروں لڑکیوں کو فوری طور پر قتل کرا دیا جائے تب ہی معاملہ رک سکتا تھا ـــــ وہ کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا کہ ایسے معاملہ

میں فوری طور پر کیا ایکشن لیا جائے۔ اور آخر اس نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ فوری طور پر کام روک کر پہلے اس سپرنٹنڈنٹ سے پتہ کیا جائے کہ اُسے ڈیتھ سرکل کے بارے میں کیسے اطلاع ملی ـــــ اور پھر اگر ضرورت ہو تو وہ فائل غائب کر کے اور سپرنٹنڈنٹ کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی مشن کا آغاز کیا جائے ـــــ فیاض کی چھان بین کے لئے اس نے شہلا سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ شہلا کی رپورٹ کے بعد ہی مشن کے دوبارہ آغاز کا فیصلہ ہو سکتا تھا ـــــ کیوں کہ وہ ایم زیڈ کو ہر قیمت پر خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔

کافی دیر تک اس طرح سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کن انداز میں کندھے اچکائے ـــــ اور پھر رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ڈونی سپیکنگ" ـــــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ڈونی کی آواز ابھری۔

"باس بول رہا ہوں" ـــــ راجر نے سخت لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

"یس باس" ـــــ ڈونی کا لہجہ یک دم مؤدبانہ ہو گیا۔

"گرین کارڈز کی کیا پوزیشن ہے" ـــــ راجر نے پوچھا۔

"ان کی مکمل نگرانی ہو رہی ہے۔ ایم۔ زیڈ نے ان پر بے پناہ اثر دکھایا ہے ـــــ وہ پاگلوں کی طرح مرد ڈھونڈھتی پھر رہی ہیں۔ اب تو ان کی حالت پہ ان کے والدین بھی چونک پڑے ہیں۔ لیکن چوں کہ لڑکیاں آزاد خیال اور ماڈرن ہیں ـــــ اس

لئے وہ انہیں روک نہیں سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے انہیں ڈوز زیادہ دے دی گئی ہے ۔۔۔ اگر یہی حال رہا تو وہ سڑکوں پر کپڑے اتار کر بھاگی پھریں گی "۔۔۔۔ ٹونی نے جواب دیا۔

"ڈوز زیادہ نہیں ۔۔۔ دراصل انہوں نے اسے پہلی بار استعمال کیا ہے۔ اس لئے ان کا یہ حشر ہو رہا ہے۔ اور یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے کہ ان پر زیادہ سے زیادہ اثر ہو۔ تاکہ وہ ریڈ کارڈز کے لئے ہماری طلب پوری کرنے پر ہر قیمت پر تیار ہو جائیں "۔۔۔۔ راجر نے جواب دیا۔

"یس باس "۔۔۔۔ ٹونی نے جواب دیا۔

"لیکن اب ایک اور حکم سن لو ۔۔۔۔ مشن کو فوری طور پر ڈکنا ہے۔ کیونکہ یہاں کی انٹیلی جنس ہمارے راستے پر چل نکلی ہے "۔ راجر نے کہا۔

" انٹیلی جنس چل نکلی ہے ۔۔۔۔ وہ کیسے ۔۔۔ انٹیلی جنس کو کیا معلوم ۔۔۔۔ ہم نے تو کوئی ایسا اقدام ابھی تک کیا ہی نہیں۔ جس سے کوئی مشکوک ہو سکے "۔۔۔۔ ٹونی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس بات پر تو مجھے بھی حیرت ہے ۔۔۔۔ بہرحال اطلاع غلط نہیں ہو سکتی اس لئے مشن کو فی الحال تاحکم ثانی روک دیا گیا ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ ان چاروں لڑکیوں کو ہلاک کر ڈالو تاکہ معاملہ آگے نہ بڑھ سکے ۔۔۔۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر نئے سرے سے شکار ڈھونڈھ لئے جائیں گے "۔۔۔۔ راجر

نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ـــــ جیسا آپ حکم کریں" ـــــ ٹونی نے جواب دیا۔

"سنو ـــــ کوشش کرنا کہ کوئی حادثہ ظاہر کیا جا سکے ۔ تاکہ پولیس مشکوک نہ ہو" ـــــ راجہ نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں جناب ـــــ ایسا ہی ہو گا" ـــــ ٹونی نے دوسری طرف سے بااعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے ـــــ مجھے کام مکمل ہونے کی رپورٹ دے دینا" راجہ نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری طرف سے جواب کا انتظار کئے بغیر کریڈل کو ایک بار پھر دبا دیا۔ اور دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"شہلا سپیکنگ" ـــــ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے شہلا کی آواز سنائی دی۔

"راجہ سپیکنگ" ـــــ راجہ نے کہا۔ اس بار وہ اپنے اصلی لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"اوہ ـــــ راجہ تم" ـــــ شہلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اُسے شاید راجہ کی اس اچانک کال پر حیرت ہوئی تھی۔

"شہلا ـــــ ہمارا مشن انٹیلی جنس کی نظروں میں آ گیا ہے۔ اس لئے باس نے مشن روک دینے کا حکم دے دیا ہے" راجہ نے کہا۔

"اوہ ـــــ مگر کیسے" ـــــ شہلا کی حیرت بھری آواز سنائی

دی۔
"اس کا پتہ تم نے کرنا ہے ۔۔۔۔ انٹیلی جنس بیورو کا کوئی سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے۔ وہ ڈیتھ سرکل کے خلاف کام کر رہا ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو ۔۔۔۔ اور یہ معلوم کرو کہ اس کے پاس کیا اطلاعات ہیں اور کن ذرائع سے یہ اطلاعات اس تک پہنچی ہیں"۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

"بہتر ۔۔۔۔ میں اُسے ڈیل کر لوں گی۔ تم بے فکر رہو"۔ شہلا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ جلد از جلد یہ کام مکمل ہونا چاہیئے۔ تاکہ دوبارہ مشن کے آغاز کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ باقی تمام سرگرمیاں فی الحال معطل سمجھو"۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ لیکن باس نے ان لڑکیوں کے بارے میں کیا حکم دیا ہے جنہیں گرین کارڈ سپلائی کر دیئے گئے ہیں"۔ شہلا نے پوچھا۔

"باس نے ٹونی کو حکم دے دیا ہے کہ انہیں فوری طور پر ہلاک کر دیا جائے ۔۔۔۔ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا"۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔ بہرحال ٹھیک ہے ۔۔۔۔ باس بہتر سمجھتا ہے"۔۔۔۔ شہلا نے جواب دیا۔ اُسے شاید ان چاروں لڑکیوں کی ہلاکت کے بارے میں سن کر افسوس ہو رہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے تنظیم کے اصولوں کے تحت وہ مجبور تھی۔

" شہلا ـــــ اب تم نے فوری کام کرنا ہے ۔ اپنا مشن مکمل کر کے مجھے رپورٹ دو ـــــ تاکہ میں باس کو رپورٹ دے سکوں " راجن نے کہا ۔

" ٹھیک ہے ـــــ وہیں ٹرنکورا ہوٹل میں ہی رپورٹ دینی ہے نا " ـــــ شہلا نے جواب دیا ۔

" ہاں وہیں ـــــ لیکن پوری احتیاط سے کام کرنا ۔ او ۔ کے ۔ بائی بائی " ـــــ راجن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر ڈال دیا ۔

فیاض کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ سر رحمان نے اُسے دفتر
میں واپس آکر اس بُری طرح لتاڑا تھا کہ اس کا جی چاہ رہا تھا
کہ وہ خودکشی کر لے ـــــ آج تک وہ سر رحمان کے ہاتھوں
اس حد تک ذلیل نہ ہوا تھا۔ لیکن غلطی اس کی تھی کہ وہ جوش میں
آکر بغیر تحقیق کئے ان غیر ملکی انجینئروں پر جھپٹ پڑا ـــــ دفتر
سے آکر اس نے پروفیسر گھوش کو [illegible] کوشش
کی ـــــ لیکن کسی بھی یونیورسٹی میں اس [illegible] پروفیسر موجود
ہوتا تو اس کا پتہ چلتا۔ اب وہ [illegible] بے وقوف بنایا
گیا ہے ـــــ لیکن ایسا کس نے کیا ہوگا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں
نہ آرہی تھی۔ ظاہر ہے کسی دوسرے کو [illegible] کے بارے میں
کیا علم ہو سکتا ہے ـــــ لے دے کے بس ایک ہی آدمی ایسا
تھا جس پر شک ہو سکتا تھا۔ اور وہ تھا علی عمران ـــــ یعنی عمران

سے اصل بات اگلوانا شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے کے برابر تھا۔ لیکن سر رحمان نے جس طرح اُسے ذلیل کیا تھا۔ لتاڑا تھا۔ گالیاں دی تھیں ——— وہ اس کی برداشت سے باہر تھیں۔ چنانچہ ان کے کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ عمران سے اصل بات ہر قیمت پر اگلوائے گا ——— اور اگر عمران نے یہ حرکت کی ہے تو پھر وہ اُسے گولی مار دے گا۔ چاہے بعد میں اُسے پھانسی کے تختے پر ہی کیوں نہ چڑھنا پڑے ——— اس کا ذہن بُری طرح سلگ رہا تھا۔ چنانچہ اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے کیپ اٹھا کر سر پر رکھی اور پھر جیپ لے کر وہ عمران کے فلیٹ کی طرف چل پڑا ——— اس کا چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے بگڑا ہوا تھا۔ آنکھوں میں وحشت تھی۔ اور وہ اب اپنا غصہ کسی پہ بہر حال نکالنا چاہتا تھا ——— تھوڑی دیر بعد اس نے جیپ عمران کے فلیٹ کے سامنے روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ ایک چھلانگ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ حسب توقع بند تھا ——— فیاض نے کال بیل پہ انگوٹھا رکھا اور پھر اسے مسلسل دبائے رکھا گیا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور دروازے میں سلیمان کی بگڑی ہوئی شکل دکھائی دی۔

"کیا وردی پہن کر آدمی اخلاق بھی بھول جاتا ہے ——— فرمائیے؟" سلیمان نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر فیاض اُسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"کہاں ہے وہ عمران کا بچہ ۔۔۔ کہاں ہے وہ ۔۔۔ جلدی بتاؤ"
فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔
"عمران کا بچہ ۔۔۔ جناب اخلاق کے ساتھ ساتھ عقل بھی ۔۔
۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔ سلیمان نے طنزیہ لہجے میں کہا مگر دوسرے
لمحے وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا ۔۔۔ ورنہ فیاض کا زوردار
تھپڑ اس کے چہرے پر پڑتا۔
"بکواس کرتے ہو ۔۔۔ خانساماں کی اولاد ۔۔۔ میں تمہیں
گولی مار دوں گا ۔۔۔ فیاض نے تھپڑ خالی دیکھ کر حلق کے بل
چیختے ہوئے ریوالور نکال لیا۔
"آپ خانساماں کی اولاد کو فوراً گولی مار دیں ۔ میرے باپ
کا نام خانساماں نہیں نواب آصف رضاخان تھا ۔۔۔ سلیمان
نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔
"شٹ اپ ۔۔۔ میں نے بہت دیکھے ہیں تمہارے جیسے
نواب ادھر خان ۔۔۔ بتاؤ عمران کہاں ہے "۔۔۔ فیاض نے
اور زیادہ تپے ہوئے لہجے میں کہا۔
"میری جیب میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔۔۔ نکال لیجئے"
سلیمان بھی ظاہر ہے عمران کا باورچی تھا ۔ وہ فیاض کے رعب میں
کہاں آتا تھا۔
"پھر وہی بکواس کئے ۔۔۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا"
فیاض کا غصہ اپنی آخری حد پر پہنچ گیا اور اس نے فائر کرنے کے
لئے ٹریگر پر انگلی کو حرکت دی ۔۔۔ مگر اس کی حسرت دل میں

رہ گئی۔ سلیمان کی لات بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔ اور فیاض کے ہاتھوں سے ریوالور نکل کر دور جا گرا ــــ اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض سنبھلتا سلیمان نے انتہائی پھرتی سے اپنے نیفے سے ریوالور نکال لیا ــــ چونکہ اکثر مجرم فلیٹ میں آدھمکتے تھے۔ اس لئے اب سلیمان نے بھی باقاعدہ ریوالور رکھنا شروع کر دیا تھا۔

"اب بولئے ــــ ماردوں گولی ــــ اور چڑھا دوں چولہے پر" ــــ سلیمان نے انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا اور فیاض غصے کی شدت سے کھڑا ہونٹ کاٹ کر رہ گیا ــــ ظاہر ہے۔ صورت حال بدل گئی تھی۔ اور غصے کی شدت کے باوجود وہ جانتا تھا کہ سلیمان گولی مارنے سے دریغ بھی نہ کرے گا۔

"تم ــــ تم ــــ میں تمہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دوں گا۔ تم نے سرکاری کام میں رکاوٹ ڈالی ہے ــــ جانتے ہو اس جرم کی کیا سزا ہے" ــــ فیاض سے اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو وہ اس لائن پہ آگیا۔

"سزا جزا کسی مولوی سے پوچھئے ــــ اور جرم کی بات کسی وکیل سے کیجئے ــــ مجھے ایسی بات کرنے کی ضرورت نہیں میں تو اتنا جانتا ہوں کہ آپ کا گوشت گلانے کے لئے مجھے کتنی ہنڈیاں جلانی پڑیں گی" ــــ سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے ارے ــــ یہ کیا ہو رہا ہے ــــ ارے غضب خدا کا ــــ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ اور ایک باورچی کے سامنے

بھیگی بلی بنا کھڑا ہے ۔ حد ہوگئی بھئی "۔۔۔۔ اچانک دروازے سے عمران کی آواز سنائی دی اور فیاض تیزی سے دروازے کی طرف گھوم گیا ۔

"دیکھو عمران ۔۔۔ یہ تمہارا باورچی نہ ہوتا تو میں اس کی بوٹیاں اڑا دیتا "۔۔۔ فیاض نے عمران کو دیکھتے ہی غصیلے لہجے میں کہا ۔

"اچھا اچھا ۔۔۔ مجھے معلوم ہے ۔ بھئی تمہاری بڑی مہربانی ۔ کہ تم نے میرے باورچی پر رحم کھایا ہے "۔۔۔ عمران نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا ۔

"سنبھالئے صاحب ان کو ۔۔۔ اور سنئیے ۔۔۔ مجھ سے چائے کے لئے نہ کہیئے ۔۔۔ میں ایسے احمقوں کو چائے پلانا اپنی توہین سمجھتا ہوں "۔۔۔ سلیمان نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا ۔ اور پھر وہ تیزی سے گھوم کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔

"آخر بات کیا ہوئی سوپر فیاض پیارے "۔۔۔ عمران نے آگے بڑھ کر بڑے پیار بھرے انداز میں فیاض کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ۔

"بات کیا ہونی ہے ۔۔۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ تم اس طرح مجھے ذلیل کراؤ گے ۔ دوستی کا یہ مطلب نہیں ہوتا "

فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا ۔

اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک طرف پڑا ہوا اپنا ریوالور اٹھایا اور دروازے کی طرف مڑ گیا ۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بیوی روٹھ کر اپنے میکے جا رہی ہو اور اس کا دل چاہ رہا ہو کہ

اس کا شوہر اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر منتیں کر کے اُسے جانے سے روک دے۔

"ارے ارے سوپر فیاض ۔۔۔۔۔ ارے کہاں جا رہے ہو۔ آؤ بیٹھو یار ۔۔۔۔ تم تو میرے جان وجگر ہو۔ میرے فلیٹ سے ناراض ہو کر نہیں جا سکتے "۔۔۔۔ عمران نے مسکرا کر بڑے پیار بھرے انداز میں اُسے روکتے ہوئے کہا اور فیاض اس کے ایک ہی فقرے پر رک گیا۔ پھر وہ مڑا اور دروازے کے قریب پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا ۔۔۔۔ اس کی شکل رونے والی ہو رہی تھی۔ وہ آیا تو سخت غصے میں تھا۔ لیکن انسانی ذہن ہے۔ اب اس پر ڈپریشن کا زبردست دورہ پڑا تھا ۔۔۔۔ اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دے گا۔

"سلیمان ۔۔۔۔ سلیمان "۔۔۔۔ عمران نے اچانک چیخ کر سلیمان کو آواز دی۔

"کیا بات ہے "۔۔۔۔ سلیمان نے دروازے میں نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

"سلیمان ۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہے کہ فیاض میرا سب سے پیارا دوست ہے۔ پھر تم نے اس سے زیادتی کیوں کی۔ معافی مانگو اس سے "۔۔۔۔ عمران نے لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سلیمان کو آنکھ مار دی۔

سلیمان نے بھی ایک نظر فیاض کے چہرے پر ڈالی۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"میں معافی چاہتا ہوں فیاض صاحب ـــــ مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے اطمینان سے آپ کی گولی کھا کر مرجانا چاہیئے تھا۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ پولیس والوں کے ہاتھوں مرنے والے سیدھے جنت میں جاتے ہیں" ـــــ سلیمان نے سادہ سے لہجے میں کہا اور پھر مسکراتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"آخر ہوا کیا ہے یار ـــــ فیاض تم تو بڑے بہادر آدمی ہو۔ پھر یہ کیا عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے ہو"
عمران نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بڑے پیار بھرے لہجے میں اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"عمران ـــــ مجھے سچ سچ بتادو ـــــ پروفیسر گھوش بن کر تم نے مجھے فون کیا تھا" ـــــ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"پروفیسر گھوش ـــــ ارے غضب خدا کا ـــــ اب تم مجھے پنچے پڑھانے کے چکر میں ڈالنا چاہتے ہو۔ بھائی نہ میں پروفیسر اور نہ میں نے تمہیں فون کیا ـــــ اور پھر مجھے کیا ضرورت تھی پروفیسر بننے کی ـــــ جب کہ میں ویسے بھی تم سے رقم ادھار مانگ سکتا ہوں" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"دیکھو عمران ـــــ اب معاملہ میری برداشت سے باہر ہوگیا ہے۔ میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ میں نوکری چھوڑ دوں گا۔ مجھ سے مزید بے عزتی برداشت نہیں ہوتی۔ سر رحمان مجھے اس طرح ذلیل کرتے ہیں ـــــ جیسے میں سپرنٹنڈنٹ نہ ہوں۔

کوئی چپڑاسی ہوں" ۔۔۔۔۔ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

" اس میں کیا شک ہے " ۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

" کیا کہا " ۔۔۔۔۔ فیاض نے یک دم چیختے ہوئے کہا۔

" یہی کہ نوکری چھوڑ دینی چاہئے ۔۔۔۔۔ دیکھو مجھے ۔۔۔۔۔ در در بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی ٹھاٹھ سے گھر بیٹھا روٹیاں توڑتا رہتا " ۔۔۔۔۔ عمران نے پچکارتے ہوئے کہا۔

" میں کیوں چھوڑوں نوکری ۔۔۔۔۔ میں خودکشی کر لوں گا " فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

" یہ اس سے بھی اچھا فیصلہ ہے ۔۔۔۔۔ مگر مرنے سے پہلے یہ فلیٹ میرے نام لکھتے جانا " ۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض جواب دیتا سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا ۔۔۔۔۔ ٹرالی پر چائے کے ساتھ ساتھ کئی قسم کے بسکٹ بھی موجود تھے۔

" واہ واہ ۔۔۔۔۔ خاطریں ہو رہی ہیں ۔۔۔۔۔ یار فیاض ۔۔۔۔۔ تم بڑے خوش قسمت ہو کہ سلیمان تمہارے لئے چائے کے ساتھ ساتھ بسکٹ بھی لے آیا ہے ۔۔۔۔۔ ورنہ میں تو لاکھ پیٹتا رہ جاؤں۔ چائے بھی نصیب نہیں ہوتی بسکٹ تو ایک طرف رہے " عمران نے کہا۔

اور فیاض بھلا کیا جواب دیتا وہ مسکرا کر خاموش ہو رہا۔۔۔ اب اس کا چہرہ آہستہ آہستہ نارمل ہوتا جا رہا تھا۔ چہرے پر

چھایا ہوا ڈپریشن اب دور ہوتا جا رہا تھا۔

"یہ پروفیسر گھوش کا قصہ کیا ہے ـــــ کچھ مجھے تو بتاؤ جس نے تمہیں نوکری چھوڑنے اور خودکشی کرنے تک مجبور کر دیا ہے" ـــــ عمران نے چائے کی پیالی اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی تفصیل سے بتا دی ـــــ اور یہ بھی بتا دیا کہ سر رحمان نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ عمران سے مدد نہیں لینی۔

"تم ڈیڈی کو بتانا ہی نہیں ـــــ بس چپکے سے مجھے ایک بڑا سا چیک کاٹ کر دے دینا ـــــ کیا ضرورت ہے بتانے کی" عمران نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو رقم کی پڑی رہتی ہے۔ چلو اس طرح کرو کہ مجھے ڈیتھ سرکل کے مجرم پکڑوا دو میں تمہیں رقم دے دوں گا۔ مگر سنو ـــــ ایڈوانس ایک پیسہ بھی نہیں" ـــــ فیاض باقاعدہ سودے بازی پر اتر آیا۔

"دیکھو فیاض ـــــ بھوکے پیٹ تو عبادت بھی نہیں ہوتی۔ مجرم کہاں سے پکڑے جا سکتے ہیں ـــــ ادھر سلیمان نے سولہ سال کی تنخواہ کا نوٹس دے دیا ہے۔ اب تو ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ تمہاری طرف سے استعفیٰ دینے کے بعد میں تمہاری جگہ نوکری کر لوں ـــــ کم از کم تنخواہ تو ہر مہینے مل جایا کرے گی" ـــــ عمران نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"بدتمیز ـــــ تو یہ ارادے ہیں۔ اس لئے میں نے تمہیں بتایا

ہے تم دوست نہیں دشمن ہو ـــــ میں سمجھ گیا" ـــــ فیاض ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو پھر کچھ ایڈوانس دے دو۔ یقین کرو میں بے ایمان نہیں ہوں تمہاری طرح" ـــــ عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ـــــ میں بے ایمان ہوں" ـــــ فیاض کو سچ مچ غصہ آ گیا۔

"ارے ارے ـــــ میں تمہیں تھوڑی کہہ رہا ہوں ـــــ یار ایک تو تم بڑی جلدی ناراض ہو جاتے ہو۔ میں تو اپنا کھڑا رو رہا ہوں" ـــــ عمران نے کہا۔

"اچھا ـــــ تم وعدہ کرتے ہو کہ میری اس کیس میں امداد کرو گے اور کسی کو بتاؤ گے بھی نہیں" ـــــ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"پکا وعدہ ـــــ اگر کہو تو قسم کھا لوں ـــــ تمہارے سر کی قسم" ـــــ عمران نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

اور فیاض نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر عمران کی گود میں ڈال دی۔

"سلیمان ـــــ ارے بھائی سلیمان ـــــ جلدی آؤ" عمران نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے صاحب ـــــ کیا کوئی خزانہ مل گیا ہے" سلیمان نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے

عمران کے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ لو سلیمان ـــــ یہ پہلی قسط ہے۔ تم اسی طرح چائے پلواتے رہے تو ایسی سینکڑوں گڈیاں مل سکتی ہیں" ـــــ عمران نے گڈی سلیمان کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان نے بڑی پھرتی سے گڈی کو کیچ کر لیا۔

"اور چائے لے آؤں جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب" سلیمان نے اس بار بڑے مؤدبانہ انداز میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ارے ارے ـــــ ایک چائے میں ایک گڈی ـــــ دوسری چائے حرام ہو جائے گی" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں سلیمان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان تیزی سے واپس مڑ گیا۔ جیسے دوسری چائے کی آفر کر کے اس نے بڑی غلطی کی ہو۔

"اچھا تو پیارے فیاض ـــــ اب تم بے فکر ہو کر اپنے دفتر میں جا بیٹھو۔ بلکہ کوئی نئی لڑکی پھنساؤ اور مزے کرو۔ ڈیتھ سرکل تمہارے قریب سے بھی گزر جائے تو میرا نام بدل دینا۔ ارے ہاں فیاض ـــــ یار وہ لونڈیا تو بڑی زوردار تھی۔ کچھ کیا تم ـــــ" عمران نے راز دارانہ لہجے میں کہا۔

"کون سی لونڈیا" ـــــ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ لونڈیا کا ذکر سنتے ہی اس کا چہرہ چمک اٹھا تھا۔

"ارے وہی ـــــ جو اس روز ہوٹل فردوس کے منیجر کے

کمرے میں بیٹھی تھی "۔۔۔۔ عمران نے آنکھ کا کونا دباتے ہوئے کہا۔
"وہ ۔۔۔۔ ارے ہاں ۔۔۔۔ وہ تو میں بھول ہی گیا۔ تم نے خواہ مخواہ وہاں لات اڑا دی۔ مگر وہ تھی کون ۔۔۔۔ واقعی زوردار تھی "۔۔۔۔ فیاض نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ اس کا تمام ڈپریشن ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ ڈیتھ سرکل اور بے عزتی سب کچھ بھول گیا تھا۔

"وہ اُسی منیجر کی بیٹی تھی ۔۔۔۔ شہلا ۔ انگلینڈ سے ابھی ابھی آئی ہے۔ بڑی ہی آزاد خیال اور جرأت مند ۔۔۔۔ ویسے ایک بات ہے۔ تمہارا جوڑ ہے۔ پھنس بھی جلدی جائے گی"۔
عمران نے خالص بوفروں کے سے انداز میں کہا۔
"مم ۔۔۔۔ مگر تمہارے ڈیڈی نے جو یہ پھندا ڈال رکھا ہے۔ یار اپنے ڈیڈی کو سمجھاؤ ۔۔۔۔ خواہ مخواہ کی مصیبت گلے میں ڈال لیتے ہیں۔ بھلا کیا ضرورت تھی اس کیس کو لینے کی ۔۔۔۔ پہلے آپ سیکرٹ سروس بھگتتی پھرتی "۔۔۔۔ فیاض نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔
"بالکل سمجھاؤں گا ۔۔۔۔ وہ میری ہی تو بات سنتے ہیں بیچارے فرمانبردار اور تابعدار قسم کے ڈیڈی جو ہوئے "۔۔۔۔ عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اور فیاض اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔
"ارے ہاں ۔۔۔۔ میں نے تمہیں ایڈوانس رقم دی ہے۔ اب یہ کیس تم خود ہی بھگتو سب مجھے تو صرف مجرم چاہئیں مجرم"۔

فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی مل جائیں گے۔ تم گھبراؤ نہیں ۔۔۔ مگر جتنی رقم تم نے دی ہے اس سے تو ہتھکڑیاں بھی نہیں خریدی جا سکتیں"۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یار ۔۔۔ تم رقم کی فکر نہ کرو ۔۔۔ بس تم ان مجرموں کو پکڑ دو کسی طرح ۔۔۔ تاکہ میری جان اس عذاب سے چھوٹے"۔ فیاض نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"پھر وعدہ ۔۔۔ جو مانگوں گا دو گے"۔ ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں ہاں ۔۔۔ بالکل پکا وعدہ"۔ ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے ۔۔ جاؤ عیش کرو ۔۔۔ شہلا کو پھنساؤ اور مزے کرو ۔۔۔ سمجھو مجرم پکڑے گئے"۔ ۔۔۔ عمران نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ ۔۔۔ میں ذرا فردوس ہوٹل چکر لگاتا ہوں۔ شاید وہ وہیں مل ہی جائے"۔ ۔۔۔ فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اللہ تمہارے نیک ارادے پورے کرے آمین ثم آمین"۔ عمران نے بڑے پرخلوص لہجے میں دعا دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض مسکراتا ہوا دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا ۔۔۔ جب اس کے قدموں کی آواز غائب ہو گئی تو عمران اٹھ کر تیزی سے اپنے مخصوص کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔ جہاں وہ فون موجود تھا

جس سے وہ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو کال کرتا تھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"جولیا سپیکنگ" ــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس سر" ــــ جولیا کا لہجہ یک دم مودبانہ ہو گیا۔

"فردوس ہوٹل کے مینیجر کی لڑکی شہلا ہے۔ اس سے دوستی کرو ــــ اور اس کی نگرانی کرو۔ کوئی مشکوک بات محسوس ہو تو فوراً رپورٹ کرو" ــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"مگر سر ــــ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ کون سی بات مشکوک ہے" ــــ جولیا نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ اب مجھے تمہیں کسی سکول میں داخل کرانا ہو گا ــــ جہاں تمہیں یہ سکھایا جائے کہ سیکرٹ سروس کے لئے کون سی بات مشکوک کہلائی جا سکتی ہے اور کون سی نہیں" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"سوری باس ــــ میں سمجھ گئی ــــ سوری سر"

جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا ــــ اور پھر کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا ہی تھا کہ وہاں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ہیلو" ــــ عمران نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ہیں ـــــ میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔"
دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ہاں ـــــ کیا بات ہے ٹائیگر" ـــــ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"باس ـــــ ان غیر ملکی انجینئروں میں سے ایک ادھیڑ عمر کی حرکات مشکوک معلوم ہوتی ہیں۔ اس نے عمارت سے باہر آکر ایک فون بوتھ سے کسی کو کال کی ـــــ اور کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ جب کہ عمارت میں بھی ٹیلی فون موجود تھا۔" ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ ـــــ کہاں کال کی ہے ـــــ اور کیا کی ہے۔" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں نے سننے کی کوشش کی تھی لیکن سن نہیں سکا۔ بہرحال میں نے پاوڈر کے استعمال سے یہ پتہ کر لیا ہے کہ کال ڈنکورا ہوٹل میں کی گئی ہے۔" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"عمارت کا فون ٹیپ کیا تھا۔" ـــــ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں ـــــ لیکن اُسے استعمال ہی نہیں کیا گیا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ ٹھیک ہے ـــــ نگرانی جاری رکھو۔" ـــــ عمران نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ڈنکورا ہوٹل کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا۔

شہلا نے جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔
کرسی پہ بیٹھا ہوا فیاض چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"آیئے آیئے ___ تشریف لایئے " ___ فیاض نے باچھیں
پھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ عمران سے مل کر واپس دفتر آگیا تھا ۔
اور اب وہاں بیٹھا شہلا کو پھنسانے کے لئے کوئی جامع پروگرام
سوچ ہی رہا تھا کہ چپڑاسی نے کسی عورت کے آنے کی اطلاع
دی جو اس سے ملنا چاہتی تھی ___ اور فیاض نے عورت کا نام
سنتے ہی اُسے بلانے کے لئے کہہ دیا تھا ___ لیکن یہ بات تو
اس کے تصور میں بھی نہ تھی کہ آنے والی وہی شہلا ہوگی جس سے
ملنے کے وہ پروگرام سوچ رہا تھا ___ وہ چونکہ اُسے ایک بار
دیکھ چکا تھا۔ اس لئے دوسری بار دیکھتے ہی پہچان گیا تھا ۔
فیاض کی یادداشت لڑکیوں کے بارے میں ضرورت سے زیادہ

تیز واقع ہوئی تھی۔

"اوہ ـــــ کتنا شاندار دفتر ہے۔ اور پھر آپ جیسا وجیہہ افسر بہت خوب ـــــ میرا نام شہلا ہے جناب۔ آپ کو شاید یاد ہو ایک بار ملاقات ہو چکی ہے" ـــــ شہلا نے پہلے دفتر اور فیاض کی وجاہت کی تعریف کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ اور پھر آگے بڑھ کر باقاعدہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"جی ـــــ جی ـــــ آپ کی مہربانی ہے مس ـــــ آپ جیسی خوب صورت شخصیت کو کون بھول سکتا ہے" ـــــ فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور شہلا کا بڑھا ہوا ہاتھ یوں دونوں ہاتھوں میں تھام لیا جیسے اب وہ کبھی اسے نہ چھوڑے گا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہنے لگا تھا۔

"ذوق بھی اچھا معلوم ہوتا ہے ـــــ میں ویسے ہی یہاں سے گزر رہی تھی کہ مجھے خیال آگیا کہ آپ جیسی شاندار شخصیت سے ملنا چاہیئے ـــــ اس روز تو اس احمق کی وجہ سے تفصیلی ملاقات نہ ہو سکی" ـــــ شہلا نے نرمی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــ واقعی مجھے بھی بڑا شوق تھا آپ سے دوسری ملاقات کا ـــــ لیکن بس سرکاری کام کی مجبوریاں ـــــ تشریف رکھیئے" ـــــ فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جلدی سے گھنٹی بجائی۔

"یس سر" ـــــ دوسرے لمحے چپڑاسی نے نمودار ہوتے

ہوئے کہا۔
"مس ـــــ کیا شوق فرمائیں گی؟" ـــــ فیاض نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
"یہاں ـــــ ارے یہاں تو ہر طرف سرکاریت ہی چھائی ہوئی ہے۔ آیئے کہیں علیحدہ جگہ پر بیٹھتے ہیں ـــــ یقین کیجئے آپ کی صحبت میں بسر ہونے والا ہر لمحہ بڑا پُرمسرت گزرے گا۔ آپ جیسی شاندار اور وجیہہ شخصیتیں کم ہی نظر آتی ہیں" ـــــ شہلا نے کہا۔
"اوہ ـــــ آپ کی مہربانی ہے ـــــ چلیئے ـــــ واقعی یہاں تو اطمینان سے گپ شپ بھی نہیں ہو سکتی" ـــــ فیاض نے کیپ سٹینڈ سے کیپ اٹھاتے ہوئے کہا۔
"ارے ـــــ آپ اس وردی میں چلیں گے۔ نہیں فیاض صاحب اس طرح تو لوگ سمجھیں گے کہ آپ نے مجھے حراست میں لے رکھا ہے" ـــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ارے ہاں ـــــ واقعی میں تو بھول گیا۔ پھر آپ دو منٹ تشریف رکھیئے ـــــ میں ابھی لباس بدل کر آتا ہوں"
فیاض نے کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑکر ریٹائرنگ روم کا دروازہ کھول کر غائب ہو گیا ـــــ اس کے جاتے ہی شہلا تیزی سے اٹھی اور میز کی درازوں کی طرف لپکی چپڑاسی کو تو فیاض پہلے ہی باہر جانے کا اشارہ کر چکا تھا ـــــ اس لئے کمرہ خالی ہی تھا۔ شہلا نے بڑی پھرتی سے دراز کھولی اور پھر پہلی ہی دراز میں اُسے اپنے

مطلب کی چیز نظر آگئی۔ اس میں وہ فائل موجود تھی۔ جس پہ ڈیتھ سرکل کے الفاظ لکھے ہوئے تھے ـــــ شہلا نے بڑی پھرتی سے فائل کھول کر دیکھنی شروع کر دی۔ فائل کے چند ہی کاغذ اس نے چند منٹ میں ہی پڑھ لئے ـــــ اور پھر اس نے پھرتی سے فائل بند کر کے واپس دراز میں رکھی اور دراز بند کر دی۔ اور پیچھے ہٹ کر کرسی پہ بیٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پہ اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے ـــــ فائل میں ان کے متعلق صرف یہاں پہنچنے کا اشارہ تھا۔ باقی تفصیلات موجود نہ تھیں۔ اور اس طرح اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ انٹیلی جنس کو اطلاع کیسے ملی ـــــ ظاہر ہے فائل کے مطابق برطانیہ کی انٹیلی جنس نے یہ اطلاع سرکاری طور پر مہیا کی تھی۔

چند لمحوں بعد ہی فیاض باہر آگیا۔ اس نے نیلے رنگ کا خوبصورت سوٹ پہنا ہوا تھا ـــــ اور پرفیوم کی تو شاید اس نے پوری شیشی ہی انڈیل لی تھی۔ کیوں کہ اس کے باہر آتے ہی کمرہ مہک اٹھا تھا۔

"بہت شاندار ـــــ آپ پر تو ہر لباس بے حد سجتا ہے" شہلا نے مسکراتے ہوئے بڑے تعریفی لہجے میں کہا۔ اور فیاض کا سینہ جو پہلے ہی پھولا ہوا تھا اور بھی زیادہ پھولتا چلا گیا ـــــ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ شہلا کو اٹھا کر اپنی آنکھوں میں رکھ لے۔ ایسی لڑکی اس کی زندگی میں پہلی بار اس سے ٹکرائی تھی جو اتنی بے باکی سے اس کی تعریف کئے چلی جا رہی تھی ـــــ جب کہ وہ خود بھی بے حد

خوب صورت اور پرشباب تھی۔ شہلا کا انداز ہی ایسا تھا کہ فیاض تو بس مسلسل ریشہ خطمی ہوتا چلا جارہا تھا۔

"شکریہ ــــ آپ بھی کسی سے کم نہیں "۔ فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اُسے لئے ہوئے دفتر سے باہر نکلا ــــ اس کے قدم سرکاری جیپ کی طرف اٹھے ہی تھے کہ شہلا نے اُسے بتایا کہ اس کی کار عمارت کے باہر موجود ہے اور فیاض قدرے جھینپ سا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ شہلا کی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ شہلا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ــــ اور کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

"فیاض صاحب ــــ آپ کا تو بڑے بڑے مجرموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہوگا۔ خوف ناک قسم کے مجرم ــــ اور آپ ان کی گردنیں توڑ ڈالتے ہوں گے"۔ ــــ شہلا نے کار چلاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ہاں مس شہلا ــــ بس ڈیوٹی جو ایسی ہی ہے۔ لیکن میرے ہوتے ہوئے مجرموں کی جرأت نہیں ہے کہ وہ اس ملک میں گھس بھی سکیں"۔ ــــ فیاض نے سینے کو مزید چوڑا کرتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے آپ جیسے ذہین اور شاندار افسر کے مقابلے میں مجرم بے چارے کیا کر سکتے ہیں"۔ ــــ شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور اُسی لمحے اس نے کار ایک بڑے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑ دی۔ پارکنگ میں کار رد کتے ہی وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

"اس طرف آئیے فیاض صاحب ـــــ ادھر فیملی رومز ہیں" شہلا نے مسکراتے ہوئے ایک طرف اشارہ کیا اور فیاض کی باچھیں فیملی روم کے الفاظ سنتے ہی کانوں سے جا لگرائیں۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو مقدر کا دھنی محسوس کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے سے سجے سجائے کمرے میں پہنچ گئے ـــــ شہلا نے ویٹر کو دیکھتے ہی وہسکی لانے کا آرڈر دے دیا اور فیاض کو خاموش رہنا پڑا۔

"فیاض صاحب ـــــ کچھ مجھے بھی تو بتلایئے۔ آپ کیسے مجرموں کو پکڑتے ہیں" ـــــ شہلا نے صوفے پر فیاض کے قریب ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس مجرموں کا تعاقب کیا جاتا ہے اور انہیں پکڑ لیا جاتا ہے" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔ اب ظاہر ہے وہ مزید کیا بتاتا۔ اس نے کبھی بڑے مجرم پکڑے ہوں تو اُسے پتہ بھی ہو کہ مجرم کس طرح پکڑے جاتے ہیں۔

اُسی لمحے ویٹر نے شراب کی بوتل اور دو گلاس لا کر میز پر رکھ دیئے۔ اور مسکراتا ہوا واپس چلا گیا ـــــ شہلا نے بوتل میں سے شراب گلاسوں میں ڈالی اور پھر ایک گلاس مسکراتے ہوئے فیاض کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"آپ کو تو بڑی عادت ہو گی شراب پینے کی ـــــ کیوں کہ

میں نے سنا ہے کہ انٹیلی جنس کے بڑے افسر بوتلیں شراب کی چڑھا جاتے ہیں ـــــ لیکن ان پہ کوئی اثر ہی نہیں ہوتا "۔ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بالکل بالکل ـــــ یہ شراب ہمیں کیا کہتی ہے۔ پوری بوتل ایک سانس میں پی لیتے ہیں "ـــــ فیاض بھلا کب پیچھے رہنے والا تھا۔ وہ شہلا کے چکر میں آگیا۔

" اچھا ـــــ واقعی ـــــ مگر میں کیسے مان لوں۔ میں نے بڑے بڑے دھاکڑ شرابی دیکھے ہیں۔ لیکن یہ ایک سانس میں بوتل ایسا تو نا ممکن ہے "ـــــ شہلا نے اُسے اور زیادہ چڑھاتے ہوئے کہا۔

" کمال ہے ـــــ آپ مان ہی نہیں رہیں ـــــ اچھا دیکھئے "۔ فیاض بانس کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ اس نے گلاس کو حلق میں پلٹا اور پھر دوسرے ہاتھ سے میز پر پڑی ہوئی بوتل اٹھالی۔ اور منہ سے لگا کر غٹاغٹ پیتا چلا گیا ـــــ ظاہر ہے وہ شہلا کے سامنے اپنی بات نیچی کیسے کر سکتا تھا۔ اور واقعی اس نے بوتل اس وقت میز پہ رکھی جب اس کا آخری قطرہ تک اس کے حلق سے اتر گیا۔

" بہت خوب ـــــ بہت خوب ـــــ اب مجھے یقین آگیا "۔ شہلا نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

ادھر فیاض کا فیوز اڑ گیا۔ ایک تو فیملی روم۔ پھر شہلا جیسی خوبصورت اور بے باک لڑکی ـــــ پیٹ میں خالص شراب کی پوری بوتل اور

آخری پنچ یہ کہ شہلا خود اپنے ہاتھوں سے دروازہ بھی بند کر رہی تھی۔

"سچ ـــــ جانِ من ـــــ تم تحفہ ہو ـــــ ہیرا ہو ـــــ میری جان" ـــــ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں چڑھنے لگی تھیں۔

"ارے ـــــ آپ کو نشہ ہو رہا ہے۔ ہونا تو نہیں چاہیئے" شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں نشہ ـــــ نہیں مجھے کیسے نشہ ہو سکتا ہے" فیاض نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن دماغ مسلسل ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔

"اچھا ـــــ ابھی پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر آپ مجھے بتا دیں کہ آج کل آپ کس کیس پہ کام کر رہے ہیں ـــــ اور اس سلسلے میں آپ نے کیا کیا ہے۔ تو مجھے پتہ چل جائے گا کہ آپ واقعی نشہ میں نہیں ہیں۔ ورنہ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہو جاتی ہے جنہیں شراب پیتے ہی نشہ ہو جاتا ہے" ـــــ شہلا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ وہ واقعی انسانی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ فیاض اب سب کچھ ہی بتا دے گا۔ خود ہی بتا دے گا۔

"ارے ـــــ یہ کیسا امتحان ہے۔ آج کل میرے پاس ڈیتھ سرکل کا کیس ہے۔ بین الاقوامی مجرموں کا" ـــــ فیاض نے اپنے ذہن کو پوری قوتِ ارادی لگا کر قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیتھ سرکل ـــــ ارے باپ رے ـــــ بڑا خوفناک نام

ہے۔ بڑے خوف ناک مجرم ہوں گے۔ کتنے پکڑ لیے "۔۔۔۔ شہلا نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے کیا پکڑنا ہے۔ اس اُلو کے پٹھے پر وفیسر گھوش نے مجھے چکر دے دیا۔ اور میں نے شاہی روڈ کی پہلی عمارت پر چھاپہ مار دیا۔۔۔۔ مگر وہاں تو غیر ملکی انجینئر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بس کچھ نہ پوچھو سر رحمان نے وہ ذلیل کیا وہ ذلیل کیا۔۔۔۔ ارے نہیں میں نے ذلیل کیا۔ میں نے ذلیل کیا "۔۔۔۔ فیاض نے بہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ پہلے وہ رَو میں اصل بات کہہ گیا مگر پھر اس کے ذہن نے کام کیا کہ شہلا پہ رعب جمانا ہے تو اس نے پٹڑی بدل دی۔

"ارے۔۔۔۔ پھر تو بڑی مشکل ہوئی۔ اب کیسے پکڑیں گے آپ مجرموں کو "۔۔۔۔ شہلا نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے جانِ من۔۔۔۔ مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں نے عمران کو کہہ دیا ہے۔ ایڈوانس رقم بھی دے دی ہے۔ بس سمجھو مجرم پکڑے گئے۔۔۔۔ اس کے پاس مجرم پکڑنے کا جادو ہے۔ بس وہ پکڑ لیتا ہے "۔۔۔۔ فیاض نے بہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عمران۔۔۔۔ وہ کون ہے "۔۔۔۔ شہلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ارے وہی۔۔۔۔ جو تمہارے باپ کے کمرے میں ڈائریکٹر بن کر پہنچ گیا تھا۔ بظاہر احمق۔ بے وقوف۔۔۔۔ مگر وہ بے حد خوف ناک انسان ہے۔ شہلا۔۔۔۔ اس کے قریب نہ جانا۔ اور

جانِ من ـــــ اب میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے اب مزید نہ ترپاؤ نا ـــــ فیاض نے اٹھ کر شہلا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے فیاض صاحب ـــــ آپ کو پھر نشہ ہو رہا ہے"۔ شہلا نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"مجھے ـــــ نہیں مجھے نشہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چاہے دس بوتلیں پلوا دو" ـــــ فیاض نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ـــــ نشہ نہیں ہو رہا تو پھر مجھے بتاؤ کہ وہ احمق خوفناک آدمی کہاں رہتا ہے ـــــ اور کیا وہ بھی انٹیلی جنس کا افسر ہے"۔ شہلا نے دوبارہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بڑا پیار بھرا تھا۔

"وہ عمران ـــــ وہ عمران ـــــ اس کا پتہ مت پوچھو۔ ورنہ وہ نہ تم زندگی بھر روؤ گی۔ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ میں نشے میں نہیں ہوں۔ مجھے اس کا پتہ یاد ہے ـــــ وہ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰ میں اپنے احمق باورچی سلیمان کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ ڈائریکٹر جنرل سر رحمان جو میرا باس ہے کا بیٹا ہے۔ وہ آزاد ہے ـــــ مجھ سے پیسے مار لیتا ہے۔ میرے فلیٹ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ بڑا اعظم ناک ہے۔ سنا ہے وہ سیکرٹ سروس کے لئے بھی کام کرتا ہے ـــــ وہ فری لانسر ہے اور سنو ـــــ وہ تمہیں بھی جانتا ہے۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ تم

سے دوستی کر لوں ـــــ تمہیں پھنسا لوں ۔ اور تم خود میرے پاس آ گئیں ۔ مجھے نشہ نہیں ہوتا ۔ تم بتاؤ ہوتا ہے "ـــــ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں خود ہی تمام تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"نہیں نہیں ـــــ کہاں نشہ ہوتا ہے ۔ اور شراب بھی تم پی سکتے ہو ۔ مجھے یقین ہے کہ تم ایک اور بوتل بھی بغیر سانس لئے پی سکتے ہو "ـــــ شہلا نے کہا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھ کر دروازے کی چٹخنی کھولی اور اس سے پہلے کہ فیاض کچھ کہتا وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلتی چلی گئی ـــــ فیاض سمجھا کہ وہ باہر ویٹر کو مزید شراب کا آرڈر دے رہی ہے ۔ اس لئے وہ وہیں صوفے پر بیٹھا جھومتا رہا ـــــ اس کا ذہن بُری طرح جھول رہا تھا ۔ اور اب تک شہلا کی موجودگی کی وجہ سے اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا تھا ۔ مگر شہلا کے باہر جاتے ہی اس کی قوت ارادی مزید کام نہ کر سکی ۔ اور دوسرے لمحے وہ جھومتا ہوا صوفے سے نیچے گرا ـــــ اور قالین پر الٹا سیدھا ہو کر پڑا رہا ۔ نشے کی شدت کی وجہ سے وہ ہوش و حواس سے عاری ہو چکا تھا ۔
شہلا نے ویٹر کے ہاتھ میں ایک بڑا سا نوٹ رکھا ۔ اور اُسے یہ کہہ کر کہ صاحب آرام کر رہے ہیں انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے ـــــ وہ تیزی سے راہ داری کراس کرتی ہوئی ہوٹل کے بیرونی حصے میں آئی اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گئی تھی ـــــ اس نے بڑی چونکا دینے والی معلومات

حاصل کرلی تھیں۔ اور وہ اب جلد از جلد ان معلومات کو راجر تک منتقل کر دینا چاہتی تھی جو کہ اس کا پاس تھا ـــــــ وہ راجر کی وجہ سے ہی اس تنظیم میں شامل ہوئی تھی۔ کیوں کہ راجر نے ہی اُسے ایم۔ زیڈ کا عادی کیا تھا ـــــ اور پھر اس نے اس کی ایسی تصاویر حاصل کر لی تھیں کہ ان تصاویر کی وجہ سے وہ اس کے احکام ماننے پر مجبور ہو گئی تھی ـــــ اور اب تو وہ خود اس ماحول کی عادی تھی۔ اور اس نے اتنی وفاداری کے ساتھ کام کیا تھا کہ اب وہ راجر کے اسسٹنٹ کے طور پر کام کر رہی تھی ـــــ اور اس کی تنظیم میں اب بڑی اور کلیدی اہمیت بن گئی تھی۔ اور اب تو وہ راجر کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی ـــــ اس لئے جب اُسے پتہ چلا کہ اس بار تنظیم نے پاکیشیا میں کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ بڑی خوشی سے یہاں آگئی ـــــ اس طرح ایک تو وہ طویل عرصے تک راجر کے ساتھ رہ سکتی تھی دوسرا وہ اپنے ملک میں رہتی۔ اُسے اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ وہ اپنے ملک کے مفادات کے خلاف کام کرنے جا رہی ہے۔

کار میں بیٹھتے ہی ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ فون کر کے راجر کو ان معلومات سے آگاہ کر دے ـــــ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ اس نے سوچا کہ وہ خود جا کر راجر سے بات چیت کرے گی۔ اور اس سے عمران کے بارے میں مزید ہدایات لے گی۔ چنانچہ اس نے کار کا رخ اس سڑک کی طرف موڑ دیا جہاں ٹرنکو ہوٹل تھا کیوں کہ راجر ٹرنکو ہوٹل میں ہی ملاکش بن کر ٹھہرا تھا۔

عمران نے کار ٹرنکورا ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑی اور پھر اُسے ایک طرف روک کر وہ کچھ دیر کار میں بیٹھا سوچتا رہا۔ کہ اتنے بڑے ہوٹل میں اس کمرے کا کیسے پتہ چلایا جائے۔ جہاں اس ادھیڑ عمر غیر ملکی انجینئر نے کال کی تھی ——— کوئی واضح لائن آف ایکشن ذہن میں نہ آرہی تھی۔ ٹرنکورا ہوٹل ویسے بھی غیر ملکیوں کی پسندیدہ رہائش گاہ تھی ——— اور یہاں ہر وقت بھانت بھانت کے غیر ملکی بھرے رہتے تھے۔ وہ کار میں بیٹھا کافی دیر سوچتا رہا ——— لیکن جب کوئی بات ذہن میں نہ آئی تو اس نے فیصلہ کن انداز میں کندھے جھٹکے اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا ——— اس کے سنجیدہ چہرے پر یک لخت حماقتوں کی نقاب چڑھ گئی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ٹرنکورا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہوٹل کا ریستوران غیر ملکی عورتوں اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ مقامی لڑکیاں اور مرد بھی نظر آ رہے تھے ۔۔۔ لیکن ان کی تعداد نسبتاً کم تھی۔

عمران ایک لمحے دروازے کے قریب کھڑا یوں آنکھیں پٹپٹا کر ہال کو دیکھتا رہا جیسے کسی الو کو پکڑ کر اچانک دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو ۔۔۔ اور دروازے سے قریب میزوں پر بیٹھے چند غیر ملکی حیرت سے عمران کو اس انداز میں کھڑا دیکھنے لگے۔

اسی لمحے ایک ویٹر تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"ہال میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے ۔۔۔ اگر آپ بیٹھنا چاہتے ہیں تو کاؤنٹر سٹول پر تشریف رکھیں" ۔۔۔ ویٹر نے مودبانہ لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سیٹ خالی نہیں ہے ۔۔۔ یار تمہیں کس نے ویٹر بنا دیا ہے۔ اگر تمہاری بینائی اتنی ہی کمزور تھی تو ریلوے انجن کا ڈرائیور بن جانا تھا" ۔۔۔ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" ۔۔۔ ویٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بھائی کم نگاہ ویٹر ۔۔۔ دیکھو ہال میں ۔۔۔ کتنی میزیں ہیں جن کی کرسیاں بھی خالی نظر آ رہی ہیں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ مگر جناب ۔۔۔ یہ میزیں ریزرو ہیں [illegible]

ساتھ ان کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھ سکتے "۔۔۔۔ ویٹر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

" تو پھر لے آؤ اجازت۔۔۔۔ اور سنو۔۔۔۔ تحریری اجازت لینا۔ کہیں تمہارے یہاں آنے تک وہ مکر ہی نہ جائیں "

عمران نے کہا۔

" جناب۔۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کاؤنٹر پہ تشریف رکھیں "۔۔۔۔ ویٹر نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔

" اچھا۔۔۔۔ اگر تم کہتے ہو تو چلو یوں ہی سہی "۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ ویٹر کے پیچھے چلتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر ایک خوب صورت غیر ملکی لڑکی موجود تھی۔ کاؤنٹر کے سامنے چار پانچ اونچے اونچے سٹول پڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک پر ایک غیر ملکی بیٹھا شراب کا گلاس منہ سے لگائے ہوئے تھا۔

" تشریف رکھیں "۔۔۔۔ ویٹر نے ایک خالی سٹول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مگر عمران دوسرے لمحے اچک کر کاؤنٹر کے اوپر ہی بیٹھ گیا۔

" ارے ارے۔۔۔۔ یہ کیا۔۔۔۔ نیچے اترو۔۔۔۔ یہ کیا حرکت ہے "۔۔۔۔ کاؤنٹر گرل کے ساتھ ساتھ ویٹر نے بھی چونک کر کہا۔

" کمال ہے۔۔۔۔ خود ہی بٹھلاتے ہو۔۔۔۔ خود ہی اٹھلاتے ہو۔ نہیں اٹھتا۔۔۔۔ یہیں بیٹھوں گا "۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے

ہوئے کہا۔

"کیا تم پاگل ہو ــــــ نیچے اترو ش ــــــ اچانک کاؤنٹر گرل نے اُسے دھکیلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اُسے یوں کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھتے دیکھ کر سارا ہال پہلے چونکا ــــــ پھر ہر طرف قہقہے بکھرنے لگے۔ سب لوگ اس کے اس دل چسپ انداز پر بے اختیار ہنس رہے تھے۔

"ارے ــــــ مجھے کیوں دھکیل رہی ہو۔ اپنے اس کم نگاہ ویٹر سے پوچھو۔ جس نے خود ہی کہا تھا کہ کاؤنٹر پر بیٹھو" ــــــ عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"نیچے اترو ــــــ یہ کیا بدتمیزی ہے ــــــ نجانے کون کون سے گدھے یہاں آجاتے ہیں" ــــــ اس غیر ملکی نے جو سٹول پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اچانک غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ خلاصے سٹول خــم کا مالک تھا۔

"اچھا اچھا ــــــ تو تمہیں باقاعدہ سٹول پر بیٹھ کر شراب پینے کی تربیت دی گئی ہے ــــــ بہت خوب ــــــ کتے بلیوں کو سکھانے کا تو سنتے آئے تھے مگر گدھا سٹول پر بیٹھ کر شراب پیئے ــــــ واہ واہ ــــــ بہت خوب ہے" ــــــ عمران نے باقاعدہ تالیاں پیٹتے ہوئے کہا۔

اور غیر ملکی اس کا فقرہ سنتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اُسے بجلی کا شاک لگا ہو ــــــ اس کی آنکھیں جو پہلے ہی شراب نوشی کی وجہ سے چڑھی ہوئی تھیں اور زیادہ سرخ ہو گئیں۔ اس

نے اٹھتے ہی پوری قوت سے اپنا بازو گھمایا۔
"ارے ارے۔۔۔ بچاؤ۔۔۔ یہ گدھا تو دوستی کی بجائے دو لتی جھاڑنے لگا ہے"۔۔۔ عمران نے ایک طرف جھکتے ہوئے بڑے فریاد بھرے لہجے میں کہا۔
اور غیر ملکی وار خالی چلے جانے کی وجہ سے لٹو کی طرح گھوم گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ گھوما عمران نے بڑے اطمینان سے لات اس کی پشت پر ٹکا دی۔۔۔ اور غیر ملکی اچھل کر سامنے پڑی ہوئی میز پر جا گرا۔ میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی چیختے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔۔ اور پھر تو پورے ہال میں ہنگامہ سا ہو گیا۔ غیر ملکی چیختا ہوا کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک خنجر نظر آنے لگا۔۔۔ اس کا خنجر پکڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ خنجر زنی میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اور آنکھیں شعلے اگلنے لگی تھیں۔
"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کتے"۔۔۔ غیر ملکی نے خنجر کو تولتے ہوئے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ کاؤنٹر گرل اس صورت حال کو دیکھتے ہی کاؤنٹر کے پیچھے چھپ گئی تھی۔۔۔ جب کہ عمران بدستور اسی طرح کاؤنٹر پر چڑھا بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے وہ سرکس میں ہونے والا کوئی دلچسپ تماشا دیکھ رہا ہو۔
ہال میں موجود لوگوں کو غیر ملکی کا انداز دیکھ کر ہی یقین ہو

گیا تھا کہ اب عمران کسی صورت نہیں بچ سکتا ـــــ لیکن ایسی صورت حال میں وہ اس غصے سے پاگل ہوتے غیر ملکی کو مدد بھی نہ سکتے تھے۔

"غیر ملکی قدم بڑھاتا آگے بڑھا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا خنجر والا ہاتھ بلند کیا ـــــ اور ہال میں موجود لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں جب کہ عورتیں بے تحاشا چیخنے لگیں۔

غیر ملکی نے جیسے ہی خنجر والا ہاتھ بلند کیا عمران جو بڑے اطمینان سے کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا تھا ـــــ اس کی نیچے لٹکی ہوئی ٹانگ نے تیزی سے حرکت کی اور دوسرے لمحے نیچے پڑا ہوا سٹول رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح غیر ملکی پر پڑا ـــــ اور غیر ملکی کی خنجر چلانے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ سٹول کی اچانک اور زوردار ضرب سے وہ پشت کے بل فرش پر گرا ـــــ اور اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔ اور ہال میں موجود لوگ اس کایا پلٹ پر حیرت سے آنکھیں پھاڑے رہ گئے۔ اب ان کی نظروں میں عمران کے لئے تحسین کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ـــــ اچانک ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمحے ایک قوی ہیکل غیر ملکی نے آگے بڑھ کر فرش سے اٹھتے ہوتے غیر ملکی کا راستہ روک لیا۔

"سنو مسٹر ـــــ یہاں جھگڑا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ میں اٹھا کر تمہیں باہر پھینک دوں گا" ـــــ آنے والے قوی ہیکل غیر ملکی

نے فرش سے اٹھنے والے غیر ملکی سے سخت لہجے میں مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"میں اسے مار ڈالوں گا۔ اس نے میری توہین کی ہے"۔ فرش سے اٹھتے ہوئے غیر ملکی نے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"ویٹرز"۔۔۔۔ آنے والے قوی ہیکل غیر ملکی نے اچانک چیختے ہوئے ارد گرد دیکھتے ہوئے ویٹرز کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ اور ویٹرز بجلی کی سی تیزی سے وہاں اکٹھے ہونے لگے۔

"مسٹر راجر کو ان کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔۔۔۔ اور سنو۔۔۔۔ جب تک ان کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو انہیں کمرے میں ہی رہنا چاہئے"۔ قوی ہیکل غیر ملکی نے تحکمانہ انداز میں ویٹرز سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور چار پانچ ویٹرز حملہ آور غیر ملکی پر بھوکے عقابوں کی طرح جھپٹ پڑے۔۔۔۔ حملہ آور غیر ملکی نے اپنے آپ کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن ویٹرز بھی شاید ایسے موقعوں کے لئے خصوصی تربیت یافتہ تھے۔۔۔۔ وہ اُسے مچلتے تڑپتے اور گالیاں دیتے غیر ملکی کو اٹھائے سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔

"ارے مسٹر۔۔۔۔ تم نیچے اترو"۔۔۔۔ اچانک اس قوی ہیکل غیر ملکی نے مڑ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمایاں تھے۔

"مم۔۔۔۔ مم۔۔۔۔ مگر ویٹر نے کہا تھا کاؤنٹر پر بیٹھو"۔ عمران نے بڑے خوف زدہ سے لہجے میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں نیچے اترو" ـــــ قوی ہیکل غیر ملکی نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ـــــ یار ناراض کیوں ہوتے ہو ـــــ اترتا ہوں" عمران نے لہجے کو اور زیادہ خوف زدہ بناتے ہوئے کہا اور پھر اچھل کر نیچے فرش پر آگیا۔

"گٹ آؤٹ" ـــــ اس کے نیچے اترتے ہی قوی ہیکل غیر ملکی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"یار ـــــ اتنے زور سے کیوں چیخ رہے ہو۔ خواہ مخواہ گلا خراب ہو جائے گا" ـــــ عمران نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں گٹ آؤٹ" ـــــ ورنہ دھکے مار کر نکال دوں گا۔ یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ تم جیسے احمقوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے" ـــــ غیر ملکی نے اور زیادہ غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھائی اچھا ـــــ گلا مت پھاڑو۔ ورنہ مجھے سینا پڑے گا۔ اور میرے پاس تو سوئی دھاگہ بھی نہیں ہے" ـــــ عمران نے کہا اور پھر وہ بڑے اطمینان سے قدم بڑھاتا ایک میز کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں دو غیر ملکی مرد اور ایک غیر ملکی عورت بیٹھی ہوئی تھی ـــــ اور ایک کرسی خالی تھی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں" ـــــ عمران نے بڑے مہذب انداز میں اجازت لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ بیٹھئے بیٹھئے "۔۔۔ غیر ملکی مردوں نے گھبرائے ہوتے لہجے میں کہا۔ اور عمران یوں تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیسے اُسے ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو کرسی ہوا میں اُڑ جائے گی۔

"شکریہ ۔۔۔ مجھے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) کہتے ہیں"۔۔۔ عمران نے بیٹھتے ہی اپنا تعارف کرانا شروع کر دیا۔

"تمہیں میں نے کہا ہے باہر جاؤ ۔۔۔ پھر تمہیں کیسے جرأت ہوئی کہ تم یہاں آکر بیٹھ گئے "۔۔۔ قوی ہیکل غیر ملکی نے عمران کو وہاں بیٹھتے دیکھ کر دانت پیستے ہوئے اس کے قریب آکر کہا۔

"جناب ۔۔۔ میں ان معزز لوگوں کی اجازت سے یہاں بیٹھا ہوں ۔۔۔ کیوں جناب ۔۔۔ آپ نے اجازت دی ہے نا"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں ان غیر ملکی مردوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ہاں منیجر ۔۔۔ انہیں بیٹھنے دیجئے ۔۔۔ کوئی ایسی بات نہیں یہ کچھ نہیں کریں گے"۔۔۔ اچانک غیر ملکی عورت نے قوی ہیکل غیر ملکی سے جو یقیناً ہوٹل کا منیجر تھا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر مس ......"۔۔۔ غیر ملکی نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں کہہ رہی ہوں انہیں بیٹھنے دیجئے۔ یہ کوئی شرارت

نہیں کریں گے آپ جائیں"۔۔۔۔ عورت نے اس بار سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" او۔ کے ۔۔۔۔ اور سنو مسٹر ۔۔۔۔ مس کی وجہ سے میں تمہیں باہر نہیں نکال رہا ۔۔۔۔ لیکن اب تم نے شرارت کی تو بھیجا کھوپڑی سے باہر نکال دوں گا"۔۔۔۔ منیجر نے عمران کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

" شرارت ۔۔۔۔ ارے توبہ منیجر ۔۔۔۔ اوہ ساری منیجر ۔۔۔ ارے توبہ میری یادداشت ۔۔۔۔ ارے ہاں منیجر صاحب ۔۔۔۔ شرارت تو میرے ڈیڈی نے بھی آج تک نہیں کی ۔۔۔۔ سوائے شادی کے ۔ اور اس دن سے اپنی شرارت پر پچھتا رہے ہیں اور میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں"۔۔۔۔ عمران نے ہکلاتے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

منیجر چند لمحے کھڑا غصے سے دانت پیستا رہا ۔ اور پھر وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا ۔۔۔۔ مگر دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا منہ کے بل فرش پر جا گرا ۔ نیچے گرتے ہوئے اس کے ہاتھ سلامتی والی میز پر پڑے اور میز پر رکھی ہوئی شراب اچھل کر اس کے گرد بیٹھے لوگوں پر جا گری ۔۔۔۔ عمران نے تو صرف اتنا کیا تھا کہ منیجر کے مڑتے ہی ٹانگ کو اس کے پیروں میں اڑا دیا تھا ۔۔۔۔ اس کا چہرہ اور اوپر والے جسم نے ذرا سی بھی حرکت نہ کی تھی ۔ اس لئے کسی کو بھی اس کی حرکت کا احساس تک نہ ہو سکا تھا۔

"ارے ارے ـــــ ہوا کیا ـــــ کوئی رقم نیچے گری ہوئی تھی۔
پچ ـــ پچ ـــ اتنے بڑے ہوٹل کے منیجر ـــــ اور گری ہوئی رقم اٹھانے کا یہ انداز" ـــــ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں منیجر کے گرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔
ادھر منیجر نیچے گرتے ہی غصے سے چیختا ہوا اٹھا اور اس نے اٹھتے ہی پلٹ کر عمران پر چھلانگ لگا دی ـــــ مگر عمران پہلے ہی اپنی کرسی چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے منیجر اپنے ہی زور میں میز پر جا گرا۔ اور پھر میز کو ساتھ لئے وہ غیر ملکی مردوں پر جا گرا ـــــ اور ان دونوں کی چیخوں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی عورت نے بھی گھبرا کر چیخیں مارنی شروع کر دیں۔ ہال میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔
"کمال ہے یار ـــــ تمہارے جسم میں سپرنگ تو فٹ نہیں کبھی اِدھر گرتے ہو کبھی اُدھر گرتے ہو ـــــ بھائی سپرنگ ڈھیلے کراؤ ورنہ ٹوٹ پھوٹ ہو گئی تو ساری عمر ریڑھی پر لدے گزر جائے گی" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں ایک طرف کھڑے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔
"سن آف بچ ـــــ ڈیم فول ـــــ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم کیسے زندہ بچ کر جاتے ہو" ـــــ منیجر نے بڑی مشکل سے اٹھتے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی تھی۔ اور دوسرے لمحے اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔
"ارے ـــــ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس ـــــ آپ یہاں کیسے" ـــــ اچانک ایک لڑکی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

یہ شہلا تھی جو شاید اندر داخل ہوئی تھی۔ اور پھر آگے بڑھتی ہی چلی آئی۔ اس نے منیجر کی حالت اور ریوالور دیکھ کر شاید خاص طور پہ اس عہدے کا نام لیا تھا۔

"اوہ ـــــ مس شہلا ـــــ آپ ـــــ ارے کچھ نہیں ـــــ بس ویسے ہی یہاں چاتے پینے آگیا تھا" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

شہلا کی ذہانت نے واقعی کام دکھا دیا تھا۔ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس کے الفاظ نے منیجر پر جادو کا سا اثر کیا تھا ـــــ اس کا ریوالور تھامے ہوئے ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا۔ اور وہ یوں کھڑا تھا جیسے جادو کی چھڑی سے کسی نے اس کو مجسمے میں تبدیل کر دیا ہو۔

"سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس" ـــــ منیجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا خادم" ـــــ عمران نے باقاعدہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ اور منیجر کے چہرے کے تاثرات یک دم بدلتے چلے گئے۔ اس نے پھرتی سے ریوالور واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس نے اپنے بے پناہ غصے پہ یک لخت قابو پا لیا تھا ـــــ اور یہ اس کی کارعیاری کامیابی کا بیّن ثبوت تھا۔ وہ ہوٹل کا منیجر تھا اور اس لحاظ سے سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس کے عہدے کی قدر و قیمت کو اچھی طرح پہچانتا تھا ـــــ اسے معلوم تھا کہ اگر یہ احمق سا ڈائریکٹر چاہے تو ایک لمحے میں ہوٹل سیل ہو سکتا ہے۔

"آئی۔ ایم۔ سوری سر ـــــ آپ نے پہلے اپنا تعارف ہی

نہیں کرایا" ــــــ منیجر نے کاروباری لہجے میں کہا ۔لیکن چہرے کے تاثرات نرم پڑ جانے کے باوجود آنکھوں میں چھائی ہوئی وحشت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کتنی لاچاری ۔مجبوری اور بے بسی کے عالم میں اپنے آپ کو کنٹرول کئے ہوئے ہے ۔

" اب تو ہو گیا ــــــ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو ۔یہ ہوٹل ہے یا بھنگڑ خانہ ــــــ کوئی خنجر نکال لیتا ہے کوئی ریوالور ــــــ توبہ توبہ" ــــــ عمران نے بڑے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور دوبارہ کرسی پر یوں بیٹھ گیا جیسے کرسی پر بیٹھ کر منیجر پر بہت بڑا احسان کر رہا ہو ۔

منیجر تیزی سے واپس مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔

" عمران صاحب ــــــ آیئے ــــــ اوپر کمرے میں چلتے ہیں " کرسی کے قریب کھڑی شہلا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" اوہ ــــــ مس شہلا ــــــ آپ کھڑی ہیں ــــــ ارے کمال ہے ۔یہاں کے رواج کا تمہیں علم ہی نہیں ہے ۔یہاں کرسی خالی نہ ہو تو جا کر کاؤنٹر پر بیٹھ جاؤ " ــــــ عمران نے شہلا سے مخاطب ہو کر یوں کہا جیسے اسے ہوٹل کے آداب سمجھا رہا ہو ۔مگر وہ بیٹھا کرسی پر ہی تھا ۔

" اچھا ــــــ آپ ان لوگوں سے باتیں کریں ۔میں جا رہی ہوں " ــــــ شہلا نے مڑتے ہوئے کہا ۔اس کا انداز قدرے کرخت تھا ۔جیسے اسے اپنی توہین پر غصہ آ گیا ہو ۔

"ارے ارے ___ آپ تو ناراض ہوگئیں ___ کمال ہے۔ آپ کمرے کی بات کر رہی ہیں، آپ کے ساتھ تو میں جنت میں بھی جانے کے لئے تیار ہوں" ___ عمران نے تیزی سے کرسی سے اٹھ کر اس کے پیچھے لپکتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ___ نجانے کیا بات ہے۔ آپ پر غصہ بھی آتا ہے تو ___ جلد ہی اتر جاتا ہے" ___ شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پھسلن زیادہ ہوگی ___ اس لئے اتر جانے پر مجبور ہوگا" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور شہلا کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ اب وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا رہے تھے۔

"اگر میں فوراً آپ کے اس جعلی عہدے کا اعلان نہ کرتی تو اس منیجر نے آپ کو گولی مار دینی تھی" ___ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جعلی عہدہ ___ ارے غضب خدا کا ___ آپ دوسری شخصیت ہیں جو میرے اس عہدے کو تسلیم نہیں کرتیں" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دوسری شخصیت ___ اچھا تو پہلی کون ہے" ___ شہلا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ بھی ہے ایک احمق ___ انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ بنا پھرتا ہے فیاض" ___ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا

اور شہلا اس کے فقرے میں چھپی ہوئی طنز پر بُری طرح جھینپ گئی۔

"کیا بات ہے ـــــ یہاں کی انٹیلی جنس میں سب ہی احمق بھرے ہوئے ہیں" ـــــ شہلا نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ـــــ یہ فقرہ میرے ڈیڈی کے سامنے نہ کہہ دینا۔ ورنہ ان کا چنگیزی خون جلال میں آجائے گا" ـــــ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی ـــــ آپ کے ڈیڈی ـــــ تو کیا وہ بھی انٹیلی جنس میں ہیں" ـــــ شہلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ـــــ وہ انٹیلی جنس میں کہاں سے آگئے۔ انٹیلی جنس ان میں شامل ہے۔ وہ ڈائرکٹر جنرل ہیں کوئی بھیچر سپرنٹنڈنٹ نہیں" ـــــ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ـــــ سوری ـــــ آپ ناراض ہوگئے۔ ویسے ایک بات ہے۔ وہ فیاض صاحب تو واقعی عقل سے پیدل ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے مل گئے ـــــ بس ہوگئے بے تکلف۔ اور وہ مجھے لے گئے ایک ہوٹل میں۔ اور پھر انہوں نے شراب کی بوتل ایک ہی سانس میں خالی کر دی اور پھر لڑھک گئے" ـــــ شہلا نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ـــــ آپ تو پوری شاعرہ ہیں ـــــ خوب ـــــ خاصا خوب صورت کلام ہے آپ کا" ـــــ عمران نے

تعریف کرتے ہوئے کہا۔
"شاعری ــــ کیا مطلب ــــ" شہلا نے حیران ہو کر کہا۔ وہ شاید عمران کی بات نہ سمجھ سکی تھی۔
"مل گئے ــــ بس ہو گئے بے تکلف ــــ لے گئے ہوٹل میں ــــ پھر لڑھک گئے ــــ کتنی خوب صورت اور معنی خیز نظم ہے ــــ بہت خوب" ــــ عمران نے باقاعدہ ثبوت دیتے ہوئے کہا اور شہلا بے اختیار ہنس پڑی۔
اب وہ دوسری منزل پہ پہنچ چکے تھے۔ اور پھر شہلا اُسے لئے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی ــــ جس کا دروازہ بند تھا۔ شہلا نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔
"بھاگ جاؤ کتے کے بچو ــــ ورنہ گولی مار دوں گا۔ کہہ دیا ایک بار کہ اب میں ٹھیک ہوں۔ پھر آجاتے ہیں دروازہ بجانے" اندر سے کسی کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ اور عمران بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا ــــ وہ آواز پہچان گیا تھا۔ یہ اُسی غیر ملکی راجر کی آواز تھی جس نے عمران پر خنجر نکال لیا تھا۔ اور جسے نیچو نے زبردستی کمرے میں بھجوایا تھا ــــ اور عمران اس کے فقرے کا مطلب بھی سمجھ گیا تھا کہ راجر نے دستک پر یہ سمجھا ہوگا کہ ویٹر دستک دے رہے ہیں۔
"راجر ــــ تمہیں کیا ہو گیا ہے ــــ میں شہلا ہوں اور میرے ساتھ ایک معزز مہمان ہے" ــــ شہلا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اُسے چونکہ اصل صورت حال کا علم ہی

نہ تھا۔ اس لئے اس کا حیرت زدہ ہونا بجا تھا۔

"اوہ ۔۔۔۔ شہلا ۔۔۔۔ تم ۔۔۔۔ کم ان"۔۔۔۔ اندر سے راجر کی آواز سنائی دی۔ اس بار لہجہ نرم تھا۔ اور شہلا نے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر سے بند نہ تھا۔

"آیئے ۔۔۔۔ عمران صاحب"۔۔۔۔ شہلا نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتے ہوئے مڑ کر عمران سے کہا۔ اور عمران بھیڑ جیسی معصوم صورت بنائے اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گیا۔

راجر کرسی پر بیٹھا تھا اور سامنے میز پر شراب کی بوتل اور جام پڑے ہوئے تھے ۔۔۔۔ وہ شاید شراب نوش کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کر رہا تھا۔

"تم ۔۔۔۔ تم ۔۔۔۔ یہاں بھی آگئے۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا"۔۔۔۔ راجر نے جیسے ہی عمران کو اندر آتے دیکھا وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر غیض و غضب کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"راجر ۔۔۔۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں ۔۔۔۔ کیا تم آؤٹ ہو گئے ہو۔ یہ ہمارے دوست ہیں علی عمران ۔۔۔۔ اور عمران صاحب یہ راجر ہیں میرے دوست۔ یہاں سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے ہیں"۔۔۔۔ شہلا نے کہا اور پھر راجر کا تعارف کرانے لگی۔

"میرے لئے تو آپ نے ہمارے کا لفظ استعمال کیا۔ اور

اور راجو صاحب کے لئے صرف میرے کا - یہ تو کھپلا ہے - میں اس پر احتجاج کر دوں گا" ـــــ عمران نے مسمسے سے لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــــ ایسی کوئی بات نہیں - یہ تو میں نے روانی میں کہہ دیا تھا" ـــــ شہلا نے ہنستے ہوئے کہا۔

راجر کھڑا دانتوں سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی راجر صاحب ـــــ ویسے میں آپ کی خنجر زنی کی مہارت کا دل سے قائل ہو گیا ہوں" عمران نے آگے بڑھ کر باقاعدہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو" ـــــ راجر نے نیم دلی سے مسکراتے ہوئے کہا - وہ اس وقت تک اپنے غصے پر قابو پا چکا تھا۔

"یہ خنجر زنی کی کیا بات ہوئی" ـــــ شہلا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"دراصل تھوڑی دیر پہلے میں نیچے کاؤنٹر پر بیٹھا شراب پی رہا تھا ـــــ کہ یہ صاحب آئے اور آ کر کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھ گئے - ان کی اس بدتمیزی پر مجھے غصہ آ گیا - اور ہم آپس میں الجھ پڑے ـــــ اس کے بعد میں یہاں کمرے میں آ گیا" ـــــ راجر نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا - اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ تھی ـــــ اس نے اپنے غصے پر مکمل طور پر قابو پا لیا تھا۔

"اچھا اچھا ــــ تو یہ بات ہے۔ میں بھی کہوں کہ آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں ــــ بہرحال اس بات کو ذہن سے نکال دیجئے"ــــ شہلا نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے تو نکال دیا تھا۔ لیکن آپ کی وجہ سے پھر داخل ہونا پڑا"ــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب"ــــ شہلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"مطلب پوچھنے کی بیماری تو اب وبائی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ بہرحال مطلب یہ کہ راجر صاحب کو ہال سے نکال دیا گیا ــــ لیکن اب مجھے ان کے کمرے میں داخل ہونا پڑا۔ یعنی داخل خارج برابر"ــــ عمران نے اس طرح جواب دیا جیسے حساب کا سوال حل کر رہا ہو۔

"ان کا مکمل تعارف تم نے نہیں کرایا"ــــ راجر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے شہلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ بے چاری میرا تعارف کیا جانے ــــ میں خود کرا دیتا ہوں۔ بلکہ لکھ دیتا ہوں ــــ آپ پنسل کاغذ سنبھالیں اور لکھیں اٹھائیں ناں پنسل کاغذ"ــــ عمران نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ پنسل کاغذ تلاش کر رہا ہو۔

"فرمائیے فرمائیے ــــ لکھ بھی لیں گے۔ اگر لکھنے کے قابل ہوا تو"ــــ راجر نے کہا۔

"اوہ ــــ اچھا اچھا ــــ میں سمجھ گیا ــــ یعنی لکھنا آپ

کے لئے پرابلم ہے۔ کوئی بات نہیں۔ اب بھی وقت نہیں گیا۔ آپ تعلیم بالغاں کے کسی سنٹر میں داخلہ لے لیں ——— لکھنا پڑھنا سیکھ جائیں گے" ——— عمران نے بڑے سادہ اور ہمدردانہ انداز میں مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ——— آپ اپنا تعارف کرا رہے تھے"۔ شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ——— تعارف تو پھر ہو جاتے تعارف، تو دوستو ——— کان کھول کر پورے کھول کر۔ ایسے کھول کر جیسے بند کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں ——— اگر آپ سے نہ کھل سکیں تو کسی مستری کو بلوا لیں" ——— عمران کی رو ایک بار پھر پلٹ گئی تھی۔

"اجی ——— وہ تعارف" ——— شہلا نے اُسے ایک بار پھر ٹوکتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ——— تو میرا نام ——— چلیں چھوڑیں نام میں کیا رکھا ہے ——— آپ کے ملک کے ڈرامہ نگار شکسپیئر نے کہا ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے۔ اگر گلاب کے پھول کا نام گلاب نہ ہوتا تو کیا اس کی خوشبو ختم ہو جاتی ——— بات تو درست لگتی ہے لیکن جناب ——— یہ بھی تو سوچیے اگر گلاب کے پھول کا نام گوبھی کا پھول رکھ دیا جاتا تو پھر لوگ اُسے سونگھنے کی بجائے پکانا شروع کر دیتے ——— جمن نجومی تو کہتا ہے۔ نام ہی سب کچھ ہے۔ اگر آپ کا نام عاقل فاضل ہے تو یقیناً آپ جاہل مطلق ہوں گے۔

اور اگر آپ کا نام نہیں سکہ ہو گا تو پھر آپ کے اندھے ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔ اگر آپ ۔۔۔۔۔" ۔۔۔۔ عمران نے باقاعدہ مثالیں دینی شروع کر دیں۔

"کیا بکواس ہے ۔۔۔۔ شہلا ۔۔۔۔ کیا تم میرا وقت ضائع کرنے کے لئے اس احمق کو یہاں پکڑ لائی ہو" ۔۔۔۔ راجر کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ چیخ پڑا۔

"عمران صاحب ۔۔۔۔ پلیز ۔۔۔۔ سنجیدگی اختیار کریں۔ راجر بے حد سنجیدہ آدمی ہے۔ اسے وقت کا بڑا احساس رہتا ہے" شہلا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وقت کا احساس اچھی چیز ہے۔ دانشور کہتے ہیں وقت ایک چکر ہے۔ سرکل ہے ۔۔۔۔ اور جب اس سرکل کو توڑ دیا جائے تو پھر یہ ڈیتھ سرکل بن جاتا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی تیز نظریں ڈیتھ سرکل کے الفاظ کہتے ہوئے شہلا اور راجر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"پھر وہی بکواس" ۔۔۔۔ راجر نے چونک کر لہجے میں مصنوعی غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ لیکن عمران کی نظروں سے ان دونوں کی آنکھوں میں ڈیتھ سرکل کے الفاظ سننے پر ظاہر ہونے والے تاثرات چھپے نہ رہ سکے ۔۔۔۔ اور اسی مقصد کے لئے تو اس نے جان بوجھ کر یہ الفاظ ادا کئے تھے۔

"کمال ہے ۔۔۔۔ آپ موت کے اس سرکل یعنی ڈیتھ سرکل

کو کو اس کہہ رہے ہیں۔ جب کہ موت اٹل حقیقت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ اس چکر میں دوسروں کو پھنسانا چاہتے ہیں۔ اور کچھ خود ہی پھنس جاتے ہیں "۔۔۔۔ عمران نے فلسفیانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب ۔۔۔۔ یہ آپ نے کیا ڈیتھ سرکل کی رٹ شروع کر دی ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے "۔۔۔۔ اس بار شہلا نے بھی سخت لہجے میں کہا۔

"پھر وہی مطلب ۔۔۔۔ اس بار تو مطلب مجھے بھی نہیں آتا۔ اچھا دوستو ۔۔۔۔ تو پھر تعارف ہو جائے۔ میرا نام حقیر فقیر پر تقصیر، ہیچ مدان ۔۔۔۔ بندہ نادان ۔۔۔۔ جس کا باورچی سلیمان ۔۔۔۔ جس کا باپ سر رحمان ۔۔۔۔ اور جس کا باس سر سلطان ۔۔۔۔ جس کے پاس نہیں کوئی سامان ۔۔۔۔ اس بندہ نادان ۔۔۔۔ بے روح اور بے جان ۔۔۔۔ ارے ارے۔ یہ تو غلط ہو گیا۔ باروح اور باجان ہونا چاہیئے کا نام علی عمران۔ ایم۔ایس۔سی۔ڈی۔ایس۔سی (آکسن) ہے "۔۔۔۔ عمران نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ایم۔ایس۔سی۔ڈی۔ایس۔سی (آکسن) "۔۔۔۔ ناہر اور شہلا نے بیک وقت بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ان دونوں کے چہروں پہ اس کی ڈگریاں سن کر حیرت کے تاثرات چھا گئے تھے۔

"ایک اور ڈگری بھی ہے۔ مگر میں اُسے ہمیشہ بوتل میں بند

رکھتا ہوں۔ یہ ڈگری بڑی سخت ہے۔ اس ڈگری کے چار قطرے بھی کسی کو پلا دیئے جائیں تو پھر وہ بندہ بے دام۔ غلام ابن غلام ہو جاتا ہے ــــــ اور اس ڈگری کو ایم۔ زیڈ کہتے ہیں"۔ عمران نے بڑے پر اسرار انداز میں ایم۔ زیڈ کے الفاظ ادا کرتے ہوئے کہا۔

اس بار شہلا اور راجر پر ان الفاظ کا زبردست ردعمل ہوا ــــــ راجر تو بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے اس نے انتہائی پھرتی سے سائیلنسر لگا ریوالور نکال لیا۔ شہلا بھی اٹھ کر تیزی سے ایک طرف ہٹتی چلی گئی ــــــ اس کے چہرے پر بھی شدید خوف اور حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"بتاؤ ——— یہ تم نے ایم ۔ زیڈ کے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل کی ہیں ۔ بتاؤ ——— ورنہ گولی مار دوں گا" راجر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"راجر ——— یہ فیاض کا ساتھی ہے ۔ اور سنو ——— میں نے فیاض کو ٹریپ کر لیا تھا ۔ میں نے اس کے دفتر میں موجود فائل بھی دیکھ لی ہے ——— اس میں ایم ۔ زیڈ کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ وہ سطحی سی اطلاع ہے جو برطانیہ سیکرٹ سروس نے سرکاری طور پر دی ہے ۔ فیاض نے سارا کام اس آدمی کے ذمہ لگا دیا ہے ——— میں تمہارے ساتھ بات کرنے کے لئے یہاں آئی تو ہال میں یہ نظر آگیا ۔ چنانچہ میں اسے یہاں لے آئی ہوں" شہلا نے جلدی جلدی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ لیکن اسے میرے متعلق کس نے اطلاع دی۔ کہ میں ڈیتھ سرکل سے منسلک ہوں ــــ اور پھر ایم۔ زیڈ ــــ بوتل اور چار قطرے ــــ اس کا مطلب ہے یہ احمق ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جانتا ہے" ــــ راجر نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اگر یہ جانتا بھی ہے تو اسے مزید جاننے کے لئے مہلت نہیں ملنی چاہیئے" ــــ شہلا نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ دوسرے لمحے اس نے بھی بلاوز سے ایک چھوٹا سا پستول برآمد کر لیا۔

مگر عمران ان دونوں کے درمیان کرسی پر یوں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جیسے یہ اسلحہ پلاسٹک کا بنا ہوا ہو ــــ اور اسے ان سے کوئی خطرہ نہ ہو۔

"بھئی ــــ ابھی تو میں نے آدھا تعارف ہی کرایا ہے۔ کہ تم دونوں گھبرا گئے ہو ــــ ناراضگی چھوڑو۔ باقی تعارف نہیں کراتا۔ اتنا ہی کافی ہے" ــــ عمران نے کہا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اپنی خوش قسمتی پر ہنس رہا تھا کہ قسمت نے خودبخود اُسے اصل مجرم سے ٹکرا دیا ہے ــــ اب یہ بات بھی یقینی ہو گئی تھی کہ اس ادھیڑ عمر غیر ملکی انجینئر نے بھی اسی راجر کو ہی فون کیا ہو گا۔

"شٹ اپ ــــ سنو ــــ جو کچھ تم ڈیتھ سرکل کے بارے میں جانتے ہو سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ اس طرح شاید میں تمہاری جان بخش دینے پر غور کر دوں" ــــ راجر نے انتہائی سخت

لہجے میں کہا۔

"ڈیتھ سرکل ۔۔۔۔ ارے کیا کہہ رہے ہو۔ کس خوف ناک سرکل کا نام لے رہے ہو ۔۔۔۔ نہیں بھائی ۔۔۔۔ مجھے مرنے کا فی الحال کوئی شوق نہیں ۔ ابھی تو میں نے مس شہلا سے طوفانی قسم کا عشق کرنا ہے ۔ تم ابھی سے ڈیتھ کا نام لے رہے ہو"۔ عمران نے بڑے خوف زدہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے راجر ۔۔۔۔ اسے زیادہ ڈھیل دینا اپنے ساتھ زیادتی ہے۔ جو کچھ یہ جانتا ہے اسے اپنے ساتھ قبر میں لے جانا چاہیئے"۔ ۔۔۔۔ شہلا نے سخت لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر پر انگلی کی گرفت سخت کر دی۔

"ٹھہرو شہلا ۔۔۔۔ جلدی مت کرو۔ ورنہ اس کی لاش یہاں سے لے جانا مسئلہ بن جائے گی ۔۔۔۔ ہم اسے یہاں سے لے جا کر کسی سنسان جگہ پر قتل کریں گے"۔ ۔۔۔۔ اچانک راجر نے ڈچ زبان میں شہلا سے مخاطب ہو کر کہا اور شہلا نے سر ہلا دیا۔

راجر نے شاید یہ سمجھا تھا کہ یہ پاکیشیا میں رہنے والا احمق سا آدمی بھلا ڈچ زبان کیسے جانتا ہو گا ۔۔۔۔ اب اُسے کیا معلوم کہ عمران ڈچ زبان اس طرح بولتا اور سمجھتا تھا جیسے ڈچ اس کی مادری زبان ہو۔ لیکن عمران نے جان بوجھ کر اپنا چہرہ بے تاثر ہی رکھا۔

"بھئی ــــــ یہ کون سی زبان میں تم دونوں نے باتیں شروع کر دیں۔ اچھے بھلے سیدھی سادھی انٹرنیشنل زبان میں گفتگو ہو رہی تھی پھر یہ پٹڑی کیوں بدل ڈالی" ــــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"تم کھڑے ہو جاؤ ــــــ اور دیوار کی طرف منہ کر لو۔ خبردار اگر غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ــــــ راجر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"واہ واہ ــــــ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا کوئی صحیح حرکت ہے۔ بلکہ یہ تو سرے سے کوئی حرکت ہی نہیں"

عمران نے پُر زور انداز میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں اٹھو ــــــ ورنہ گولی مار دوں گا" ــــــ راجر نے کہا۔

"گولی ــــــ اچھا ــــــ بے شک مار دو۔ میں اٹھا کر کھا لوں گا۔ لیکن گولی میٹھی ہونی چاہیئے ــــــ کڑوی گولی کھانے سے مجھے الرجی ہو جاتی ہے" ــــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ یوں خوف زدہ انداز میں اچھل کر کرسی سے نیچے گرا۔ جیسے کوئی بچہ اچانک اپنے اوپر چھپکلی گر جانے سے ڈر کر کرتا ہے۔ کیونکہ عمران کا فقرہ ختم ہوتے ہی راجر نے ٹریگر دبا دیا تھا۔ اور ہلکی سی ٹھس کے ساتھ ہی گولی عمران کے کان کے پاس سے گزر کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرائی تھی۔

"کھڑے ہو جاؤ ــــــ ورنہ اس بار گولی سینے میں گھس جائے گی"

راجر نے سخت لہجے میں کہا۔

اور عمران ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ یوں اٹن شن کھڑا تھا جیسے پریڈ کرتے ہوئے کسی بڑے افسر کو سلامی دے رہا ہو۔

" دیوار کی طرف منہ کر لو ۔۔۔ جلدی " ۔۔۔۔ راجر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور عمران فوجی انداز میں اباؤٹ ٹرن ہوا۔ اور پھر مارچ کے سے انداز میں قدم اٹھاتا سائیڈ کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔۔ راجر نے اس کی پشت پر رک کر ایک ہاتھ سے بڑی پھرتی اور مہارت سے اس کی جیبوں کی تلاشی لے لی ۔۔۔ لیکن عمران کی جیب میں کچھ ہوتا تو اُسے ملتا۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔۔ سیدھے ہو جاؤ " ۔۔۔۔ راجر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور عمران اُسی طرح کھڑے کھڑے دوبارہ اباؤٹ ٹرن ہو گیا۔

" سنو ۔۔۔ اب تم یہاں سے ہمارے ساتھ باہر چلو گے۔ اس طرح جیسے دوستوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اگر تم نے شور مچانے یا کسی کو اشارہ کرنے کی کوشش کی تو وہیں ڈھیر کر دوں گا " ۔۔۔۔ راجر نے عمران کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

" باہر ۔۔۔ مگر کہاں ۔۔۔ کیا فلم دکھانے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر تم کباب میں ہڈی کیوں بنتے ہو۔ میں اور شہلا ہی کافی ہیں " ۔۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو" ـــــ راجہ نے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر اُسے ریوالور سے دروازے کی طرف چلنے کے لئے کہا۔

"یار ـــــ تم تو بات بات پر چیخ پڑتے ہو۔ تمہارے گلے میں بھی سائیلنسر فٹ کرنا پڑے گا ـــــ ورنہ میں تو تمہاری چیخیں سن سن کر بہرہ ہو جاؤں گا" ـــــ عمران نے بُرا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دروازے کی طرف مڑ گیا۔ راجہ نے اس کے مڑتے ہی تیزی سے ریوالور کوٹ کی جیب میں ڈالا۔ اور پھر وہ عمران سے ایک قدم پیچھے چل پڑا ـــــ شہلا نے بھی پستول واپس اپنے بلاؤز میں چھپایا اور وہ بھی باہر نکل آئی۔

عمران نے باہر نکلتے ہی ایک طرف سے جولیا کو اپنی طرف آتے دیکھا ـــــ جولیا کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھی کسی کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف آ رہی ہو۔ عمران اُسی طرح لاپرواہی سے آگے بڑھتا چلا گیا ـــــ شہلا اور راجہ اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بے حد چوکنا ہیں ـــــ جولیا بھی چہرے پر کوئی تاثر پیدا کئے بغیر تیزی سے ان کے قریب سے گزری اور پھر ان سے آگے سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

"ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ کوئی غلط حرکت مت کرنا۔ ورنہ میں ایک لمحہ بھی توقف نہیں کروں گا" ـــــ راجہ نے سرگوشیانہ انداز میں عمران سے کہا اور عمران نے یوں سر ہلایا جیسے اُسے اس بات کی پوری طرح سمجھ آ گئی ہو۔

سیڑھیاں اتر کر وہ ہال میں پہنچے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے مین گیٹ سے باہر نکلتے چلے آئے ۔۔۔ اب راجر اور شہلا کو کیا پتہ کہ عمران تو خود یہی چاہتا تھا کہ اس بھرے پُرے ہوٹل سے باہر نکلا جائے ۔۔۔ ورنہ ظاہر ہے وہ بے چارے عمران کو غلط حرکت کرنے سے روکنے پر کیسے قادر ہو سکتے تھے۔

"میری کار ادھر موجود ہے" ۔۔۔ شہلا نے باہر نکلتے ہی کہا۔ اور پھر راجر نے عمران کو اس کار کی طرف بڑھنے کے لئے کہا۔

چند لمحوں بعد وہ شہلا کی کار کے قریب پہنچ گئے۔ اور راجر عمران سمیت پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا ۔۔۔ جب کہ شہلا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"ساحل سمندر پر چلو ۔۔۔ ویران علاقے میں" ۔۔۔ راجر نے ایک بار پھر ڈچ زبان میں کہا۔ اور شہلا نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی ۔۔۔ عمران نے کار میں بیٹھتے ہی سیٹ سے سر ٹکا دیا تھا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں جیسے اسے زبردست نیند آ رہی ہو ۔۔۔ اور پھر اس کے خراٹوں کے ہلکے ہلکے سائرن بجنا شروع ہو گئے۔

"یہ تو سو گیا ۔۔۔ عجیب احمق آدمی ہے۔ اسے خطرے کا احساس تک نہیں" ۔۔۔ شہلا نے بیک مرر میں عمران کی حالت دیکھتے ہوئے ڈچ زبان میں کہا۔

"سونے دو ۔۔۔ اس طرح یہ ہمارا کام آسان کر رہا ہے۔

لیکن اسے ایم۔ زیڈ کے بارے میں کیسے علم ہوا۔ اور پھر بوتل اور قطرے ـــــ اور اس کے ساتھ ہی ٹرنکورا ہوٹل میں اس کی موجودگی سب مجھے حالات توقع سے کہیں زیادہ سیریس محسوس ہو رہے ہیں" ـــــ راجر نے ڈچ زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں خود اس کی معلومات پر حیران ہوں۔ حالاں کہ اسے یہ کیس فیاض نے دیا ہے ـــــ اور اسے میں نے اچھی طرح کھنگالا ہے۔ وہ اگر ایم۔ زیڈ کے بارے میں کچھ جانتا ہوتا تو اگل دیتا" شہلا نے جواب دیا۔

"مگر تم اسے میرے کمرے میں کیوں لے آئی تھیں" راجر نے کہا۔

"دراصل میں اسے صرف تمہیں دکھانے کے لئے آئی تھی۔ تاکہ تم اس کی ٹائپ سمجھ جاؤ ـــــ میں نے اس کی رہائش گاہ کا بھی پتہ چلا لیا تھا۔ لیکن یہ تو اچھا ہوا کہ یہ خود ہی کھل گیا" شہلا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ مزید کیسے نہیں کھلتا۔ میں اس کی ہڈیاں توڑ ڈالوں گا۔ اسے سب کچھ اگلنا پڑے گا" ـــــ راجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور شہلا نے سر ہلا دیا۔ وہ راجر کے متعلق اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ دشمنوں کے لئے وہ قطعی طور پر بے رحم ثابت ہوتا تھا ـــــ اور وہ تصور ہی تصور میں اس احمق نوجوان کے جسم کو قیمہ ہوتے

دیکھ رہی تھی۔
کار اب شہر سے نکل کر ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر تقریباً اڑتی ہوئی جا رہی تھی ــــ شہلا نے بیک مرر پر تعاقب کا بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ لیکن سڑک پہ اکا دکا گاڑیاں آجا رہی تھیں کوئی مشکوک گاڑی اُسے نظر نہ آئی ــــ عمران بدستور خراٹے لے رہا تھا۔ جب کہ راجر بڑے چوکنے انداز میں ریوالور سنبھالے عمران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں عمران پہ گڑی ہوئی تھیں۔
ساحل سمندر پہنچنے تک کار میں خاموشی طاری رہی۔ اور پھر کار شہلا نے اس علاقے کی طرف موڑ دی جدھر صرف ریت ہی ریت تھی ــــ تقریباً دس منٹ تک مسلسل ریت میں گاڑی چلانے کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دور دور تک سوائے ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔
"بس ــــ ٹھیک ہے ــــ یہاں گاڑی روک دو"
راجر نے شہلا سے مخاطب ہو کر کہا اور شہلا نے بریک مار دیئے۔ اچانک گاڑی کو جھٹکا لگنے سے عمران نے آنکھیں کھول دیں۔
"اچھا ــــ سینما ہال آگیا ــــ بہت خوب ــــ مگر یہ تو کوئی صحرائی سی فلم ہے۔ یہاں کہاں آ پھنسے ــــ تم ــــ یار کوئی رومانی سی فلم دیکھنی تھی" ــــ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
مگر اسی لمحے راجر ــــ دروازہ کھول کر نیچے اتر الا دوسرے

لمحے اس نے عمران کا بازو پکڑ کر اُسے زوردار جھٹکا دیتے ہوئے باہر کی طرف کھینچا اور عمران یوں اچھل کر باہر نکل آیا جیسے وہ خود اسی انتظار میں ہو کہ کوئی آکر اُسے باہر کی طرف کھینچے۔

باہر نکلتے ہی راجر نے ریوالور جیب میں رکھا اور دوسرے لمحے وہ عمران پر بھوکے درندے کی طرح جھپٹ پڑا ـــــ مگر عمران نے جھکائی دے کر اپنے آپ کو اس کے حملے سے بچایا۔ اور پھر وہ تیزی سے کار کی دوسری طرف بھاگتا چلا گیا۔

"ارے ارے ـــــ بچاؤ ـــــ یہ تو آدم خور معلوم ہوتا ہے"
عمران کا انداز خوف زدہ بچے جیسا تھا۔

"ٹھہرو ـــــ خبردار" ـــــ اچانک شہلا نے کہا اور اُسی لمحے اس نے عمران پر گولی چلا دی۔ وہ بھی اپنا پستول دوبارہ برآمد کر چکی تھی ـــــ مگر اس کی گولی کار کی چھت پر لگ کر پھسلتی ہوئی ریت میں دفن ہو گئی۔ عمران بڑی پھرتی سے کار کی آڑ میں دبک گیا تھا۔

راجر چیختا ہوا عمران کے پیچھے بھاگا۔ اس نے بھی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا تھا ـــــ اس کا چہرہ غصے سے آگ بنا ہوا تھا۔ اور پھر جیسے ہی وہ کار کی دوسری طرف پہنچا۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ عمران غائب تھا۔

"ارے ـــــ یہ کہاں گیا" ـــــ راجر نے حیرت سے چیخ کر کہا۔ کیونکہ کار کی دوسری طرف شہلا موجود تھی اور اس طرف راجر۔ مگر عمران غائب ہو چکا تھا ـــــ اور اُسی لمحے اُسے عمران کے بوٹ کار کے نیچے نظر آ گئے۔

"یہ کار کے نیچے موجود ہے" ۔۔۔۔ راجر نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کے پیروں پر گولی چلا دی۔ مگر یہ گولی بھی ضائع چلی گئی ۔۔۔۔ کیونکہ عمران کے بوٹ ایک لمحہ پہلے کار کے اندر غائب ہو چکے تھے اور اسی لمحے شہلا کی چیخ سنائی دی وہ ایک دھماکے سے نیچے گری تھی ۔۔۔۔ اور راجر اس کی چیخ سنتے ہی تیزی سے بھاگتا ہوا کار کی دوسری طرف آیا۔ مگر یہاں بھی عمران موجود نہ تھا جبکہ شہلا اب نیچے گر کر اٹھ رہی تھی۔

"ارے ۔۔۔۔ میرا پستول" ۔۔۔۔ شہلا نے اٹھ کر چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں سنبھلتے اچانک ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ اور راجر چیخ مار کر اچھل پڑا ۔۔۔۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر ۔۔۔۔ ریت میں جا گرا تھا۔ گولی کار کی دوسری طرف سے چلائی گئی تھی ۔۔۔۔ اور راجر اور شہلا چونک کر مڑے تو عمران بڑے مطمئن انداز میں شہلا کا پستول پکڑے اور کار کی چھت پر کہنیاں ٹکائے کھڑا تھا۔

"کمال ہے ۔۔۔۔ یہ تو اصلی پستول ہے۔ میں سمجھا تھا پلاسٹک کا ہے" ۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں بے پناہ حیرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ وہ اس طرح پستول کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے اب بھی یقین نہ آرہا تھا کہ یہ اصلی ہے۔

راجر نے اسے پستول کی طرف متوجہ دیکھ کر اپنے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی ۔۔۔۔ مگر عمران نے بجلی کی سی پھرتی سے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمحے گولی بھاگتے ہوئے راجر کی دونوں

ٹانگوں کے درمیان سے گزر کر ریت پر پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر پڑی اور ریوالور اچھل کر دور جا گرا۔
شہلا اب ایک لمحے تو ٹھٹھکے ہوئے انداز میں کھڑی رہی۔ مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے نیچے گری ـــــ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اس کی اس حرکت کا مقصد سمجھتا۔ شہلا ایک بار پھر اچھل کر کھڑی ہوئی اور پھر عمران کے چہرے اور آنکھوں پر ریت کی بوچھاڑ پڑی۔ شہلا نے حیرت انگیز ذہانت کا مظاہرہ کیا تھا ـــــ اس نے ریت کی مٹھی بھر کر عمران کی آنکھوں پر مار دی تھی اور عمران اس اچانک اور غیر متوقع حربے کے سامنے بے بس ہو گیا ـــــ ریت آنکھوں میں پڑتے ہی وہ اچھل کر پیچھے ہٹا اور پستول اس کے ہاتھوں سے گر پڑا۔ اور وہ تیزی سے اپنی آنکھیں ملنے لگا ـــــ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل ہی اندھا ہو گیا ہو۔ اس نے تیزی سے اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو رگڑا اور پھر تیزی سے آنکھیں کھول دیں ـــــ لیکن ہلکی سی دھند کے علاوہ اُسے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اسی دھند میں اس نے راجر کا اٹھتا ہوا ہاتھ دیکھ لیا۔ اور دوسرے لمحے وہ نیچے غوطہ لگا گیا ـــــ اور راجر کے ریوالور سے نکلنے والی گولی اس کے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر گئی عمران بجلی کی سی تیزی سے آنکھیں مل رہا تھا ـــــ لیکن آنکھوں سے بہنے والا پانی آبشار کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ریت نے اس کی آنکھوں کو خاصا زخمی کر دیا تھا۔
"اب تم بچ کر نہیں جا سکتے" ـــــ اچانک راجر کی چیختی ہوئی

آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمحے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ عمران نے یہی سمجھا کہ گولی اس کے جسم میں ترازو ہو جائے گی لیکن گولی چلنے کے ساتھ ہی راجر کی چیخ سنائی دی ـــــ اور عمران نے چونک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ کار سے چند فٹ کے فاصلے پر ریت پر بیٹھا ہوا آنکھیں مل رہا تھا۔

"بھاگو ـــــ اس کے ساتھی آ گئے ہیں" ـــــ اچانک راجر کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی تڑاتڑ گولیاں برسنی شروع ہو گئیں۔

یہ آواز عمران کی پشت کی طرف سے خاصے فاصلے پر سے آ رہی تھی ـــــ اور اسی لمحے عمران کو دوسری طرف سے کار کے دروازے کھلنے سنائی دیئے ـــــ عمران کی آنکھوں کے سامنے ابھی تک دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ریت نے واقعی تقریباً اندھا ہی کر دیا تھا۔ اور پھر کار تیزی سے مڑتی محسوس کی۔ اور دوسرے لمحے عمران نے وہیں بیٹھے بیٹھے چھلانگ لگائی ـــــ اور تقریباً پانچ چھ فٹ دور جا گرا۔ یہ اس کی چھٹی حس تھی جس نے اسے آخری لمحے میں بچا لیا تھا ـــــ ورنہ راجر نے کار موڑ کر عمران کو کار سے کچلنے کی آخری کوشش کی تھی۔ اور کار کے پہیوں کے مڑنے اور آواز سے ہی عمران ان کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ کار شائیں کی آواز سے اس کے قریب سے گزرتی چلی گئی ـــــ اسی لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازیں ایک بار پھر گونجیں۔ لیکن کار آگے بڑھتی ہی چلی گئی ـــــ اور اسی لمحے عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اسے

کچھ کچھ نظر آنے لگ گیا تھا۔ لیکن آنکھوں میں ابھی تک شدید مرچیں لگی ہوئی تھیں۔

وہ فائرنگ کے انداز سے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ فائرنگ جولیا نے کی ہے۔۔۔۔۔۔ اور پھر چند لمحوں بعد ایک ٹیلے کی آڑ سے جولیا بھاگتی ہوئی عمران کی طرف آئی۔

"شکر ہے۔۔۔۔۔۔ تم بچ گئے۔۔۔۔۔۔ اگر میں اچانک فائر نہ کرتی تو اس بار وہ یقیناً تمہیں نشانہ بنا لیتا۔" ۔۔۔۔۔۔ جولیا نے قریب آ کر کہا۔

"تم نے خواہ مخواہ تکلف کیا۔۔۔۔۔۔ مرنے دیتا تھا۔ کم از کم تنویر تو خوشی سے بھنگڑہ ڈالتا کہ ایک رقیب روسفید تو ختم ہوا۔" عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو۔۔۔۔۔۔ یہ بتاؤ تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے۔ اس کتیا نے خوف ناک وار کیا تھا۔" ۔۔۔۔۔۔ جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"کتیا ہمیشہ خوف ناک وار کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ بہر حال اب ٹھیک ہے۔" ۔۔۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں بُری طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"میں تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی۔ میں نے کار ٹیلے کی آڑ میں روکی۔۔۔۔۔۔ اور عین اس وقت میں نے تم لوگوں کو چیک کیا۔ جب وہ تمہاری آنکھوں میں ریت ڈال رہی تھی۔" جولیا نے کہا۔

"آنکھوں میں خاک ڈالنا تو سنا تھا آج یہ بھی پتہ چل گیا۔ کہ خاک کی بجائے ریت بھی ڈالی جاتی ہے ــــــ بہر حال آؤ ــــــ وہ لوگ تو نکل گئے" ــــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جولیا کے ساتھ چلتا ہوا وہ اس ٹیلے کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے پیچھے اس کی کار موجود تھی

کار تیزی سے شہر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ راجر سٹیرنگ پر بیٹھا ہوا تھا جب کہ پچھلی نشست پر شہلا موجود تھی۔ شہلا کے چہرے پر شدید پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے ـــــ جب کہ راجر غصے کی شدت سے دانت پیس رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا ـــــ آنکھوں سے چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔

"اس کے ساتھی نجانے کہاں سے ٹپک پڑے"ـــــ راجر نے دانت پیستے ہوئے بیک مرر پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"حالاں کہ میں نے اچھی طرح چیک کیا تھا۔ پھر بھی وہ اچانک ٹپک پڑے"ـــــ شہلا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ پہلا ملک ہے جہاں اس قسم کے حالات پیش آ رہے ہیں۔ ورنہ اس سے قبل ڈیتھ سرکل ہمیشہ خاموشی سے کام کرتی رہی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی ـــــ صرف انٹیلی جنس

وغیرہ نے ڈیتھ سرکل کا نام ہی سن رکھا تھا۔ لیکن یہاں تو یہ احمق ہمارے بنیادی راز تک پہنچ چکا ہے ؟ ـــــــ راجر نے کہا۔

" ویسے راجر ـــــــ یہ شخص بے حد چالاک اور عیار ہے۔ اس نے کس عیاری سے مجھے گرا کر میرا پستول چھین لیا۔ اور اس طرح صورت حال ہی بدل ڈالی ـــــــ اس کی آنکھوں میں ریت نہ ڈالتی تو وہ ہمیں بھاگنے بھی نہ دیتا " ـــــــ شہلا نے کہا۔

" تمہاری بات درست ہے شہلا ـــــــ ہم نے اس آدمی کے متعلق غلط اندازہ لگایا ہے۔ یہ شخص واقعی بے حد خطرناک اور عیار ہے ـــــــ اس کے ساتھ اور طریقے سے نپٹنا ہوگا " راجر نے جواب دیا۔

" اب تو اس آدمی کی موت کے بغیر ہمارا مشن چل ہی نہیں سکتا " ـــــــ شہلا نے کہا۔

"ہاں ـــــــ اب اسے ہر قیمت پر مرنا ہوگا۔ ڈیتھ سرکل کا اس ملک میں یہ سب سے بڑا انکشاف ہوگا " ـــــــ راجر نے جواب دیا۔

" تو اب تم کیا کرو گے " ـــــــ شہلا نے پوچھا۔

" میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ پر اتار کر ہیڈ کوارٹر جاؤں گا۔ اور باس کو سارے واقعات کی رپورٹ کروں گا ـــــــ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے " ـــــــ راجر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" مجھے بھی ہیڈ کوارٹر لے چلو ـــــــ ایسا نہ ہو یہ آدمی میری رہائش گاہ کا پتہ لگا کر وہاں آدھمکے " ـــــــ شہلا نے خوف زدہ لہجے

میں کہا۔

" ایسی کوئی بات نہیں ـــــ گھبرانے سے کام نہیں چلے گا۔ تم اپنی رہائش گاہ پر نہیں جانا چاہتیں تو پھر تم جوزفین کلب میں ٹھہر جاؤ۔ وہاں مارگریٹ کا کمرہ خالی ہے ـــــ وہ ایسی جگہ ہے جہاں ان جیسا کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ مادام جوزفین اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتی ہے۔ باس سے بات کر کے اگر تمہارے متعلق کوئی ہدایت ہوئی تو میں تم سے وہیں رابطہ قائم کر لوں گا۔ ورنہ تم وہاں سے باہر نہ نکلنا ـــــ جب تک یہ آدمی اور اس کے ساتھی قبروں میں نہیں پہنچا دیئے جاتے" ـــــ راجر نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے ـــــ بالکل ٹھیک ہے" ـــــ شہلا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" اس عمران کی رہائش گاہ کا تمہیں علم ہے" ـــــ راجر نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

" ہاں ـــــ یہ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰ میں اپنے ایک باورچی سلیمان کے ساتھ رہتا ہے" ـــــ شہلا نے جلدی سے جواب دیا۔

" اوکے ـــــ اب یہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا" ـــــ راجر نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کار جوزفین کلب کے گیٹ پر روکی۔ اور شہلا اتر کر اندر چلی گئی ـــــ مارگریٹ کی وجہ سے

مادام جوزفین چوں کہ اُسے اچھی طرح پہچانتی تھی اس لئے وہاں مارگریٹ کا کمرہ کھلوانا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔

راجر اُسے اُتار کر کار چلاتا ہوا سیدھا گلشن کالونی کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ جہاں بطور باس اس نے ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔ اس نے تنظیم میں اپنی دو حیثیتیں بنائی ہوئی تھیں۔ ایک حیثیت میں وہ باس تھا۔ ڈیتھ سرکل کا پراسرار اور طاقت ور باس ـــــ اور دوسری حیثیت میں وہ ایک عام ورکر تھا۔

راجر نے ہیڈ کوارٹر میں اپنے مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی الماری سے ٹرانسمیٹر نکالا ـــــ اور پھر اس پر فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ اب وہ ٹیلی فون کے استعمال کے سلسلے میں محتاط ہو گیا تھا۔ کیوں کہ اب اس کے خیال کے مطابق انٹیلی جنس ڈیتھ سرکل کے پیچھے لگ گئی تھی ـــــ اس لئے ٹیلی فون کال آسانی سے چیک کی جا سکتی تھی۔ فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ تو اس میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور ٹرانسمیٹر پر سرخ رنگ کا بلب جھپکنے لگا ـــــ چند لمحوں بعد ہی بلب سبز ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز نکلنی بند ہو گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔

"ہیلو ہیلو ـــــ ڈی۔ ایس۔ باس کالنگ اوور"

راجر نے ڈیتھ سرکل کا مخصوص کوڈ دہراتے ہوئے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یس باس ـــــ نمبر ٹو سپیکنگ اوور" ـــــ دوسری

طرف سے ٹونی کی آواز سنائی دی۔ ٹونی نے بھی جواب میں اپنے نام کی بجائے کوڈ دوہرایا۔
"لڑکیوں کے مشن کا کیا ہوا اوور"۔۔۔۔ راجر نے پوچھا۔
"ابھی تھوڑی دیر پہلے کام مکمل ہو گیا ہے باس اوور" دوسری طرف سے ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"تفصیلی رپورٹ دو اوور"۔۔۔۔ راجر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"ایک کار میں چاروں کو بے ہوش کر کے لادا گیا۔ اور پھر کار کو ایک اونچی پہاڑی سے نیچے دھکیل دیا گیا اوور"۔۔۔۔ ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔۔۔۔ مگر وہ تو علیحدہ علیحدہ رہتی ہیں۔ پھر یہ کیسے اکٹھی ہوئیں اوور"۔۔۔۔ راجر نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔
"شہلا کی آواز میں انہیں فرداً فرداً بلایا گیا اور ہر کام آسان ہو گیا اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
"او کے۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔ اب مزید ہدایات سنو۔ انتہائی اہم مشن درپیش ہے۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰۰ میں ایک احمق سا نوجوان رہتا ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے۔۔۔۔ بظاہر وہ انتہائی احمق اور پاگل سا شخص ہے مگر درحقیقت انتہائی عیار مکار اور ذہین آدمی ہے۔۔۔۔ اسے فوری طور پر ہلاک کرنا ہے۔ چاہے کسی طرح بھی کرو۔ لیکن آج ہی یہ کام مکمل ہونا چاہیئے۔ پورا گروپ اس کام پہ لگا دو۔۔۔۔ بے شک اس کا فلیٹ بم سے

اڑا دو۔ یا اُسے سڑک پہ گولی مار دو۔ کسی طرح بھی ہو اُسے ہر قیمت پہ ہلاک ہونا چاہیئے اوور "۔۔۔۔۔۔ راجر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

" اس کا حلیہ اور شناخت اوور "۔۔۔۔۔ ٹونی نے جواب میں سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔ اور راجر نے تفصیل سے اُسے عمران کا حلیہ اور قد و قامت کے متعلق بتا دیا۔

" مگر باس ۔۔۔۔۔ کیا یہ شخص واقعی اس قدر اہم ہے کہ اسے ہر حالت میں قتل ہونا چاہیئے اوور "۔۔۔۔۔ ٹونی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

" ٹونی ۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو کہ ڈیتھ سرکل صرف اشد مجبوری کی بنا پر اس قسم کے اقدام کرتی ہے۔ یہ شخص عمران تنظیم کے لئے بے حد خطرناک آدمی ثابت ہو رہا ہے ۔۔۔۔۔ اس کا ٹکراؤ راجر اور شہلا کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اور راجر سے پوری رپورٹ ملی ہے کہ وہ ایم سنڈ تک پہنچ چکا ہے۔ اور یہ تنظیم کے لئے انتہائی خطرناک بات ہے اوور "۔۔۔۔۔ راجر نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے باس ۔۔۔۔۔ واقعی اسے ختم ہونا چاہیئے اوور " دوسری طرف سے ٹونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" سنو ۔۔۔۔۔ یہ مشن اتنا اہم ہے کہ میں کسی صورت ناکامی کی رپورٹ نہیں سننا چاہوں گا۔ اُسے ہر قیمت پر ختم ہونا چاہیئے۔ ہر قیمت پہ اوور "۔۔۔۔۔ راجر نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں باس ۔۔۔۔۔ ٹونی اپنے فرائض اچھی

طرح پہچانتا ہے اوور ؟" ـــــــ دوسری طرف سے ٹونی نے بڑے با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوکے ـــــــ میں تمہاری رپورٹ کا انتظار کروں گا اوور اینڈ آل ؟" ـــــــ راجر نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اُسے واپس الماری میں رکھ دیا ـــــــ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ کیوں کہ اُسے علم تھا کہ ٹونی ایسے کاموں میں مہارت کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے مشن میں کامیاب رہے گا۔

عمران کے سامنے ڈیتھ سرکل کی تمام صورت حال
اب واضح ہو کر سامنے آگئی تھی ـــــ ہوٹل سے ملنے والی
ایم ۔ زیڈ کی بوتل میں موجود قطروں کو اس نے خود ہی دانش منزل
کی لیبارٹری میں چیک کیا تھا ۔ اور چیکنگ کا حیرت انگیز نتیجہ نکلا
تھا ـــــ یہ ایسا عجیب و غریب مشروب تھا ۔ جس کے چند قطرے
انسان کی جنسی جبلت کو زبردست تحریک دیتے تھے ۔ اس قدر
زیادہ کہ انسان درندوں کی صف میں شامل ہو جاتا تھا ـــــ اس
لئے اس کو ایک بار استعمال کرنے کے بعد انسان ہمیشہ
کے لئے اس کا غلام بن جاتا تھا ـــــ یہ منشیات کی بالکل منفرد
قسم تھی ۔ جو ذہن کو ماؤف کرنے کی بجائے صرف جنسی جبلت کو
تحریک دیتی تھی ـــــ یہ ایسا خوفناک ہتھیار تھا جس کے ذریعے
بڑے سے بڑا راز حاصل کیا جا سکتا تھا ۔ اسے استعمال کرتے

والا شخص ہر طرح سے اسے سپلائی کرنے والے کا غلام ہو کر رہ جاتا تھا ـــــ چوں کہ دیڑ سے اُسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ایم زیڈ نامی شیشی شہلا کے ہاتھ سے گری تھی۔ اس لئے شہلا کی شخصیت مشکوک ہو گئی ـــــ اور پھر ٹائیگر کی رپورٹ پر وہ بس ویسے ہی ٹرنکو را ہوٹل جا نکلا۔ اور پھر وہاں شہلا اور راجہ سے ٹکراؤ کے بعد ساری صورت حال کھل کر سامنے آ گئی۔ فیاض اس کے کہنے پر شہلا سے ٹکرا چکا تھا ـــــ لیکن بجائے اس کے کہ شہلا سے وہ کچھ حاصل کرتا شہلا اُسے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ـــــ اور پھر راجہ کھل کر سامنے آ گیا۔ اس طرح ڈیتھ سرکل کے دو اہم ممبروں کے سامنے آنے کے ساتھ ساتھ ان کا مشن بھی سامنے آ گیا ـــــ اور ظاہر ہے وہ مشن یہی ہو سکتا ہے کہ ایم۔ زیڈ کو یہاں کے اعلیٰ طبقوں میں خفیہ طور پر متعارف کرایا جاتے ـــــ اور جب وہ اس مشروب کے غلام بن جائیں تو پھر انہیں بلیک میل کر کے نہ صرف ان سے دولت کمائی جائے بلکہ سرکاری راز بھی حاصل کیے جا سکیں گے۔ اگر عمران کو اتفاق سے ایم۔ زیڈ کی شیشی ہاتھ نہ لگ جاتی تو شاید وہ ڈیتھ سرکل کے ان دو اہم مہروں تک نہ پہنچ سکتا ـــــ عمران نے اب فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مشن کو فوری اختتام پذیر ہو جانا چاہیے ـــــ ورنہ اگر یہ مشروب یہاں پھیل گیا تو پھر اس پر کنٹرول بے حد مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کن ضرب لگانے کا مصمم ارادہ کر لیا ـــــ لیکن اب مسئلہ تھا۔ ان دو مہروں

اور ان کے دیگر ساتھیوں کی تلاش ——— عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اب راجر اور شہلا دونوں کچھ عرصے کے لئے زیر زمین چلے جائیں گے ——— اس لئے انہیں براہِ راست تلاش کرنا مشکل تھا۔ لیکن عمران کے ذہن میں ابھی ——— ایک کلیو موجود تھا۔ اور وہ کلیو تھا اس ادھیڑ عمر غیر ملکی انجینئر کا ——— اس نے ڈیگوڈورا ہوٹل میں راجر سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اور ظاہر ہے اس نے فیاض کے چھاپے اور ڈیتھ سرکل کا ذکر کیا ہوگا ——— اور پھر اس کے ذہن میں سر سلطان اور سر رحمان کی منتیں سماجتیں اور اس ادھیڑ عمر غیر ملکی کی اکڑ کا منظر بھی محفوظ تھا اور اس کا انتقام بھی لینا چاہتا تھا ——— اس لئے اس نے فوری طور پر اس ادھیڑ عمر غیر ملکی پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ جولیا نے اُسے فلیٹ پر چھوڑ دیا تھا ——— اور خود وہ شاید ایکسٹو کو رپورٹ دینے کے لئے اپنے فلیٹ میں چلی گئی تھی۔ اس لئے عمران فلیٹ کے اس مخصوص کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ جولیا کی رپورٹ اٹنڈ کر کے اُسے مزید ہدایات دے سکے ——— کیونکہ دانش منزل آج کل خالی پڑی ہوئی تھی۔ بلیک زیرو کو اس نے ایک خاص مشن پر بیرون ملک بھیجا ہوا تھا ——— اس بار ایک سیدھا سادھا سا مشن سامنے آیا تھا۔ اور بلیک زیرو اڑ گیا کہ اس بار وہ خود اس مشن پر کام کرے گا اور وہ دانش منزل میں بیٹھے بیٹھے بے کار ہو چکا تھا ——— چنانچہ عمران نے اُسے اجازت دے دی اور وہ سوائے جولیا کے باقی ممبروں کو لے کر اس مشن پر

روانہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ اب ملک میں عمران اور جولیا ہی باقی رہ گئے تھے ـــــ اس لئے اُسے معلوم تھا کہ جولیا کا فون خود بخود دانش منزل سے ڈائریکٹ ہو کر فلیٹ میں ہی آئے گا۔

اُسی لمحے مخصوص ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

" ایکسٹو " ـــــ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" جولیا بول رہی ہوں جناب ـــــ ایک اہم رپورٹ ہے " دوسری طرف سے جولیا نے پرجوش لہجے میں کہا۔

" تمہید مت باندھو ـــــ رپورٹ دو " ـــــ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" سوری سر ـــــ آپ نے مجھے شہلا کی نگرانی کے لئے کہا تھا۔ میں نے اس کی نگرانی کی تو وہ انٹیلی جنس کے مرکزی دفتر گئی اور وہاں اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے ملاقات کی ـــــ اور پھر فیاض سول ڈریس میں اس کی کار میں بیٹھ کر ہیڈکوارٹر سے باہر آگیا۔ اور وہ دونوں گرین بیچ پر واقع ہوٹل کے فیملی روم نمبر سولہ میں چلے گئے ـــــ جہاں شراب منگوائی گئی ہے چونکہ وہاں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں سے ان کی گفتگو سنی جا سکتی اس لئے میں صرف دور سے نگرانی کرتی رہی " ـــــ جولیا نے سپاٹ لہجے میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ ظاہر ہے جولیا فیاض اور شہلا کے فیملی روم میں جانے کے بعد وہاں جھانک بھی سکتی تو

نہ جھانکتی۔ اور ظاہر ہے جھانکے بغیر وہ گفتگو کیسے سن سکتی تھی۔ جولیا گو مغربی لڑکی تھی ـــــ لیکن یہاں رہتے ہوئے اس میں لاشعوری طور پر طبیعت میں مشرقی شرم وحیا کا احساس داخل ہو چکا تھا۔ اب اگر وہ بطور عمران جولیا سے بات کر رہا ہوتا تو پھر سے خوب چھیڑتا ـــــ لیکن ظاہر ہے بطور ایکسٹو وہ زیادہ بات نہ کر سکتا تھا۔

"پھر" ـــــ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"شہلا جناب تھوڑی دیر بعد باہر آگئی۔ اور پھر وہ وہاں سے سیدھی ٹرائیکو راہوٹل پہنچی ـــــ وہاں عمران پہلے سے موجود تھا۔ پھر عمران اور شہلا دونوں دوسری منزل کے ایک کمرے میں چلے گئے جہاں ایک غیر ملکی پہلے سے رہتا تھا ـــــ شہلا اور وہ غیر ملکی عمران کو جبراً ہوٹل سے باہر لے آئے اور اپنی کار میں بٹھا کر ساحل سمندر کی طرف چل پڑے ـــــ میں عمران کی پوزیشن دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ اُسے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ لیکن چوں کہ عمران اپنی حفاظت کر سکتا ہے اس لئے میں نے قریب سے تعاقب کرنے کی بجائے طویل فاصلے سے ان کا تعاقب کیا۔

عمران کو ساحل سمندر کے ایک ویران علاقے میں لے جا کر قتل کرنے کی کوشش کی گئی ـــــ جب عمران ان کے ہاتھوں بے بس ہو گیا تب میں نے مداخلت کی اور ان پر فائر کھول دیا۔ اس پر وہ دونوں کار میں سوار ہو کر بھاگ نکلے ـــــ چوں کہ عمران کی آنکھوں میں ریت ڈال دی گئی تھی اور وہ تقریباً اندھا ہو چکا

تھا اس لئے میں شہلا اور اس غیر ملکی کا تعاقب کرنے کی بجائے عمران کو سنبھالنے میں مصروف ہو گئی ـــــ اور اس طرح وہ لوگ نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اب میں عمران کو اس کے فلیٹ پہ چھوڑ کر آپ کو رپورٹ دے رہی ہوں تاکہ آپ مجھے مزید ہدایات دے سکیں "ـــــ جولیا نے کہا۔

"تمہیں شہلا کی نگرانی کی ہدایت دی گئی تھی یہ تو نہیں کہا گیا تھا کہ تم عمران کو سنبھالتی پھرو "ـــــ عمران نے جان بوجھ کر انتہائی سرد لہجے میں جولیا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"مم ـــــ مگر باس ـــــ عمران زخمی تھا۔ وہ اندھا ہو چکا تھا۔ اگر میں اسے نہ سنبھالتی تو وہ وہاں سے خود چل کر نہ آسکتا تھا "ـــــ جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو کیا ہوتا ـــــ کیا قیامت ٹوٹ پڑتی۔ عمران سیکرٹ سروس کا ممبر ہی نہیں ہے ـــــ اس لحاظ سے وہ ایک عام آدمی ہے اور تم نے سرکاری فرائض چھوڑ کر اُسے سنبھالنا شروع کر دیا ـــــ زیادہ سے زیادہ کیا ہوتا۔ عمران سمندر میں ڈوب مرتا ـــــ مر جاتا "ـــــ عمران نے جان بوجھ کر لہجے کو انتہائی سخت اور بے رحم بناتے ہوئے کہا۔

" اوہ ـــــ مگر سر .... عمران تو ہمارے کام آتا ہے "۔ جولیا کا لہجہ رو دینے والا ہو گیا ـــــ اور عمران کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ تصور میں ہی جولیا کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"کام آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اُسے سنبھالتے پھریں۔ کیا سیکرٹ سروس عمران کے بغیر نہیں چل سکتی ـــــ میرا خیال ہے تمہیں کوڑھیوں کے ہسپتال میں ایک سال کے لئے نرس بنادیا جائے۔ تاکہ بیمار لوگوں کو سنبھالتی رہو ـــــ اب سیکرٹ سروس کا کام تمہارے بس کا نہیں رہا"ـــــ عمران نے اُسے مزید رُلانے کے لئے کہا۔

"بب ـــــ باس" ـــــ معافی چاہتی ہوں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ـــــ معاف کر دیجئے آئندہ خیال رکھوں گی"ـــــ جولیا اب باقاعدہ رو پڑی تھی۔

"سنو جولیا ـــــ تم سیکرٹ سروس کی رکن ہو۔ سماجی کارکن نہیں ہو۔ تمہیں صرف اپنے فرائض کا خیال رکھنا ہوگا۔ اس قسم کی ہمدردیوں کو دل سے نکال پھینکو ـــــ اور سنو ـــــ اس بار میں آخری بار تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ آئندہ تم نے اگر ایسی غلطی کی تو ایسی عبرت ناک سزا دوں گا ـــــ کہ تم اپنے آپ سے بھی ہمدردی کرنے کے قابل نہ رہ جاؤ گی"ـــــ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اور اُسے دوسری طرف سے جولیا کے لمبے لمبے سانس واضح طور پر سنائی دینے لگے ـــــ وہ جولیا کی حالت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"بب ـــــ بہتر جناب"ـــــ جولیا نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سنو ـــــ اب تم نے عمران کی نگرانی کرنی ہے۔ مجھے

اطلاعات مل رہی ہیں کہ اس بار وہ سیکرٹ سروس سے بالا بالا ہی کام کر رہا ہے ۔۔۔۔ اور اُس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے ۔ میں اسے عبرت ناک سبق دینا چاہتا ہوں ۔ تاکہ اُسے معلوم ہو جائے ۔ کہ سیکرٹ سروس سے بالا کام کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے ؛
عمران نے سخت لہجے میں کہا ۔

" بب ۔۔۔۔ بہتر جناب " ۔۔۔۔ دوسری طرف سے جولیا نے کہا ۔

" تم اس کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ ۔۔۔۔ اور اس کی نگرانی کرو ۔ سوائے اشد ضرورت کے مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ۔ میں عمران کے منہ سے اس وقت شکار چھیننا چاہتا ہوں جب وہ اُسے کھانے ہی والا ہو ۔۔۔۔ تاکہ اس کو دی جانے والی عبرت ناک سزا کا جواز پیدا ہو سکے " ۔۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا ۔

" میں سمجھ گئی جناب " ۔۔۔۔ جولیا نے مختصر لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

" تمہیں پانچ منٹ بعد عمران کے فلیٹ کے آس پاس ہونا چاہیئے " عمران نے کہا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا ۔۔۔۔ اس کے چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ تیر رہی تھی ۔

اور پھر وہ پانچ منٹ تک وہیں بیٹھا جولیا کا انتظار کرتا رہا ۔ اُسے علم تھا کہ اب جولیا پانچ منٹ سے پہلے ہی فلیٹ پر پہنچ جائے گی ۔ جب بھی اُسے ایکسٹو کی طرف سے جھاڑ پڑ جائے تو پھر اس کے کام میں بجلی کی سی تیزی آجاتی ہے ۔

پانچ منٹ کے بعد وہ اٹھا۔ اور پھر فلیٹ کی سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے سڑک پر آ گیا ـــــ جہاں نیچے گیراج میں اس کی کار موجود تھی۔ عمران نے گیراج کا تالا کھول کر اس میں سے کار کو باہر سڑک پر نکال کر کھڑا کیا ـــــ اور گیراج کا دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ کار میں سوار ہو گیا۔ اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے ساحل سمندر پر بنے ہوئے اس ہوٹل کی طرف دوڑتی چلی گئی جس کے فیملی روم میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی موجودگی کی جولیا نے اطلاع دی تھی ـــــ اُسے معلوم تھا کہ جولیا اس کا تعاقب کر رہی ہو گی۔ اس نے پروگرام ہی بنایا تھا کہ وہ فیاض کو وہاں سے لے کر اس ادھیڑ عمر غیر ملکی پر ریڈ کرے گا ـــــ اور پھر اس کے ذریعے سے وہ اس تنظیم کے سربراہ پر ہاتھ ڈالے گا۔ وہ بڑے مطمئن انداز میں کار چلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

ٹونی نے باس کی طرف سے ہدایات ملتے ہی اپنے گروپ کو کال کر لیا ___ اس کے گروپ میں پانچ افراد شامل تھے۔ اور وہ سب کے سب منجھے ہوئے اور تربیت یافتہ لوگ تھے۔ یہ گروپ ڈیتھ سرکل کا ایکشن گروپ تھا ___ اور ٹونی ان کا انچارج تھا۔ لڑائی بھڑائی اور اغوا و قتل کا کام یہی گروپ کرتا تھا۔

" سنو دوستو ___ آج باس نے ایک آسان سا مشن ہمارے ذمے لگایا ہے۔ ہمیں ایک احمق سے شخص کو گولی مارنی ہے "

ٹونی نے پانچوں افراد سے مخاطب ہو کر کہا۔

" احمق سے شخص کو سے آپ کا کیا مطلب ہے " ___ ایک آدمی نے چونکتے ہوئے کہا۔

" مطلب یہ کہ بقول باس ___ وہ کوئی بے وقوف سا آدمی ہے۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰۰ میں رہتا ہے۔ اسے ہم نے ہلاک

کرنا ہے۔ گو باس نے تو احکامات دیئے ہیں کہ اُسے برسرِعام گولی مار دی جائے ـــــ لیکن ظاہر ہے اس طرح ہم مشکل میں پھنس سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ ہمارا مشن بھی پورا ہو جائے اور ہماری پوزیشن بھی مشکوک نہ ہو سکے ـــــ ہم اس فلیٹ کی نگرانی کریں گے۔ جب وہ احمق آدمی باہر نکلے گا تو اسے اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اُسے اغوا کر کے کسی ویران جگہ پر لے جا کر قتل کر دیں گے ـــــ یا اگر ہمارا ٹارگٹ خود ہی کسی ویران سڑک پر پہنچ جاتے تو وہاں اُسے گولی مار دی جائے گی" ـــــ ٹونی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ـــــ یہ پلان درست ہے" ـــــ باقی پانچوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ پوری طرح تیار ہو کر آئے ہو نا" ـــــ ٹونی نے پوچھا۔

"جی ہاں ـــــ کاروں میں تمام ضروری اسلحہ موجود ہے"۔ ایک آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے ـــــ پھر آؤ چلیں ـــــ مجھے یقین ہے ہم آسانی سے ٹارگٹ ہٹ کر لیں گے" ـــــ ٹونی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ سب باہر پورچ میں کھڑی ہوئی دو کاروں میں سوار ہو کر کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل آئے ـــــ آگے والی کار میں ٹونی موجود تھا۔ اس نے شہر کا نقشہ کھول رکھا تھا اور وہ نقشے کے مطابق ڈرائیور کو سڑکوں پر مڑنے کی ہدایات دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نقشے میں دی گئی کنگ روڈ پر پہنچ گئے۔ جب اس روڈ پر بنے ہوئے فلیٹوں کا ایریا شروع ہوا تو ٹونی نے کار میں ایک طرف روکنے کا اشارہ کیا ـــــ اور وہ دونوں کاریں رک گئیں۔ ٹونی نیچے اترا اور پھر پیدل چلتا ہوا فلیٹوں کے سامنے سے گزرنے لگا۔ وہ فلیٹوں کے نمبر چیک کر رہا تھا ـــــ اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے ۴۰ نمبر فلیٹ نظر آ گیا۔ وہ اس فلیٹ کے سامنے سے گزرا۔ اور تھوڑی دور جا کر واپس مڑا ـــــ مگر واپس مڑتے ہی وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ فلیٹ سے ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا نیچے اترا تھا۔ اور اس کی شکل دیکھتے ہی ٹونی سمجھ گیا کہ یہی اس کا مطلوبہ آدمی ہے۔ ایک لمحے کے لئے تو ٹونی کے دل میں آیا کہ ریوالور نکال کر اسے یہیں ڈھیر کر دے ـــــ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ کیوں کہ سڑک خاصی پر ہجوم تھی۔ یہاں کسی کو گولی مار کر صحیح سلامت نکل جانا خاصا مشکل محسوس ہو رہا تھا ـــــ اور جب تک ٹونی چلتا ہوا اس فلیٹ کے سامنے پہنچا وہ نوجوان فلیٹ کے نیچے بنے ہوئے گیراج سے ایک کار باہر نکال لایا تھا ـــــ ٹونی تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جب وہ اپنی کار میں پہنچا تو جلدی سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

نوجوان اس وقت کار میں سوار ہو کر آگے بڑھ چکا تھا۔

"یہ کار ہمارے شکار کی ہے ـــــ اس کا تعاقب کرو" ـــــ ٹونی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ ٹونی نے

ڈیش بورڈ میں نصب ٹرانسمیٹر پر دوسری کاروں میں موجود اپنے ساتھیوں کو بھی ہوشیار کر دیا ـــــ اور وہ دونوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی ہوئیں عمران کی کار کے تعاقب میں مصروف ہو گئیں۔

اور پھر جیسے ہی عمران کی کار شہر کی پرہجوم سڑکوں سے گزر کر ساحل سمندر پر جانے والی سنسان سڑک پر مڑی ـــــ ٹونی کے لبوں پر مسکراہٹ ابھرتی چلی آئی۔

"باس ـــــ ایک کار ہمارے تعاقب میں ہے"

اچانک ٹرانسمیٹر پر پچھلی کار سے ٹونی کو اطلاع دی گئی۔ اور ٹونی نے چونک کر سائیڈ مرر کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا ـــــ واقعی دونوں کاروں کے پیچھے ایک سرخ رنگ کی سپورٹس ماڈل کار موجود تھی۔

"کیا یہ شروع سے ہمارے پیچھے ہے" ـــــ ٹونی نے پوچھا۔

"یس باس ـــــ یہ کنگ روڈ سے ہمارے تعاقب میں ہے"

دوسری کار سے جواب ملا۔

"اوکے ـــــ اب ایکشن کا وقت آگیا ہے۔ تم پچھلی کار کو سنبھالو۔ میں اپنے ٹارگٹ پر جھپٹتا ہوں۔ پھر پچھلی کار کو سنبھالنے کے بعد تم ہمارے ساتھ آملنا" ـــــ ٹونی نے باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ اور ٹرانسمیٹر بند کر کے اس نے ڈرائیور کو عمران کی کار کو روکنے کے لئے کہا ـــــ اور ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر پورا دباؤ ڈال دیا۔ کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر اس کی رفتار لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی ـــــ عمران کی کار اور اس کا

درمیانی فاصلہ کم ہوتا چلا گیا۔ کار میں بیٹھے ہوئے ٹوٹی کے علاوہ دو اور آدمی پوری طرح چوکنا ہو گئے۔

ٹوٹی نے اپنے قدموں میں پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اس کی نال کو کھڑکی کے نچلے کنارے پر ٹکا کر وہ کار پر فائر کھولنے کے لئے تیار ہو گیا۔

کار تیزی سے دوڑتی ہوئی چند ہی لمحوں میں عمران کی کار کے قریب پہنچ گئی ــــــ اور دوسرے لمحے اس کے برابر دوڑنے لگی۔ سٹیرنگ پر موجود نوجوان نے ایک لمحے کے لئے مڑ کر ان کی طرف دیکھا ــــــ اور اسی لمحے ٹوٹی نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ اور ان کی کار ایک لمحے میں شکار کی کار سے آگے بڑھ گئی۔ ٹوٹی کی مشین گن سے نکلنے والی گولیاں تڑتڑاہٹ کے ساتھ نوجوان کی طرف لپکیں مگر نوجوان ٹوٹی کی توقع سے کہیں زیادہ چست اور ہوشیار نکلا۔ وہ ٹریگر دبنے سے پہلے ہی نیچے غوطہ لگا گیا ــــــ اور گولیاں سائیڈ کی کھڑکی اور نچلے حصے پر ٹکرا کر رہ گئیں۔ ڈرائیور نے بڑی پھرتی سے کار کو آگے بڑھا کر عمران کی کار کا راستہ بلاک کرنے کی کوشش کی ــــــ مگر دوسرے لمحے وہ خود بوکھلا گیا۔ کیوں کہ عمران کی کار اچانک کسی لٹو کی طرح گھومتی ہوئی مڑتی چلی گئی ــــــ اور اب اس کار کی پشت ٹوٹی کی کار کی طرف تھی۔

" فائر " ــــــ ٹوٹی نے چیخ کر کہا۔ اور پھر ٹوٹی اور اس کے ساتھیوں نے بیک وقت کار کے پچھلے حصے پر فائر کھول دیا۔ دوسرے لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور مڑ کر جانے والی کار کے پچھلے دونوں

ٹائر برسٹ ہو گئے ۔ اور کار قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے سے نیچے گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی ۔

" وہ مارا ــــــ جلدی وہاں لے چلو " ــــــ ٹونی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا ۔ اور ڈرائیور نے تیزی سے بھاگتی ہوئی کار کو ایک چکر دے کر موڑا ــــــ اور پھر اسی رفتار سے اُسے دوڑاتا ہوا اس جگہ پہلے جاتا گیا جہاں عمران کی کار الٹ کر گڑھے میں گری تھی ۔

جولیا جب عمران کے فلیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے عمران کو کار سے گردائیں طرف جاتے ہوئے دیکھا کیوں کہ وہ بائیں سمت سے چکر کاٹ کر آئی تھی۔ اس لئے عمران اور اس کے درمیان کافی فاصلہ تھا ـــــ جولیا نے چوں کہ عمران کی ہی نگرانی کرنی تھی اس لئے وہ اُسی رفتار میں کار کو آگے بڑھا لے گئی ـــــ مگر چند لمحوں بعد ہی وہ چونک پڑی۔ کیوں کہ دو کاریں جو پہلے ایک طرف رکی ہوئی تھیں مڑ کر عمران کی کار کے پیچھے لگ گئی تھیں۔ دونوں کاروں میں غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے ـــــ اور غیر ملکیوں کی وجہ سے ہی جولیا چونک پڑی تھی۔ لیکن چوں کہ اُسے صرف نگرانی کا کام سونپا گیا تھا اس لئے وہ خاموشی سے کار بڑھائے لئے گئی ـــــ ایک دو موڑ مڑنے کے بعد جولیا کو یقین ہو گیا کہ غیر ملکی عمران کا ہی تعاقب کر رہے ہیں۔ اور ان کا تعاقب کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے کام

میں خاصی مہارت رکھتے ہیں۔

جولیا خاموشی سے ان دونوں کاروں کے پیچھے چلتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی ——— ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ وہ اپنے ٹرانسمیٹر کی مدد سے وہ عمران کو تعاقب سے چوکنا کر دے۔ مگر اُسی لمحے اُسے ایکسٹو کی تازہ ترین جھاڑ یاد آگئی اور اس نے ارادہ بدل دیا ——— ویسے بھی اس کے خیال کے مطابق عمران اب اناڑی تو نہ تھا کہ اپنے تعاقب کو بھی چیک نہ کر سکتا۔

جب عمران کی کار ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی تو اچانک غیر ملکیوں کی دوسری کار کی رفتار یک دم کم ہوتی چلی گئی ——— جب کہ پہلی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ اور جولیا ان کا پروگرام ایک لمحے میں سمجھ گئی ——— اس نے پھرتی سے کار کے شیشے اوپر چڑھا دیئے۔ اور پھر وہ اطمینان سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس نے یہ کار ایکسٹو کی منت کر کے گزشتہ سال ہی خریدی تھی ——— اور اس میں اس نے ایک ماہر کاریگر سے اپنی مرضی کے ایکسٹرا چند سسٹم لگوائے تھے۔ یہ سسٹم ایسے تھے جن کی مدد سے وہ کار کے اندر بیٹھ کر باہر والوں کو سبق سکھا سکتی تھی ——— کار ویسے بھی بلٹ پروف تھی۔ پھر جیسے ہی جولیا کی کار غیر ملکیوں کی کار کے قریب پہنچی غیر ملکیوں کی کار تیزی سے گھومی اور اس نے راستہ بلاک کر دیا ——— اور جولیا کو پوری قوت سے بریک لگانے پڑ گئے۔ سڑک بلاک کرتے ہی تین غیر ملکی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے بڑی پھرتی سے کار سے

اترے اور جولیا کی کار کے گرد پھیلتے چلے گئے۔

جولیا نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی اس کی آواز بند شیشوں میں سے باہر جا سکتی تھی۔ اور باہر کی آوازیں اندر آ سکتی تھیں۔

"یہ تو کوئی غیر ملکی لڑکی ہے ـــــ ہو سکتا ہے کوئی سیاح ہو۔ ہمارے شکار کی ساتھی نہ ہو" ـــــ جولیا نے ایک غیر ملکی کی آواز سنی۔

"کچھ بھی ہو اب اس کا خاتمہ ضروری ہے ـــــ ورنہ یہ واردات کی عینی شاہد ہو گی۔ گولیاں مار کر شیشے اڑا دو" ـــــ دوسرے غیر ملکی نے چیختے ہوئے کہا۔ اور تینوں غیر ملکیوں نے مشین گنیں سیدھی کر لیں۔

اسی لمحے جولیا کو اگلے موڑ سے مشین گنوں کی مسلسل فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں ـــــ اور جولیا سمجھ گئی کہ عمران کی کار پر حملہ کر دیا گیا ہے۔ اب ان غیر ملکیوں سے نپٹنا ضروری ہو گیا تھا۔ ادھر غیر ملکیوں نے کار پر فائرنگ شروع کر دی ـــــ مگر گولی کار کی باڈی سے ٹکرا کر نیچے گر پڑتی۔ کار کو بلٹ پروف محسوس کرتے ہی ان غیر ملکیوں نے مشین گنوں کی نالیں جھکا کر ٹائروں پر فائرنگ کی کوشش کی ـــــ لیکن جولیا اس کا سدباب پہلے ہی کر چکی تھی۔ ٹائروں کی بیرونی سائیڈوں پر بلٹ پروف چادریں جھک چکی تھیں۔ اور پھر جولیا نے پھرتی سے ڈیش بورڈ پر دو تین بٹن دبائے۔ بٹن دبتے ہی ڈائل پر ایک سرخ رنگ کی سوئی حرکت میں آ گئی اور

جولیانے پھرتی سے ان بٹنوں کے نیچے لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن حد تین بار دبایا تو تڑتڑاہٹ کی تیز آواز گونجی ــــ اور اس کے ساتھ ہی تینوں غیر ملکی اچھل کر پشت کے بل سڑک پر جاگرے۔ کار کے پائیدانوں کے نیچے نصب شدہ موونگ مشین گنوں نے ان تینوں کو بٹ کر دیا تھا ــــ گولیوں نے ان تینوں کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ اور ان تینوں کے گرتے ہی سامنے کھڑی کار تیزی سے حرکت میں آئی ــــ مگر اسی لمحے جولیانے پھرتی سے کار کا شیشہ کھولا اور پھر اس نے ڈیش بورڈ کے نچلے خانے سے ایک چھوٹا سا طاقتور ریچ کا بم نکال کر انگوٹھے کی مدد سے اس کا پن دبا کر اُسے اپنی طرف گھوم کر آتی ہوئی مجرموں کی کار پر اچھال دیا۔ مجرموں کی کار میں شاید ڈرائیور موجود تھا ــــ اور غیر ملکیوں کے مرتے ہی اس نے کار موڑ کر جولیا کی کار کی طرف کار کو تیزی سے بھگا دیا تھا۔ وہ شاید کار سے ٹکر مار کر جولیا کی کار کو پلٹنا چاہتا تھا ــــ مگر اُسے کار کو گھمانے میں چند لمحے لگ گئے اور انہی چند لمحوں میں جولیا نے اپنا کام کر دکھایا ــــ جیسے ہی مجرموں کی کار پلٹ کر جولیا کی طرف بڑھی جولیا نے اس پر بم پھینک دیا اور اس کے ساتھ ہی جولیا کار کو تیزی سے پیچھے کی طرف لے گئی ــــ بم ٹھیک نشانے پر پڑا اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور جولیا کی کار کی طرف آنے والی مجرموں کی کار کے پرزے فضا میں بکھرتے چلے گئے ــــ اور جولیا نے کار کے پرزے بکھرتے ہی اپنی کار کو تیزی سے آگے بڑھا لیا اور پھر اس کی کار مجرموں کی کار کے

پرزوں کو روندتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی ـــــ موڑ مڑتے ہی اُسے دور سے مجرموں کی کار سڑک کے کنارے کھڑی نظر آئی ـــــ اور اس میں سے غیر ملکی نکل نکل کر سڑک کے کنارے کسی گڑھے میں اترتے جا رہے تھے۔ جبکہ عمران کی کار غائب تھی ـــــ جولیا نے کار کی رفتار اور زیادہ بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد مجرموں کی کار تک پہنچ جانا چاہتی تھی۔ کہ اچانک سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی کار میں حرکت ہوئی ـــــ اور وہ یک دم ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور اس بار جولیا کی کار کی رفتار اتنی تیز تھی کہ جولیا کے لئے یہ ممکن ہی نہ رہا کہ وہ کار کو کنٹرول کر کے اس کار پر بھی بم پھینک سکے ـــــ اسی لمحے مجرموں کی کار تیزی سے گھومی۔ اور پھر جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی کار کی سائیڈ پر دھماکہ ہوا ہو ـــــ اور پھر اس کی کار پٹخنیاں کھاتی ہوئی سڑک پر سے ہو کر مخالف سمت میں خالی زمین پر لڑھکتی چلی گئی ـــــ جولیا اس اچانک دھماکے سے سنبھل نہ سکی۔ اور اچانک جھٹکا لگنے سے اُسے سٹیرنگ کی زبردست ضرب لگی ـــــ اور اس کے ذہن پر اندھیرے چھاتے چلے گئے۔ مجرموں کی کار کا ڈرائیور یقیناً کار چلانے میں بے حد مہارت رکھتا تھا کیونکہ اس نے سامنے سے کار ٹکرانے کی بجائے عین آخری لمحے پر کار کو دائیں طرف کاٹ دیا تھا ـــــ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی کار کا پچھلا حصہ تیزی سے گھوم کر جولیا کی کار کی سائیڈ سے پوری قوت سے ٹکرایا تھا ـــــ اور جولیا کی ہلکی

کار قلابازیاں کھاتی چلی گئی تھی ـــــ جب کہ مجرموں کی کار آؤٹ آف کنٹرول ہونے سے بچ گئی تھی۔ پھر مجرموں کی کار کے ڈرائیور نے اپنی کار روکی اور نیچے اتر کر دہ تیزی سے جولیا کی الٹی ہوئی کار کی طرف بھاگتا چلا گیا ـــــ اس نے کاندھے پر لٹکی ہوئی مشین گن بھی ہاتھوں میں پکڑ لی تھی۔

عمران نے جیسے ہی کار کو ایک چوک سے موڑا۔ وہ چونک پڑا ۔۔۔ اس کے پیچھے آنے والی دو کاریں بھی اس کے ساتھ ہی مڑ گئی تھیں۔ عمران کو شک تو پہلے ہوا تھا۔ لیکن آنے والے کچھ اس انداز سے آرہے تھے کہ تعاقب کا احساس نہ ہوتا تھا ۔۔۔ مگر اس موڑ کے مڑنے کے بعد عمران کا شک یقین میں بدل گیا۔ اور تعاقب کا احساس ہوتے ہی اس کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی ۔۔۔ اس کیس میں ابھی تک صرف بھاگ دوڑ ہی ہوئی تھی ہاتھ پیر چلانے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ اب کم از کم ہاتھ پیر تو کھلیں گے ۔۔۔ دلیسے اُسے مجرموں کی جرأت اور ہمت پر حیرت بھی ہو رہی تھی کہ انہوں نے وقت ضائع کیے بغیر دن دہاڑے ہی اس پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس نے جیسے ہی ——— ساحل سمندر کی طرف جانے والی سنسان سڑک پر کار کا رخ موڑا وہ چوکنا ہو کر بیٹھ گیا ——— اُسے معلوم تھا کہ اب مجرم اس پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کریں گے۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ جولیا ضرور اس کے تعاقب میں ہوگی ——— اور وہ ظاہر ہے ان دونوں کاروں کے پیچھے ہوگی۔ اور پھر اس نے دوسری کار کو آہستہ ہوتے چیک کر لیا جب کہ پہلی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی ——— اور عمران مجرموں کا پلان سمجھ گیا۔ انہوں نے جولیا کو چیک کر لیا تھا۔ اس لئے وہ دو حصوں میں بٹ گئے تھے ——— پھر موڑ مڑتے ہی جیسے ہی عمران آگے بڑھا۔ مجرموں کی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے قریب آگئی۔ عمران نے کھڑکی کے پچھلے کنارے سے مشین گن کی نال کو جھانکتے ہوئے دیکھ لیا ——— اور پھر جیسے ہی مجرموں کی کار عمران کی کار کے برابر آئی۔ عمران نے نیچے غوطہ مار دیا۔ اور اسی لمحے مجرموں نے مشین گن کا فائر کھول دیا ——— مگر گولیاں عمران کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں اور عمران نے انتہائی پھرتی سے کار کے سٹیرنگ کو بائیں ہاتھ پر پوری قوت سے موڑ دیا ——— اور عمران کی کار کسی لٹو کی طرح گھومتی ہوئی پیچھے کی طرف مڑ گئی۔ جب کہ مجرموں کی کار اس لئے عمران کی کار کا راستہ روکنے کے لئے مڑی ہی تھی اور عمران کی کار کے مڑتے ہی مجرموں نے بھی اتنی ہی پھرتی سے کار موڑی۔ مجرموں کی کار کا ڈرائیور بھی عمران کی طرح ہی کار ڈرائیونگ میں ماہر لگتا تھا ——— جیسے ہی عمران نے مجرموں کی کار کو مڑتے دیکھا

اس نے انتہائی پھرتی سے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے چھلانگ لگا دی ۔۔۔ اسی لمحے کار پر بے تحاشا فائرنگ ہوئی ۔ اور اس کی کار کچھ تو ٹائر برسٹ ہو جانے اور کچھ عمران کے کنٹرول چھوڑ دینے کی وجہ سے قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے موجود ایک گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی ۔۔۔ جب کہ عمران پہلے ہی چھلانگ لگا کر اس گڑھے سے پہلے آنے والے ایک چھوٹے گڑھے میں گرا تھا ۔۔۔ اس گڑھے میں جھاڑیاں موجود تھیں ۔ اس لئے عمران کو گرنے کی وجہ سے ایک تو چوٹ نہ لگی دوسرا وہ ان جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا ۔۔۔ اور جھاڑیوں کے گھنے پتوں نے اُسے فوری طور پر چھپا لیا ۔ عمران نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا ۔۔۔ اور پھر اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے لگا ۔ اسی لمحے اُسے دور سے ایک زور دار دھماکے کی آواز سنائی دی ۔ یہ دھماکہ بم کا تھا ۔۔۔ اور عمران سمجھ گیا کہ جولیا سے بھی مجرم ٹکرا چکے ہیں ۔ اب یہ معلوم نہ تھا کہ بم جولیا کی طرف سے پھینکا گیا ہے یا مجرموں کی طرف سے ۔۔۔ ویسے اُسے اطمینان تھا کہ جولیا پر آسانی سے ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا ۔ کیوں کہ جولیا کی کار بلٹ پروف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے سسٹم موجود تھے جس کے ذریعے اندر بیٹھے ہوئے مجرموں پر فائرنگ کی جا سکتی تھی ۔

اسی لمحے مجرموں کی کار اس کے گڑھے سے ہوتی ہوئی دوسرے بڑے گڑھے کے کنارے پر رکی ۔۔۔ اور پھر اس میں سے مجرم

کود کود کر نیچے گڑھے میں اترنے لگے۔

عمران نے جھاڑی سے سر اونچا کر کے گڑھے کے کنارے سے باہر جھانکا ۔۔۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ اب مجرموں کی کار لے کر نکل جائے گا۔ مگر اسی لمحے اس نے مجرموں کی کار کو حرکت میں آتے دیکھا ۔۔۔ اور پھر اسے دوسری طرف سے جولیا کی کار بھی اسی طرف کو لپکتی ہوئی نظر آئی۔ اور پھر عمران کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرموں کی کار کے ڈرائیور نے بڑی مہارت سے جولیا کی کار کو سائیڈ ماری ۔۔۔ اور جولیا کی کار پھٹیاں کھاتی ہوئی مخالف سمت میں لڑھکتی چلی گئی۔ اور عمران بے اختیار اچھل کر گڑھے سے باہر نکل آیا ۔۔۔ اسی لمحے مجرموں کی کار کی اندر اس میں سے ڈرائیور مشین گن سنبھالے نیچے اترا ۔۔۔ اور جولیا کی کار کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

عمران نے پھرتی سے ریوالور سیدھا کیا اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا ۔۔۔ ڈرائیور ابھی جولیا کی کار تک پہنچا بھی نہ تھا کہ عمران کی گولی اس کی پشت کو چھیدتی ہوئی اندر گھستی چلی گئی ۔۔۔ اور وہ چیخ مار کر سڑک کے کنارے ہی لڑھکتا چلا گیا۔ عمران نے اس کے نیچے لڑھکتے ہی تیزی سے اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ ڈرائیور سڑک پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا ۔۔۔ گولی شاید اس کے دل میں گھس گئی تھی۔ کیونکہ اس کے منہ سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا ۔۔۔ اور پھر عمران کے پہنچتے پہنچتے وہ ساکت ہو گیا۔ عمران نے جھپٹ کر اس کی ایک طرف گری ہوئی مشین گن اٹھائی اور

پھر وہ جولیا کی کار کی طرف بڑھا جو لیا کی کار الٹی ہوئی تھی۔
جیسے ہی عمران جولیا کی کار کے قریب پہنچا اچانک اُسے اپنی پشت
کی طرف کسی کی آواز سنائی دی ـــــ اور عمران اچھل کر کار کی آڑ
میں ہوگیا۔ اور اس کی اس چھلانگ نے اسکی زندگی بچالی۔ کیوں کہ عین
اُسی جگہ تڑتڑاہٹ سے گولیاں برسیں ـــــ جہاں چند لمحے پہلے
عمران موجود تھا۔

عمران تیزی سے کار کی آڑ لیتا ہوا دوسری طرف آیا۔ اور پھر
رینگتا ہوا آگے بڑھا ـــــ اس نے دو غیر ملکیوں کو گڑھے سے نکل کر
انہیں اپنی کار کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا۔ مگر اب ان کا بچ نکلنا محال
تھا ـــــ عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن سیدھی کی۔
اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی گونج دار آواز فضا میں پھیلتی چلی
گئی اور اس کے ساتھ ہی دونوں غیر ملکی چیختے ہوئے زمین پر جاگرے
اور عمران نے تیزی سے مشین گن کا رخ پھیر دیا ـــــ اس نے گڑھے
کے کنارے سے تیسرے غیر ملکی کا سر ابھرتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر وہ
غیر ملکی کچھ زیادہ ہی ہوشیار تھا۔ وہ تیزی سے دوبارہ غوطہ لگا
گیا ـــــ اور عمران کی مشین گن سے چلنے والی گولیاں اس کے
اوپر سے ہوکر نکلتی چلی گئیں۔

عمران تیزی سے پیچھے ہٹا اُسے مجرموں سے زیادہ جولیا کی فکر
تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے الٹی ہوئی کار کا دروازہ کھولنے کی
کوشش کی ـــــ مگر دروازہ لاک تھا۔ وہ تیزی سے گھومتا ہوا
دوسری طرف آیا۔ کیوں کہ اس طرف کا شیشہ کھلا ہوا تھا۔

اس نے کھڑکی سے ہاتھ ڈال کر اندر سے لاک کھولا۔ اور پھر دروازہ کھول دیا ـــــ مگر اسی لمحے ایک گولی اس کے سر کے پاس سے گزر گئی اور عمران کسی سانپ کی طرح پلٹ گیا۔ اور پھر اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا ـــــ مگر اس کی مشین گن سے نکلنے والی گولیاں بھی خالی چلی گئیں۔ کیوں کہ فائر نگ کرنے والا عمران کی مصروفیت کی وجہ سے اپنی کار تک پہنچ کر اس کی اوٹ لے چکا تھا ـــــ عمران کار کے پیچھے دبکا ہوا اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے کار کو ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھتے دیکھا ـــــ شاید اس غیر ملکی نے اب بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کار کے حرکت میں آتے ہی عمران اٹھ کر تیزی سے سڑک کی طرف بھاگا ـــــ اور اس نے کار کے پچھلے ٹائروں پر مشین گن کے برسٹ مارنے کی کوشش کی مگر جب تک عمران پوزیشن لیتا کار موڑ کے قریب پہنچ چکی تھی ـــــ اس کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اور عمران کی مشین گن کی رینج سے نکل چکی تھی۔ دوسرے لمحے ہی کار موڑ کاٹ گئی اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا تیزی سے واپس مڑا ـــــ اور پھر اس نے کھلے دروازے میں سے سیٹ اور سٹیئرنگ کے درمیان پھنسی ہوئی جولیا کو کھینچ کھینچ کر باہر نکال ہی لیا۔ جولیا بے ہوش تھی ـــــ عمران نے اس کی نبض چیک کی۔ اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ جولیا صرف اچانک ضرب لگنے کی وجہ سے بے ہوش تھی ـــــ ورنہ اس کی حالت خطرے سے باہر تھی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے اس کی ناک دو انگلیوں کی چٹکی سے بند کی اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر سختی سے جما دیا ـــــ بے ہوش آدمی کو فوری طور پر ہوش میں لے آنے کا اس سے زیادہ اور اچھا طریقہ کوئی نہ تھا ـــــ اور چند لمحوں بعد ہی جولیا کے بے ہوش جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور جب جولیا نے آنکھیں کھولیں تو عمران نے ہاتھ ہٹا لیئے ـــــ مگر اُسی لمحے وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بازو میں لوہے کی دہکتی ہوئی سلاخ گھستی چلی گئی ہو۔

جولیا کو ہوش میں لے آنے کے چکر میں مشین گن وہ پہلے ہی رکھ چکا تھا ـــــ اس لئے نیچے گرتے ہی اس نے لاشعوری طور پر جیب سے ریوالور نکالا۔ اور پھر قلابازی کھا کر اس نے فائر کر دیا۔ دوسرے لمحے ایک چیخ سنائی دی اور کسی کے نیچے گرنے کا دھماکہ سنائی دیا ـــــ اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ فائر کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ فائر کرنے والا ذرا فاصلے پر موجود درخت کی آڑ میں ہے ـــــ اس لئے اس نے ادھر ہی فائر کیا تھا۔ اور اب یہ اس کی خوش قسمتی اور مجرم کی بدقسمتی تھی کہ مجرم فائر کرنے کے بعد یہ سمجھا تھا کہ عمران ہٹ ہو گیا ہے ـــــ اس لئے وہ درخت کے موٹے تنے کی آڑ سے باہر نکل آیا تھا۔ اور اُسی لمحے عمران کی گولی نے اُسے چاٹ لیا تھا۔ اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ جولیا بھی اسی دوران اٹھ بیٹھی تھی ـــــ اس بار عمران واقعی مجرم کے ہاتھوں

چکر کھا گیا تھا۔ اب یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ جس وقت مجرم نے فائر کیا اُسی لمحے عمران جولیا کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا ـــــ اور اس کے اچانک حرکت میں آجانے کی وجہ سے گولی اس کی پشت میں گھسنے کی بجائے اس کے بازو سے رگڑ کھاتی ہوئی گذر گئی تھی۔ عمران نے اٹھتے ہی بازو کو سنبھالا ـــــ اس میں سے خون نکل رہا تھا۔

" ارے ارے ـــــ تم زخمی ہو گئے ـــــ جولیا نے عمران کے بازو سے خون نکلتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا ـــــ اور پھر وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

" تمہارے لئے بجانے کتنے زخم کھانے پڑیں گے " ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مگر جولیا سے کوئی جواب دیئے بغیر تیزی سے عمران کی طرف بڑھی ـــــ اس نے عمران کا زخم دیکھا تو اسے قدرے اطمینان ہو گیا۔ زخم گہرا نہ تھا۔ گولی نے صرف رگڑ لگائی تھی۔ اس نے پھرتی سے عمران کے بازو کی قمیض پھاڑی اور اس سے پٹی بنا کر اس کے بازو پر باندھنی شروع کر دی۔

" اسی کو کہتے ہیں ہماری جوتی ہمارے سر " ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" شکر کرو بچ گئے ہو ـــــ ورنہ ہڈی ٹوٹ جاتی " ـــــ جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" جب جسم زخموں سے پر ہو جائے گا تو پھر ہڈیوں کی ہی باری آنی ہے۔ اللہ رے عاشقی " ـــــ عمران نے منہ بناتے ہوئے

کہا۔ اور جولیا اس بار نہ چاہنے کے باوجود بھی ہنس پڑی۔

پٹی بندھنے کے بعد عمران اور جولیا نے زور لگا کر جولیا کی کار کو سیدھا کیا۔

"اسے یہیں چھوڑ دو ـــــ میرے ساتھ آؤ" ـــــ عمران نے جولیا کی کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس موڑ کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ کیوں کہ وہ مجرم کا بنایا ہوا پروگرام سمجھ گیا تھا۔ اس نے کار موڑ کے قریب روک دی ہوگی۔ اور خود اتر کر واپس آ گیا ہوگا۔

"ارے ادھر کہاں جا رہے ہو" ـــــ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمارے لئے یہاں ایک صحیح سالم کار موجود ہے ـــــ آؤ ـــــ اور پھر ایسا نہ ہو کہ کوئی کار ادھر آ نکلے۔ اور ظاہر ہے پھر پولیس نے ہمیں آسانی سے نہیں جانے دینا" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ جولیا کو ہمراہ لئے بھاگتا ہوا موڑ کی طرف بڑھا ـــــ موڑ مڑتے ہی اس نے مجرموں کی کار ایک طرف کھڑی دیکھی۔ اور وہ دونوں کار کے قریب پہنچ گئے ـــــ عمران نے سٹیرنگ سنبھالا جب کہ جولیا ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"تمہاری کار کہاں ہے ـــــ وہ تو مجھے نظر نہ آئی تھی"۔

جولیا نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میری کار گہرے گڑھے میں آرام فرما رہی ہے۔ میں بھی کب سے اس سے پیچھا چھڑانے کے موڈ میں تھا ـــــ مگر وہ مجھے چھوڑ

ہی مذرہی تھی۔ آج بڑی مشکل سے جان چھڑائی ہے"۔۔۔۔ عمران نے کار کو دوبارہ ساحل سمندر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے ایک کار کو تو بم سے اڑا دیا تھا۔ مگر اس کار کا ڈرائیور مجھے چکر دے گیا"۔۔۔۔ جولیانے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"عورتوں کو چکر دینا کون سا مشکل ہے۔۔۔۔ مگر ایک بات بتاؤ تم آخر یہاں کہاں سے آن ٹپکی تھی۔ کیا تم بھی میری طرح ساحل سمندر پر تفریح کرنے جارہی تھیں"۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں چوڑی کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں آن ڈیوٹی تھی۔۔۔۔ تمہاری طرح فارغ نہیں پھرتی رہتی ہوں"۔۔۔۔ جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اچھا۔۔۔۔ پھر ہیں آلمدوں تاکہ تم اپنی ڈیوٹی پوری کرتی رہو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔۔۔۔ مجھے تم ساحل پر اتار دینا۔ وہاں سے ٹیکسی مل جائے گی"۔۔۔۔ جولیانے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور عمران مسکرا دیا۔

"مگر تم نے بتایا نہیں کہ ڈیوٹی کیا تھی۔۔۔۔ کیا میرا تعاقب کرتی پھر رہی تھی"۔۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔۔۔۔ تمہارا تعاقب۔۔۔۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔۔۔۔ میں تو سرکاری ڈیوٹی پر تھی"۔۔۔۔ جولیانے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہاں جی ـــ اب اس چوہے ایکسٹو کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے ـــ ہم تو چوتے گھڑے کی مچھلی جب جی چاہا پکڑ لی"۔ عمران نے بڑے رو دینے والے انداز میں کہا۔

"سنو عمران ـــ ہزار دفعہ میں نے تمہیں سمجھایا ہے۔ کہ میرے سامنے باس کی برائی نہ کیا کرو۔ مگر تم باز نہیں آتے۔ میں کسی دن تمہیں گولی مار دوں گی"۔ ـــ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ـــ کیا کہہ رہی ہو۔ اس چوہے کی خاطر مجھے گولی مارو گی۔ یہ تو میرا ظرف ہے کہ میں نے اس چوہے کو آج تک بل سے نہیں نکالا ـــ ورنہ جس وقت مجھے غصہ آگیا۔ میں اس کی گردن دبوچ کر اسے چوہے مار گولیاں کھلا دوں گا۔ پھر ٹاپتی پھرنا"۔ عمران نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یو شٹ اپ ـــ اب اگر کچھ کہا تو گولی مار دوں گی"۔ جولیا اور بھی بھڑک اٹھی۔

"ہائے ـــ تمہاری گولی کھانے کے انتظار میں تو میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں"۔ ـــ عمران نے ڈھیٹ عاشقوں کے سے لہجے میں کہا۔

"روک دو کار ـــ میں پیدل چلی جاؤں گی۔ میں تمہاری بکواس نہیں سن سکتی۔ اور سنو ـــ ایکسٹو سے بات کروں گی کہ تمہیں ایک بار تو ایسی عبرتناک سزا دے کہ آئندہ تمہیں اس کا مذاق اڑانے کی جرأت نہ ہو سکے"۔ ـــ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ـــ کیا خوش قسمتی ہے اس جوہے کی ـــ روزاس سے جھاڑیں سنتی ہو۔ مگر پھر بھی سائیڈ اُسی کی لیتی ہو۔ پتہ نہیں کیا گھول کر پلا دیا ہے اس نے تمہیں" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک تو نے مجھے آج تک نہیں جھاڑا۔ وہ میری بے پناہ عزت کرتا ہے ـــ اسی لئے میں بھی اس کی عزت کرتی ہوں۔ ورنہ تم جانتے ہو۔" اب ظاہر ہے وہ عمران کے سامنے کہاں تسلیم کر سکتی تھی۔ کہ ایکسٹو جھاڑ بھی پلاتا ہے۔

"ہاں ہاں ـــ مجھے معلوم ہے کہ وہ اپنے ممبروں کی کتنی عزت کرتا ہے۔ اگر میں سیکرٹ سروس کا ممبر ہوتا تو بجائے خود کشی کرنے کے اُسی کا گلا گھونٹ دیتا" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"ہاں ـــ جیسے وہ عام آدمی ہے۔ تمہارے پاس خود بخود چل کر گلا دبوانے آجائے گا" ـــ جولیا نے جواب دیا۔

"وہ سرے سے آدمی ہی نہیں ہے۔ آدمی ہوتا تو تم جیسی حسینہ کی قدر کرتا ـــ شادی کر کے گھر بساتا۔ ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے والے بچے پیدا کرتا" ـــ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے ایک طرف جھک گیا کیونکہ جولیا نے غصے کی شدت سے ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"ارے ارے ـــ یہ کیا کر رہی ہو۔ میں تو تمہاری ہی تعریف کر رہا ہوں" ـــ عمران نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کہا۔

" رد کو کار ___ رد کو " ___ جولیانے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور عمران نے پھرتی سے بریک لگا دیئے۔ کار رکتے ہی جولیانے دروازہ کھولا اور اچھل کر باہر نکل گئی ___ اس کے چہرے پر ابھی تک غصے کے آثار موجود تھے۔

" اچھا ___ بائی بائی " ___ عمران نے مسکراتے ہوئے ہاتھ لہرایا اور پھر کار کو تیزی سے آگے بڑھائے لئے گیا۔ ساحل سمندر وہاں سے ایک آدھ فرلانگ ہی دور تھا ___ اور عمران جانتا تھا کہ جولیا کو وہاں سے ٹیکسی آسانی سے مل جائے گی۔

ویسے ہی عمران نے اُسے جان بوجھ کر غصہ دلایا تھا کیوں کہ وہ اُسے اپنے ساتھ ہوٹل تک نہ لے جانا چاہتا تھا ___ جہاں اُسے فیاض کے ہونے کی خبر ملی تھی۔ کیوں کہ اس طرح جولیا کو شک بھی سکتی تھی کہ اس نے تو ایکسٹو کو اطلاع دی تھی۔ پھر یہ عمران کو اتنی جلدی اطلاع کیسے مل گئی ___ اس وقت تو اس نے جولیا کو فوری طور پر اس لئے اپنی نگرانی کے لئے بلا لیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر جولیا کو فوری طور پر یہ کام پر نہ لگایا تو وہ جھاڑ پڑنے کے بعد کئی گھنٹوں تک بیٹھی روتی رہے گی ___ اس وقت تو اس کا پروگرام یہی تھا کہ وہ جولیا کو راستے میں ہی چکر دے کر تعاقب سے جھٹک دے گا ___ مگر درمیان میں کود پڑے مجرم ___ اور اس طرح مسئلہ خراب ہو گیا۔

عمران نے ساحل سمندر پہنچنے کے بعد مجرموں کی کار ایک طرف پارکنگ میں کھڑی کی اور خود ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کی آنکھ کھلی تو اس کے منہ کا ذائقہ سخت کڑوا سا ہو رہا تھا ـــــ اس نے پہلے تو خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہو مگر پھر آہستہ آہستہ اُسے سب کچھ یاد آ گیا ـــــ اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ ابھی تک قالین پر موجود تھا۔ اس کے کپڑے شکن آلود ہو چکے تھے اور بال بکھرے ہوئے تھے۔

"ارے ـــــ وہ شہلا" ـــــ فیاض کو اچانک شہلا یاد آ گئی جس کے ساتھ وہ اس فیملی روم میں آیا تھا۔ اور وہ چونک کر کھڑا ہو گیا ـــــ شہلا کا کمرے میں نام و نشان بھی نہ تھا۔ البتہ تپائی پر شراب کی بڑی بوتل اور دو گلاس ابھی تک پڑے ہوئے تھے اور پھر فیاض کو گزری ہوئی ساری کہانی یاد آتی چلی گئی ـــــ اُسے یاد آ گیا کہ شہلا نے چیلنج کر کے اُسے ایک ہی سانس میں شراب

کی پوری بوتل پینے پر کسایا گیا تھا۔ اور پھر وہ جوش میں بغیر پانی ملائے پوری بوتل چڑھا گیا تھا ___ اور ظاہر ہے اس کے بعد اُسے نشے میں دھت ہونا ہی تھا۔ فیاض کا چہرہ بڑی طرح بگڑ گیا۔

"اس کا مطلب ہے شہلا نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے"۔ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر قدم بڑھا کر وہ ملحقہ باتھ روم میں گھستا چلا گیا ___ اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ تو اُسے شہلا پر اور زیادہ غصہ آ گیا۔ اس کے کپڑے سخت شکن آلود تھے۔ اور ان کپڑوں میں باہر جانا اپنا مذاق اڑوانا تھا ___ اس نے کپڑے اتارے اور پھر اچانک ایک خیال کے تحت اس نے جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں ___ مگر جیبوں میں اس کا شناختی کارڈ اور رقم سمیت سب چیزیں بالکل محفوظ تھیں ___ اب اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ آخر شہلا کا مقصد کیا تھا۔ کیا وہ صرف اُسے بے وقوف بنانا چاہتی تھی یا وہ اس سے کوئی خاص بات پوچھنا چاہتی تھی ___ مگر جتنا وہ ذہن پر زور دیتا کہ اُسے شراب پینے کے بعد کی گفتگو یاد آ جائے۔ مگر ذہن کی سلیٹ بالکل صاف تھی۔ آخر اس نے تنگ آ کر ذہن پر زور دینا چھوڑ دیا ___ اور پھر اپنے کپڑوں کی جیبوں میں سے اپنا سامان نکال کر غسل خانے کی الماری میں رکھا اور پھر کپڑے اٹھا کر باہر آ گیا ___ اس نے بستر کی چادر اٹھا کر باندھ لی۔ گو اس نے انڈرویئر پہن رکھا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے مناسب سمجھا کہ ویٹر کے آنے پر وہ انڈرویئر میں نہ ہو ___ اور بستر کی چادر کمر میں

باندھ کر اس نے ویٹر کو بلانے کی گھنٹی بجائی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ویٹر اندر داخل ہوا ـــــ فیاض کو اس حالت میں دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گیا۔ اور اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی ـــــ لیکن اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ فیملی روم میں وہ اس سے بھی بڑے تماشے دیکھ چکا تھا۔

"یس سر" ـــــ ویٹر نے سنجیدہ مگر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"وہ لڑکی کس وقت گئی تھی" ـــــ فیاض نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"وہ تو جناب تھوڑی دیر بعد چلی گئی تھی۔ اور مجھے کہہ گئی تھی کہ صاحب آرام کر رہے ہیں انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے"۔ ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا سنو ـــــ یہ لو دس روپے ـــــ اور میرے کپڑے جا کر استری کرا لاؤ۔ باقی تم رکھ لینا" ـــــ فیاض نے بڑے سخاوت بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر سر ـــــ ہمارے ہوٹل میں تو استری کرنے والا نہیں ہے" ـــــ ویٹر نے دس روپے کا نوٹ لیتے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں ہے ـــــ یہ ہوٹل ہے یا چنگڑ خانہ" ـــــ فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جب ـــ بہتر سر ـــ میں نیچے جاکر خود استری کرلاتا ہوں جناب ـــ" ویٹر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"خود کرو یا کسی سے کرالاؤ ـــ مگر آؤ جلدی ـــ اب میں زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتا" ـــ فیاض نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور ویٹر اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر تیزی سے دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
"کروڑوں روپے ہوٹل پہ لگا دیئے ہیں مگر ایک استری کرنے والا نہیں رکھ سکتے ـــ ہونہہ" ـــ فیاض نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔
اور پھر اٹھ کر وہ دوبارہ غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے الماری میں موجود الیکٹرک ریزر سے ایک بار پھر شیو بنائی۔ کیوں کہ اُسے احساس ہو رہا تھا جیسے اس کی شیو بڑھ گئی ہو۔ شیو بنانے کے بعد اس نے نل کھولا ـــ اور خوب زور شور سے نہانا شروع کر دیا۔ ٹھنڈے پانی کی پھواروں نے اس کے ذہن پر چھائی ہوئی بوریت کی دبیز گرد اتارنی شروع کر دی ـــ اور پھر وہ بڑے مزے سے نہاتا رہا۔ جب خوب دل بھر کر نہا چکا تو اس نے الماری سے نیا تولیہ نکالا اور جسم کو خوب رگڑ رگڑ کر صاف کرنا شروع کر دیا۔
اُسی لمحے اُسے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی ـــ اور وہ سمجھ گیا کہ ویٹر کپڑے استری کرا کر لایا ہو گا۔

"صوفے پر رکھ دو اور جاؤ۔" ـــــ فیاض نے غسل خانے کے اندر سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اطمینان سے الماری میں موجود پوڈر وغیرہ جسم پہ چھڑک کر اس نے تولیہ وہاں ایک طرف بنے ہوئے ڈبے میں پھینکا ـــــ اور انڈر ویئر کے ساتھ دروازہ کھول کر وہ بڑے مطمئن انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے منہ سے بے چیخ سی نکل گئی ـــــ کیونکہ سامنے صوفے پر عمران بیٹھا بڑی دلچسپ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"عم ـــــ عم ـــــ عمران تم ـــــ تم اور یہاں۔"
فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر لپک کر اس نے بستر کی چادر اٹھائی اور ننگے جسم پر لپیٹ لی۔

"خوب ـــــ تو یہ عیاشی ہے۔ میں بھی کہوں کہ میرے یار کی صحت کیوں خراب ہوتی جا رہی ہے ـــــ آنکھوں کے گرد حلقے پڑتے جا رہے ہیں ـــــ چہرہ زرد ہوتا جا رہا ہے ـــــ ہاتھوں میں رعشہ اور پیروں میں لرزش ـــــ اب پتہ چلا۔"
عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عیاشی ـــــ نہیں نہیں ـــــ وہ بھاگ گئی مجھے شراب پلا کر ـــــ وہ تمہاری حسینۂ عالم ـــــ کہتے تھے اس سے دوستی لگاؤ۔" ـــــ فیاض نے جو اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بھاگنا ہی تھا ـــــ جب تم نے اپنا رعشہ زدہ ہاتھ اس

کی طرف بڑھایا ہوگا۔ اور کنوئیں میں پڑتے ہوئے ڈول کی طرح آنکھیں گھائی ہوں گی تو اس نے بھاگنا ہی تھا ـــــ ارے ہاں جلدی سے کپڑے پہن لو ڈیڈی آ رہے ہیں۔ انہیں اطلاع مل گئی ہے کہ فیاض وہاں عیاشی کر رہا ہے ـــــ مجھے بس اتنا ہی پتہ چلا تو میں بھاگا آیا کہ تمہیں ہوشیار کر دوں" ـــــ عمران نے فوراً پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ـــــ باپ رے ـــــ ارے کیا کہہ رہے ہو۔ مارا گیا۔ میرے کپڑے تو ویٹر استری کرانے لے گیا ہے"

فیاض نے بوکھلاہٹ میں ناچتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر سخت گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"ارے یہ کیا غضب کر دیا تم نے ـــــ پھر ایسا کرو یوں ہی بھاگ چلو۔ لوگ ہی ہنسیں گے نا ـــــ کوئی بات نہیں۔ مگر ڈیڈی نے جو حشر کرنا ہے وہ تمہیں معلوم ہے" ـــــ عمران نے اسے بڑے سنجیدہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ـــــ چلو چلو" ـــــ فیاض ـــــ فوراً ہی راضی ہو گیا۔ اس کی تو سر رحمان سے اس حالت میں سامنا کرنے کے تصور سے ہی روح فنا ہو رہی تھی ـــــ اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر اب یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسی لمحے ویٹر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں استری شدہ کپڑے تھے ـــــ اور فیاض نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے کپڑے لئے اور پھر دوڑتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا۔ اور

عمران کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ ورنہ آج وہ انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھری سڑک پر ننگا دوڑانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا ـــــ مگر دیٹر نے عین موقع پر ٹپک کر اس کا سارا پلان فیل کر دیا تھا۔

"بھاگ جاؤ اب!" ـــــ عمران نے فیاض کے غسل خانے میں گھسنے کے بعد ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا ـــــ تھوڑی دیر بعد فیاض ٹائی کی ناٹ ٹھیک کرتا غسل خانے سے نکلا۔

"آؤ عمران چلیں ـــــ کہیں سر رحمان نہ آجائیں!" فیاض نے فوراً ہی بیرونی دروازے کا رخ کرتے ہوئے کہا۔

"اب آرام سے بیٹھ جاؤ ـــــ سر رحمان کو میں نے راستے ہی واپس بھیج دیا ہے۔ میں نے انہیں یاد دلا دیا تھا کہ انہوں نے دوپہر کو بلڈ پریشر کی دوا نہیں کھائی ـــــ اور ظاہر ہے اس کے بعد وہ کہاں آسکتے تھے" ـــــ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہوں ـــــ تو یہ بات ہے۔ تم مجھے اس طرح ننگا باہر نکال کر میرا مذاق اڑانا چاہتے تھے۔ میں تمہیں دوست سمجھ رہا تھا مگر تم!" ـــــ فیاض نے غصے سے نتھنے پھلاتے ہوئے کہا۔

"ارے بھائی ـــــ میری بات تو سنو ـــــ مجھ سے تو پوچھو کہ میں کیسے آیا۔ بڑی مشکل سے تمہارا یہ فیملی روم ڈھونڈا ہے۔ پچاس روپے ٹیکسی کے بھرے ہیں۔ ایک گولی بازو میں کھائی

ہے۔ بیس روپے بھیج کے دیئے ہیں۔ اور تم الٹا ناراض ہو رہے ہو ۔۔۔۔ عمران نے فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

" کوئی کھائی ہے ۔۔۔۔ ارے ہاں ۔۔۔۔ یہ تمہارے بازو پر پٹی تو بندھی ہوئی ہے۔ مگر کیا واقعی زخم بھی ہے۔ یا مجھ سے پیسے بٹورنے کا ڈرامہ ہے ۔۔۔۔ میں نے کوئی پیسہ نہیں دینا "

فیاض نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

" لو سنو ۔۔۔۔ میری کار تباہ ہو گئی۔ جولیا کی کار الٹ گئی میری کار کے دو ٹائر برسٹ ہو گئے۔ اور آپ فرما رہے ہیں پیسے ہی نہیں دینا۔ بھائی ڈیتھ سرکل کے آٹھ مجرم ہلاک ہوئے ہیں اور سب تمہارے کھاتے میں ۔۔۔۔ ایک لاکھ روپے فی مجرم لوں گا۔ اس سے کم یہ بات نہیں بنے گی " ۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔۔ آٹھ مجرم ڈیتھ سرکل کے ہلاک ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں ان کی لاشیں اور کیسے ہلاک ہوئے "

فیاض نے ڈیتھ سرکل کا لفظ سنتے ہی اچھلتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں یک دم چمک سی ابھر آئی تھی۔

" ایک لاکھ روپے فی مجرم ۔۔۔۔ نکالو چیک ۔۔۔۔ جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس انہیں اٹھا کرنے جائے۔ پھر ڈیڈی تسلیم نہیں کریں گے " ۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" یہ تو بہت ہے ۔۔۔۔ آٹھ لاکھ روپے تو بہت ہیں۔ اچھا ایسا

کرو ایک ہزار روپے لو ___ چلو" ___ فیاض نے برا سا منہ بناتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"تمہاری مرضی ___ مت دو ___ میں ایکسٹو کو بیچ دیتا ہوں مجرم ___ کیا کروں گزارا تو کرنا ہے" ___ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر ایک طرف رکھے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"ارے ارے ٹھہرو ___ اچھا یہ لو چار لاکھ کا چیک لکھ دیتا ہوں یقین کرو عمران ___ آج کل قلاش ہو رہا ہوں ___ دیکھو ___ تم میرے دوست ہو۔ میرے بھائی ہو" ___ فیاض نے جلدی سے جیب سے چیک بک نکالی اور عمران کی منت شروع کر دی۔

"اچھا ___ چلو جلدی کرو ___ تم بھی کیا یاد کرو گے کس حاتم طائی سے واسطہ پڑا ہے۔ مفت ہی مجرم دے دیئے" ___ عمران نے کہا اور فیاض نے جلدی جلدی چیک لکھنا شروع کر دیا۔

فیاض کے ہاتھ سے چیک لے کر اس نے اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر اُسے بڑی احتیاط سے جیب میں ڈال لیا۔

"اب بتاؤ ___ جلدی کرو کہاں ہیں مجرم" ___ فیاض نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اس وقت تو میری جیب میں ہیں" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ہو ___ کمینے ___ تم نے چیک لے لیا۔ نکالو میرا چیک"

فیاض نے یک دم غصے سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے شانتی بھائی ۔۔ شانتی ۔۔۔ اوہ سوری شانتی تو مؤنث ہوتی ہے ۔۔۔ دھیرج بھائی دھیرج ۔۔۔ یار تم میں بس ایک ہی خامی ہے ۔۔۔ فوراً ہی اچھل پڑتے ہو"۔ عمران نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کے لئے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ تم چیک نکالو ۔ مجھے نہیں چاہئیں مجرم"۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تمہاری مرضی ۔۔۔ لیکن سوچ لو ۔ پھر کہا تو پورے آٹھ لاکھ لوں گا۔ ایک بھی کم نہیں ہو سکے گا"۔ ۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جیب سے چیک نکال کر فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یار تم دوسروں کو مصیبت میں ڈال دیتے ہو۔ اب میں کیا کروں۔ دیکھو عمران ۔۔۔ میرے دوست سچ کہو۔ کیا واقعی مجرم ہلاک ہو گئے ہیں"۔ ۔۔۔ فیاض نے کچھ دیر تذبذب میں رہنے کے بعد کہا۔

"اچھا یار سنو ۔۔۔ فوراً ٹیلی فون اٹھاؤ۔ اور بیگم روڈ کے پولیس تھانے سے پوچھو۔ کہ ساحل سمندر پر جانے والی سڑک پر کچھ لوگ ہلاک ہوئے ہیں ۔۔۔ کسی نے اطلاع دی ہے ۔ اچھا ٹھہرو ۔۔۔ میں خود بات کرتا ہوں"۔ ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے تیزی سے رسیور اٹھا کر انکوائری کے نمبر گھمائے۔

"یس ۔۔۔ انکوائری"۔ ۔۔۔ دوسری طرف سے فوراً ہی

جواب ملا۔

"بیگم روڈ پولیس اسٹیشن"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور آپریٹر نے فوراً ہی مطلوبہ نمبر بتا دیئے۔ عمران نے کریڈل دبا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔۔۔ بیگم روڈ پولیس اسٹیشن"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"فیاض سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"۔ عمران نے فیاض کے لہجے میں بڑے تحکمانہ انداز میں کہا۔ اور فیاض بالکل اپنا ہی لہجہ سن کر دھیرے سے مسکرا دیا۔

"یس سر۔۔۔ یس سر۔۔۔ فرمائیے سر"۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والا ایک دم گھبرا گیا۔

"تم لوگ کیا کرتے رہتے ہو۔ ساحل سمندر روڈ پر مجرموں نے آفت برپا کر دی۔۔۔ میں نے اپنے ایک ساتھی کی مدد سے اکیلے ہی آٹھ مجرموں سے خوفناک جنگ لڑی مشین گنیں چلتی رہیں اور تم سوئے رہتے ہو"۔۔۔ عمران نے لہجے کو انتہائی غضب آلود کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ آپ اس واقعے کی بات کر رہے ہیں۔ جہاں کاریں الٹی ہوئی ہیں۔ اور غیر ملکیوں کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں"۔۔۔ دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"ہاں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"سر ـــــ انچارج صاحب کو تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی ہے وہ فورس لے کر وہاں گئے ہیں" ـــــ بولنے والے نے جواب دیا۔

"سنو ـــــ وہاں اعلیٰ افسران پہنچنے والے ہیں۔ تم جا کر اپنے انچارج کو کہو کہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے ـــــ میں بھی پہنچ رہا ہوں" ـــــ عمران نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"یس سر ـــــ یس سر ـــــ میں ابھی اطلاع دیتا ہوں سر" بولنے والے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"او کے" ـــــ عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"اب یقین آگیا تمہیں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور فیاض کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔ اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن لی تھی ـــــ اور اس میں غیر ملکیوں کی لاشوں کا ذکر تھا۔

"اب مجھے جلدی سے ساری بات بتاؤ۔ تاکہ میں سر رحمان کو بتا سکوں ـــــ جلدی کرو" ـــــ فیاض نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کہانی ـــــ تو تمہارا کیا خیال ہے میں نے کوئی فلمی سٹوری لکھی ہے" ـــــ عمران نے لہجے کو سخت کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ـــــ میرا مطلب تھا کہ ہوا کیا۔ تفصیل بتاؤ" فیاض نے گھبرا کر کہا۔ ظاہر ہے اس موقع پر وہ عمران کو ناراض نہ کر سکتا تھا۔

"اچھا ــــ تفصیل بتاؤں ـــــ مگر فیاض صاحب ــــ تفصیل مفت تو نہیں مل جاتی۔ آج کل تو مختصر کے بھی پیسے لیتے ہیں بھائی۔ کمرشل دور ہے ـــــ اور پھر تم جانتے ہو۔ میں تو بے کار سا آدمی ہوں۔ میرا تو گزارا اسی مختصر اور تفصیل بیچنے پر ہے" ـــــ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چار لاکھ روپے لے کر بھی تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔ پچاس ہزار روپے پہلے ہی ایڈوانس کے نام پر مار چکے ہو ـــــ جلدی بتاؤ۔ اب مزید ایک پیسہ بھی نہیں مل سکتا" ـــــ فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ـــــ ناراض کیوں ہوتے ہو۔ چلو ایک بات مان جاؤ۔ فلیٹ کا کرایہ دس سال تک معاف کر دو ـــــ معاف کر دو نا یار ـــــ ویسے بھی تمہیں کون سا وصول ہوتا ہے۔ بس میرے سر سے قرض اتر جائے گا۔ میں آخرت میں سرخرو ہو جاؤں گا" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض غصے کے باوجود ہنس پڑا۔

"اچھا بھئی معاف کیا ـــــ تم پکے سور ہو ـــــ کوئی نہ کوئی شق نکال ہی لیتے ہو" ـــــ فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو سنیئے جناب ـــــ پکے سور صاحب ـــــ ویسے ایک بات ہے یار تمہیں پکانے کے لئے تو ہزاروں ٹن کوئلہ لگ جائے گا۔ حکومت کا سراسر نقصان ہے" ـــــ عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی بدل گیا۔

"تم تفصیل بتاؤ ــــ فضول باتیں مت کرو" ــــ فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہ سور پکانا فضول بات ہے اور وہ بھی تم جیسا ــــ کمال کرتے ہو۔ یہاں لاکھوں ٹن کوئلہ جلانے کی بات ہو رہی ہے۔ اور تم کہہ رہے ہو کہ" ــــ عمران بھلا کہاں فیاض کے قابو میں آنے والا تھا۔

"اچھا ــــ اچھا سن لیا۔ تم سور نہیں ہو۔ بھیڑیئے ہو ــــ گیدڑ ہو ــــ شیر ہو ــــ چیتے ہو ــــ اب بتا بھی دو" ــــ فیاض جھنجھلاہٹ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔

اور اب عمران کو معلوم تھا کہ مزید اُسے تنگ کیا گیا تو وہ عمران پر ہی جھپٹ پڑے گا ــــ یا اپنا سر دیوار میں دے مارے گا۔

"سنو ــــ تم نے تفتیش کی تو پتہ چلا کہ فردوس ہوٹل کے منیجر کی لڑکی شہلا ڈیتھ سرکل کی رکن ہے ــــ اور وہ ٹرنکورا ہوٹل میں ایک غیر ملکی راجر سے ملنے گئی۔ تم اس کے تعاقب میں گئے۔ وہاں سے شہلا اور راجر نے تمہیں بے بس کر دیا اور تمہیں پستول کے زور پر اغوا کر کے ساحل سمندر کے ایک ویران علاقے میں لے گئے وہ وہاں تمہیں قتل کر دینا چاہتے تھے ــــ مگر تم نے اپنی جرأت اور ہمت سے پانسہ پلٹ دیا اور وہ تمہیں وہیں چھوڑ کر کار میں بھاگنے پر مجبور ہو گئے ــــ تم ساحل سمندر پہ واپس آئے۔ تو وہاں تمہیں عمران کی کار کھڑی نظر آئی۔ تم نے فوراً وہ کار اڑائی اور مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا ــــ ساحل سمندر کو جانے والی سڑک پر مجرموں کے ساتھیوں نے تمہیں ایک بار پھر گھیر لیا۔

انہوں نے تمہاری یعنی عمران کی کار پر فائرنگ کی۔ اور تمہاری کار سڑک کے کنارے موجود ایک گہرے گڑھے میں گر گئی ——— مگر تم کار کے گرنے سے پہلے ہی چھلانگ لگا چکے تھے۔ اتنے میں ایک اور کار وہاں پہنچ گئی۔ مجرموں کی ایک اور کار بھی آ گئی ——— مجرموں لے آنے والی کار کو میرے ساتھیوں کی کار سمجھا۔ اور اُسے تباہ کر کے الٹ دیا۔ وہاں زبردست جنگ ہوئی اور تمہارے ہاتھوں ایک کے سوا باقی سارے مجرم ہلاک ہو گئے ——— ایک مجرم کار لے کر بھاگ نکلا اور تم آنے والی کار جو کسی عام آدمی کی تھی کی طرف دوڑ پڑے۔ تاکہ اس شریف آدمی کو بچایا جا سکے۔ جو خواہ مخواہ لپیٹ میں آ گیا تھا ——— یہ کوئی غیر ملکی خاتون تھی۔ جو تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی الٹی ہوئی کار سے نکل کر بھاگ پڑی ابھی تم اُسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ مجرم جو کار لے کر بھاگ گیا تھا۔ اس نے کار موڑ کی دوسری طرف روکی اور چپکے سے واپس آ گیا اور اس نے تم پر فائر کھول دیا ——— مگر تم پہلے سے چونکنا تھے۔ تم نے اُسے بھی قلابازی کھاتے ہوئے گولی مار دی ——— اور پھر مجرموں کی کار لے کر تم فوراً ساحل سمندر پر پہنچے۔ اس کار کو وہیں چھوڑا۔ اور اس ہوٹل میں آ کر یہاں سے پولیس کو فون کیا اور پھر واپس ٹیکسی میں موقعہ واردات پر پہنچ گئے ——— عمران نے اُسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" ویری گڈ ——— مزہ آ گیا ——— اب میں دیکھتا ہوں سر رحمان کیسے میری صلاحیتوں کے قائل نہیں ہوتے ——— آؤ میرے

ساتھ "۔۔۔۔۔ فیاض نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا تھا۔

" ارے ۔۔۔ مجھے ساتھ مت لے جاؤ ۔ ورنہ کام خراب ہو جائے گا ۔۔۔ ارے ہاں سنو ۔۔۔ اگر ڈیڈی نے پوچھ لیا کہ وہ شہلا اور راجر کہاں ہیں تو پھر "۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" ارے ہاں ۔۔۔ ان کے متعلق تو میں بھول گیا "۔۔۔۔ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

" سنو ۔۔۔ تمہیں وہ وقت یاد ہے جب تم کسی پروفیسر گھوش کے کہنے پر ان غیر ملکی انجینئروں پر جا چڑھے تھے ۔ اور پھر ڈیڈی نے تمہاری سخت بے عزتی کی تھی "۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" ارے ہاں ۔۔۔ یاد ہے ۔۔۔ اچھی طرح یاد ہے ۔ میرا بس چلے تو میں ان غیر ملکی انجینئروں کا گلا گھونٹ دوں "۔۔۔۔ فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

" تو خوش ہو جاؤ دوست ۔۔۔ تم بھی کیا یاد کرو گے ان پر صحیح طور پر ہاتھ ڈالنے کا وقت آگیا ہے ۔ ساری بے عزتی عزت میں تبدیل ہو جائے گی "۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" سچ کہہ رہے ہو ۔۔۔ مزہ آگیا ۔۔۔ واقعی مزہ آگیا ۔ اب سر رحمان کو پتہ چلے گا کہ فیاض نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں وہ سپرنٹنڈنٹ ہے گھسیارہ نہیں "۔۔۔۔ فیاض نے بے پناہ

مسرت کے دباؤ سے ناچنا شروع کر دیا۔

"مگر مجھے مزہ نہیں آرہا ۔۔۔ اب تم خود سوچو مہنگائی کے اس دور میں ساڑھے چار لاکھ میں کیا خاک مزہ آئے گا"۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو عمران ۔۔۔ تم ان غیر ملکی انجینئروں کو پکڑوا دو۔ میں تمہیں ایک لاکھ اور دوں گا۔ ایمان سے دوں گا"

فیاض نے فوراً رضامند ہوتے ہوئے کہا۔ مگر جوش میں آنے کے باوجود وہ ایک لاکھ سے اوپر نہ بڑھا تھا۔

"ہونہہ ۔۔۔ ایک لاکھ میں مزہ لینے چلے ہیں بھائی۔ یہ منہ اور مسور کی دال ۔۔۔ اب تو جناب آٹھ لاکھ روپے میں مسور کی دال صرف دیکھنے کو ملتی ہے ۔۔۔ صرف دیکھنے کو"

عمران نے بڑے مایوس سے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو ۔۔۔ تم جتنے پیسے کہو گے میں دوں گا۔ میں اپنا سارا بنک بیلنس تمہارے حوالے کر دوں گا۔ بس تم کسی طرح اس غیر ملکی انجینئر پہ ہاتھ ڈلوا دو"۔۔۔ فیاض نے جلدی سے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے دراصل یہ گا ۔۔۔ گے ۔۔۔ گی ۔۔۔ جیسے الفاظ قطعی پسند نہیں ہیں۔ جو سودا ہو وہ نقد ہونا چاہیے۔ چاہے تم آٹھ لاکھ میں سے دس روپے کم دے دو لیکن دو نقد"۔۔۔ عمران نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مگر آٹھ لاکھ ۔۔۔ یار میں نے کوئی بنک لوٹ رکھے ہیں۔

میری تنخواہ ہی کتنی ہے۔ اور پھر گھر کا خرچہ ـــــ تم اچھی طرح جانتے ہو" ـــــ فیاض نے ایک بار پھر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو سناؤں بنکوں میں تمہارے اکاؤنٹس کی تفصیل۔ اکاؤنٹ نمبر بھی اور وہ جعلی نام بھی۔ جن ناموں سے تم نے اکاؤنٹ کھول رکھے ہیں اور رقم بھی ـــــ بولو ـــــ یا پھر ڈیڈی کو لکھ کر بھیج دوں خود ہی انکوائری کرتے پھریں گے۔ ساتھ ہی ان جوا خانوں، ہوٹلوں کیفوں اور منشیات کے سمگلروں کے ناموں کی فہرست بھی ہو گی۔ جہاں سے دولت کی یہ آبشار بہہ رہی ہے" ـــــ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہی ـــ ہی ـــ ہی ـــــ تم تو میرے دوست ہو میرے بھائی ہو۔ یہ لو چیک ـــــ بس میری جان چھوڑ دو" ـــــ فیاض نے خفیف ہوتے ہوئے کہا۔ اور جلدی سے چیک بک نکال کر اس نے چیک بھرا اور عمران کی طرف بڑھا دیا ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے دوسرا چیک لیا اور اُسے جیب میں ٹھونستے ہوتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سنو ـــــ ان لاشوں وغیرہ سے فارغ ہو کر میرے فلیٹ میں آجانا وہاں سے ان غیر ملکی انجینیر کے پاس چلیں گے خوب تماشا ہو گا" ـــــ عمران نے اُسے پچکارتے ہوتے کہا۔ اور فیاض نے سر ہلا دیا۔ پھر وہ دونوں ہی اکٹھے باہر آ گئے۔ فیاض نے ویٹر سے بل لیا اُسے بل ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ٹپ بھی

دی اور پھر وہ ہوٹل سے باہر آ گئے۔

"اچھا جاؤ ——— اور سنو ——— میرے فلیٹ پر آ جانا۔ جلدی کہیں ایسا نہ ہو کہ مجرم فرار ہو جائیں اور مجھے چیک واپس کرنا پڑے" ——— عمران نے کہا۔ اور فیاض سر ہلاتا ہوا تیزی سے ہوٹل کے باہر موجود ایک ٹیکسی کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

عمران دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کیوں کہ گو اس نے فیاض کو تفصیل بتا دی تھی ——— لیکن پھر بھی تفصیل میں ایسے خلا موجود تھے کہ سر رحمان نے جیسے ہی جرح شروع کی فیاض نے بغلیں جھانکنا شروع کر دینا ہے ——— اور سب سے بڑی بات تو فیاض کا لباس تھا تازہ تازہ استری کیا ہوا۔ اب سر رحمان بچے تو نہیں تھے کہ ان کی نظر فیاض کے لباس پر ہی نہ پڑتی۔ کہ اتنے بڑے ہنگامے کے بعد بھی فیاض بے شکن لباس اور نہایا دھویا پوڈر لگائے کنگھی دیئے کھڑا ہے ——— بہرحال اس نے تو بڑے پر خلوص سے فیاض کو سب کچھ بتا دیا تھا اب اس کی قسمت۔

عمران یہی سوچتا ہوا آگے بڑھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے ایک ٹیکسی مل گئی ——— اور اس نے اسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتایا اور ساتھ ہی اسے ہدایت کر دی کہ وہ دوسری سڑک سے چلے وہ راستے میں رکنا یا سر رحمان کا سامنا کرنا نہ چاہتا تھا۔

عمران فلیٹ میں پہنچتے ہی تیزی سے مخصوص کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ کیوں کہ سلیمان نے دروازہ کھولتے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ مخصوص کمرے میں اس کے نام پیغام موجود ہیں ـــــ عمران نے کمرے میں پہنچ کر ٹیلی فون سے منسلک آٹومیٹک ٹیپ چلا دیا۔ دانش منزل کی طرح اس نے یہاں بھی یہی سسٹم اپنا رکھا تھا کہ جب عمران نہ ہوتا تو وہ ٹیپ کا بٹن آن کر دیتا اور گھنٹی بجتے ہی ٹیپ کے ساتھ آٹومیٹک آلہ اپنے مشینی بازو کی مدد سے رسیور کریڈل سے ہٹا دیتا ـــــ اور پھر فون کرنے والے کو یہ ٹیپ سنائی دیتا کہ ایکسٹو موجود نہیں ہے۔ پیغام ٹیپ کرایا جائے۔ اور اس کے بعد ٹیپ خود بخود چلنا شروع ہو جاتا۔ جب دوسری طرف سے پیغام نوٹ کرا دیا جاتا تو ٹیپ بند ہو جاتا ـــــ اور مشینی بازو رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیتا ـــــ اس طرح

اس کی عدم موجودگی میں آنے والے ٹیلی فون خود بخود ٹیپ میں محفوظ ہوجاتے۔

عمران نے جیسے ہی ٹیپ کا بٹن آن کیا۔ جولیا کی آواز ابھری۔

"میں جولیا بول رہی ہوں سر ۔۔۔ ساحل سمندر کے پبلک فون بوتھ سے ۔۔۔ آپ کی ہدایت پر میں عمران کے فلیٹ پر پہنچی تو عمران کار میں سوار ہوکر جا رہا تھا ۔۔۔۔۔۔" ۔۔۔ جولیا نے پوری تفصیل سے غیر ملکیوں کے ساتھ جھڑپ کی پوری کہانی سنا ڈالی تھی

اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ عمران اُسے چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ مجرموں کی کار جس پر عمران گیا تھا ساحل سمندر پر کھڑی ہے ۔۔۔ جبکہ عمران خود غائب ہے۔

عمران نے ٹیپ بند کیا اور پھر اُسے صاف کرنے والا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں میں ہی ٹیپ صاف ہوگیا ۔۔۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جولیا سپیکنگ" ۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس باس ۔۔۔ میری رپورٹ آپ نے سن لی ہوگی"۔ جولیا نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"میں نے سن لی ہے۔ کار کی فکر مت کرو وہ ٹھیک ہوکر تمہارے پاس پہنچ جائے گی ۔۔۔ لیکن تم نے پھر غلطی کی کہ عمران کی نگرانی

چھوڑ دی "۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
" جناب۔۔۔ وہ باتیں ہی ایسی کرتا ہے کہ مجھے غصہ آجاتا ہے۔ وہ آپ کی بے عزتی کھلے عام کرتا ہے۔ اور مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔۔۔ اس لئے میں اس کی کار سے اتر آئی تھی۔ اور وہ کار لے کر بھاگ گیا "۔۔۔ جولیانے روہانسے لہجے میں کہا۔
" سنو جولیا۔۔۔ عمران جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتا ہے کہ تم لوگوں کو غصہ آجائے۔ وہ تم سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔۔۔ میں نے تمہیں ہزار بار کہا ہے کہ سیکرٹ ایجنٹ کو جذباتی نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا مزاج ٹھنڈا ہونا چاہیئے۔۔۔ لیکن ہر بار تم جذباتی ہو جاتی ہو۔ آخر وجہ کیا ہے "۔۔۔ عمران کا لہجہ خاصا سخت ہو گیا تھا۔
" بب۔۔۔ باس۔۔۔ وہ آپ کے متعلق بڑی گھٹیا باتیں کرتا ہے اس لئے..... "۔۔۔ جولیانے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
" تو اس کے باتیں کرنے سے میری ذات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ کیا میرا قد گھٹ جاتا ہے۔۔۔ اختیارات کم ہو جاتے ہیں صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ آخر ہوتا کیا ہے۔ ایک شخص اگر باتیں کرتا ہے تو کرتا رہے۔ تمہیں اپنی ڈیوٹی کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔۔۔ کل کو اگر کوئی مجرم گھٹیا باتیں کرنا شروع کر دے تو تم اسے چھوڑ کر واپس فلیٹ پر آجاؤ گی۔۔۔ کیا اسی بات کی ٹریننگ دی ہے میں نے تم لوگوں کو "۔۔۔ عمران کا لہجہ لمحہ بہ لمحہ کرخت ہوتا

چلا گیا۔

"مم ـــــ مم ـــــ معافی چاہتی ہوں باس ش ـــــ" جولیا کا لہجہ ایک بار پھر رو دینے والا ہو گیا۔

"ایک بار پھر تمہیں معاف کیا جا رہا ہے۔ مگر اس بار کان کھول کر سن لو ـــــ اب اگر تم نے جذبات میں آ کر فرائض سے کوتاہی کی تو عبرت ناک سزا دوں گا ـــــ" عمران نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی کریڈل دبا دیا۔

اُسے نجانے کیوں جولیا کو رُلا کر لطف آتا تھا۔ اس لئے جان بوجھ کر وہ ہر دفعہ کسی نہ کسی بہانے اُسے ڈانٹ دیتا تھا۔

کریڈل دبا کر عمران نے ایک بار پھر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"سلطان سپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز گونجی۔ وہ چونکہ کوٹھی جا چکے تھے۔ اس لئے پی۔ اے کی بجائے انہوں نے براہ راست فون اٹھایا تھا۔

"سر سلطان کہیئے۔ جناب ـــــ سر کے بغیر تو سلطان کسی کام کا نہیں رہتا۔ وہ تاج کیا اپنے پیروں پر رکھ کر سلطانی کرے گا۔" عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــــ عمران بیٹے تم ـــــ سناؤ کیا ہو رہا ہے"

سر سلطان نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونا کیا ہے ـــــ مفلسی اور قلاشی کے خلاف جدوجہد ہو رہی

ہے۔ آپ تو مجھے سیکرٹ سروس میں شامل ہی نہیں کرتے۔ کہ چلو تھوڑی بہت تنخواہ کا آسرا ہی ہو جائے ——— ادھر ڈیڈی ہیں کہ ساری جائیداد بیکو بہا سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ادھر سلیمان ہر وقت میری جان کھاتا رہتا ہے ——— جیسے کسی دکان سے چوری کر کے لا دیتا ہوں تو چائے ختم ہو جاتی ہے وہ اڈا کر لاتا ہوں تو دودھ نہیں ہوتا ——— کم بخت خود تو کوشش ہی نہیں کرتا۔ کہتا ہے میں باورچی ہوں شاپ لفٹر نہیں۔ اب آپ ہی بتائیے۔ کہ آخر مفلسی اور قلاشی دور ہو تو کیسے ہو" ——— عمران نے اپنا راگ الاپنا شروع کر دیا۔

"پھر آخر کس کی شامت آئی ہے مفلسی دور کرنے کے لئے"
سر سلطان نے بڑی طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"لے دے کے ایک ہمارا یار رہ گیا سوپر فیاض بے چارہ نیک آدمی ہے ——— کبھی کبھار قرض حسنہ بلکہ قرض حسنہ دے دیتا ہے گزارہ چل ہی رہا ہے" ——— عمران نے جواب دیا۔ اور سر سلطان کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عمران کس طرح فیاض کو الو بنا کر اس سے رقم اینٹھ لینے میں ماہر ہے۔

"بس آپ ہنستے رہیئے ——— آپ کا کیا ہے ——— حکومت سے بڑی بھاری تنخواہ مل جاتی ہے۔ باقی سہولتیں مفت۔ بس بیٹھے ہنستے رہیے ——— کام کرے بے چارہ عمران ——— مجرموں سے لڑے تو بے چارہ عمران ——— اور بھوکا مرے تو بے چارہ عمران"

عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ۔۔۔۔ مجرموں کی بات پر مجھے یاد آ گیا۔ ابھی سر رحمان کا فون آیا تھا کہ فیاض نے ڈیتھ سرکل کے مجرموں کا سراغ لگا لیا ہے۔ اور ایک جھڑپ میں آٹھ مجرم ہلاک دیئے ہیں ۔۔۔۔ اور بس اس تنظیم کے سرغنے ہاتھ آنے ہی والے ہیں۔ سر رحمان بڑے خوش تھے۔ فیاض کی خداداد صلاحیتوں کی بڑی تعریف کر رہے تھے"۔۔۔۔ سر سلطان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"بالکل لگا لیا ہو گا ۔۔۔۔ دولت سے کیا نہیں ہو سکتا۔ پیسہ پاس ہو تو مجرم بھی خریدے جا سکتے ہیں۔ بلکہ مجرموں کی لاشیں بھی خریدی جا سکتی ہیں۔ مسئلہ تو سارا پیسے کا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔ میں سمجھ گیا ۔۔۔۔ اب میری سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ تو تم مفلسی اور تنگ دستی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہو۔ میں بھی کہوں کہ فیاض اکیلا اور آٹھ مجرم ۔۔۔۔ اور آٹھوں مجرم ہلاک ہو جائیں۔ واقعی پیسہ سب کچھ کرا سکتا ہے۔ کتنے پیسے کمائے"۔ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کہاں کمائے ہیں ۔۔۔۔ جو ملا تھا کار کا ستیاناس ہوا۔ میری کار کا کباڑا ہوا۔ اور رقم کتنی ملی۔ صرف بارہ لاکھ روپے اور وہ بھی بصورت چیک ۔۔۔۔ یعنی کاغذ کے دو ٹکڑے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"بارہ لاکھ روپے ۔۔۔۔ کیا یہ سچ ہے ۔۔۔۔ مگر فیاض کے پاس

اتنی رقم کہاں سے آگئی۔ نہیں ـــــ تم مذاق کر رہے ہو"
سر سلطان کے لہجے میں بے پناہ حیرت نمایاں تھی۔

"آپ حکم کریں میں آپ کو بارہ کروڑ روپے کا چیک دے سکتا ہوں۔ دو پیسے کی سیاہی بھی خرچ نہیں آتی" ـــــ عمران نے فوراً ہی پٹڑی بدلتے ہوئے کہا۔

وہ بات تو کر بیٹھا تھا۔ لیکن اب اُسے سنبھالنا پڑ گیا۔ کیوں کہ سر سلطان کے متعلق وہ جانتا تھا کہ وہ ایسے معاملات میں سخت اور بے لچک رویہ رکھتے ہیں ـــــ انہوں نے فوراً فیاض کی انکوائری شروع کرا دینی تھی اور غریب فیاض تے مارا جانا تھا۔

"اچھا اچھا ـــــ تو یہ بات ہے۔ بس زبانی ہی جمع خرچ ہوتا رہتا ہے۔ میں بھی کہوں کہ اتنی رقم فیاض کے پاس کہاں سے آگئی" ـــــ سر سلطان نے اس بار نرم لہجے میں جواب دیا اور عمران نے یوں سر پر ہاتھ پھیرا جیسے بلا ٹلنے پر شکرانہ ادا کر رہا ہو۔

"آپ کو میرے خیال میں ابھی تک وہ بے عزتی تو نہیں بھولی ہو گی جو آپ کو اور ڈیڈی کو ان غیر ملکی انجینئروں کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھی" ـــــ عمران نے فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ـــــ اس کی بات تو میں نے تم سے کرنی تھی۔ فیاض نے زبردست حماقت کی ہے۔ اور ہو سکتا ہے اس کا نتیجہ ملک کے لئے زبردست نقصان دہ نکلے ـــــ ابھی تک تو

کوئی رپورٹ ہوئی نہیں ۔لیکن ہوگی یقیناً ـــــ اس سلسلے میں کوئی راستہ نکالو ۔ میں تو بے حد پریشان ہوں "۔
سر سلطان نے جواب دیا ۔

" آپ فکر نہ کریں ـــــ اب رپورٹ ہوگی بھی نہیں ۔بس فیاض ذرا آٹھ مجرموں کی لاشوں سے فارغ ہوجائے ۔پھر وہ آپ کی اور ڈیڈی کی بے عزتی کا گن گن کر بدلہ چکائے گا "ـــــ عمران نے کہا ۔

" ارے بیٹے ـــــ اُسے سمجھاؤ ۔دوبارہ ایسی حماقت نہ کرے ۔ وہ تو پاگل ہے ۔اب اگر کوئی ایسی بات ہوگئی تو پھر بات کسی صورت نہیں سنبھالی جاسکے گی "ـــــ سر سلطان نے پریشان ہوتے ہوئے کہا ۔

" آپ بے فکر رہیں ـــــ فیاض بڑا عقل مند اور ذہین آدمی ہے بس ذرا جلد باز ہے ۔ مگر اب وہ جلد بازی نہیں کرے گا "۔
عمران نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا ۔

" بہر حال اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں ـــــ تم بہتر جانتے ہو "ـــــ سر سلطان نے جواب دیا ۔

" او ۔ کے ـــــ بس میں نے یہی بتانے کے لئے ٹیلی فون کیا تھا کہ فیاض آپ کی بے عزتی پر سخت پریشان ہے ۔اور اب بدلہ چکانے ہی والا ہے "ـــــ عمران نے کہا ۔

" اوہ ـــــ اس کا مطلب ہے وہ لوگ واقعی مجرم ہیں ۔اس پروفیسر کی اطلاع غلط نہ تھی "ـــــ سر سلطان نے کہا ۔ وہ

عمران کی باتوں سے اصل مسئلہ سمجھ گئے تھے۔

"دیکھئے ۔۔۔ بات تو ثبوت کی ہے ۔ وہ جلد ہی مل جائے گا ۔ ایجا بائی بائی ۔۔۔ اور ہاں ۔۔۔ آپ کی بے عزتی کا بدلہ کتنے میں پڑتا چاہیئے ۔ آخر سیکرٹری وزارت خارجہ کی بے عزتی کا بدلہ لینا ہے کوئی مذاق تو نہیں " ۔۔۔ عمران نے کہا ۔

"اب تم نے قیاص کے ساتھ ساتھ مجھے بھی بلیک میل کرنا شروع کر دیا ہے ۔ شیطان کہیں کے " ۔۔۔ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا ۔

"اچھا ۔۔۔ واقعی لوگ سچ کہتے ہیں ۔ ان تلوں میں تیل نہیں ہے ۔ تیل تو ایک طرف ۔۔۔ تل ہی کھانے کو نہیں ملتے " ۔۔۔ عمران نے کہا ۔

اور پھر خدا حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا ۔

رسیور رکھ کر وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا ۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر الماری سے نکالا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ کر کے بٹن آن کر دیا ۔

"ہیلو ہیلو ۔۔۔ عمران کالنگ ۔۔۔ ٹائیگر ہیلو اوور "

عمران نے بٹن آن کرتے ہی بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا ۔

"ٹائیگر سپیکنگ باس اوور " ۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی ۔

"ٹائیگر ۔۔۔ کیا رپورٹ ہے اوور " ۔۔۔ عمران

نے پوچھا۔

"جناب ۔۔۔۔ باقی غیر ملکی تو وہیں اسی عمارت میں ہیں البتہ وہ ادھیڑ عمر غیر ملکی گلشن کالونی کی ایک کوٹھی میں پہنچ چکا ہے ۔ کوٹھی نمبر ایک سو دس ہے ۔۔۔۔ اس وقت بھی وہ اسی کوٹھی میں موجود ہے میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آیا ہوں اوور" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کوٹھی میں کون ہے اوور" ۔۔۔۔ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے جھانکنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے وہاں صرف ایک کار کھڑی نظر آئی ہے ۔ آدمی کوئی نہیں تھا ۔۔۔۔ باہر کوئی بورڈ بھی موجود نہیں ہے ۔ اگر آپ حکم کریں تو میں اندر داخل ہو جاؤں اوور" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں ۔۔۔۔ تم بس نگرانی کرو ۔ ہو سکتا ہے میں سوپر فیاض کے ساتھ خود ہی چیکنگ کے لئے آؤں اوور" ۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ۔۔۔۔ اگر وہ ادھیڑ عمر غیر ملکی واپس چلا جائے تو کیا میں اسے چھوڑ دوں اوور" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔۔ تم اس کے ساتھ ہی رہنا اوور" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ۔۔۔۔ میں سمجھ گیا اوور" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے اینڈ آل" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر بند

کر کے وہ اٹھا۔ کپڑے تبدیل کئے اور پھر سلیمان کو چائے لانے کا کہہ کر وہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُسے اب فیاض کا انتظار تھا۔

"یہ گھر ہے یا ہوٹل ____ جب دیکھو چائے مانگ رہے ہیں آپ۔ چائے صرف ناشتے میں مل سکتی ہے بس ہے ____ سلیمان نے آ کر بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا لہجہ بے حد خشک تھا۔ جب کہ عمران کو معلوم تھا کہ وہ کیتلی چولہے پر رکھ کر ہی آیا ہوگا۔

"ہوٹل بنا لو تو فائدے میں رہو گے ____ ایک پیالی چائے کے بارہ لاکھ روپے مل سکتے ہیں" ____ عمران نے جیب سے فیاض کے دیئے ہوئے دونوں چیک نکال کر بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بارہ لاکھ روپے ہے ____ سلیمان نے جلدی سے چیکوں پر جھپٹا مارا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھرتی چلی گئیں۔

"اپنے سوپر فیاض کے چیک ہیں ____ واہ واہ ____ یہ بات ہوئی نا۔ جناب کتنی چائے چاہیئں۔ آپ بس حکم فرما دیا کریں چائے کی کوئی کمی نہیں ہے" ____ سلیمان نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"بس ایک ہی پلا دو ____ اللہ بھلا کرے گا" ____ عمران نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان تیزی سے واپس مڑ گیا۔

راجر بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ٹونی کی طرف سے کوئی جواب نہ آ رہا تھا ـــــ جب کہ ٹونی کو مشن پہ نکلے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اب تک کوئی نہ کوئی رپورٹ آ جانی چاہیئے تھی ـــــ اس نے ایک دو بار ٹرانسمیٹر کال کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن دوسری طرف سے رابطہ ہی نہ مل سکا تھا ـــــ اچانک ٹہلتے ٹہلتے اُسے ایک خیال آیا تو وہ تیزی سے میز پہ پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف لپکا اور اس نے تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس ـــــ ٹرنکورا ہوٹل" ـــــ دوسری طرف سے ایک سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"میں راجر بول رہا ہوں ـــــ روم نمبر چھپن دوسری منزل میرے نام کوئی کال تو نہیں آئی" ـــــ راجر نے سخت لہجے

میں پوچھا۔

"جناب ــــ دو کالیں آ چکی ہیں۔ دونوں بار کوئی پروفیسر ڈکسن بات کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب بھی آپ آئیں آپ کو یہ پیغام دے دیا جائے کہ آپ ان سے فوراً بات کر لیں" ــــ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اوہ ــــ تھینک یو" ــــ راجر نے کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے تیزی سے دوبارہ نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو ــــ پروفیسر ڈکسن سپیکنگ" ــــ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے پروفیسر ڈکسن کی آواز سنائی دی۔

"راجر بول رہا ہوں پروفیسر" ــــ راجر نے کہا۔

"اوہ راجر ــــ میں نے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرا ایک ساتھی ساحل سمندر سے واپس آیا ہے۔ اس نے ایک عجیب بات بتائی ہے کہ ساحل سمندر سے شہر آنے والی سنسان سڑک پر پولیس اور دیگر اعلیٰ حکام اکٹھے ہیں ــــ وہاں دو کاریں بھی تباہ ہوئی پڑی ہیں اور آٹھ غیر ملکیوں کی لاشیں موجود ہیں ــــ اور خاص بات یہ ہے کہ وہ انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اور وہ ڈائریکٹر جنرل جس نے ہماری کوٹھی پر چھاپہ مارا تھا وہاں موجود تھے" ــــ پروفیسر ڈکسن نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ ــــ آٹھ غیر ملکیوں کی لاشیں ــــ اوہ کہیں وہ ٹونی اور اس کے ساتھی نہ ہوں ــــ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ڈونی اتنا لاپرواہ یا آسان شکار تو نہیں ہے "۔۔۔۔۔ راجر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

" ہوسکتا ہے وہ تمہارے ساتھی نہ ہوں۔ لیکن مجھے یہی شک پڑا تھا۔ اس لئے میں نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر تم ملے ہی نہیں ۔۔۔۔ اب تم ٹرنگورا ہوٹل سے بول رہے ہو " پروفیسر ڈنکن نے کہا۔

" نہیں پروفیسر ۔۔۔۔ میں نے ٹرنگورا ہوٹل چھوڑ دیا ہے۔ وہاں خطرہ ہے۔ میں یہاں گلشن کالونی کی ایک کوٹھی میں موجود ہوں۔ پروفیسر ۔۔۔۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ موقع پر جاکر خود معلومات کریں اور پھر مجھے بتائیں "۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

" میں خود تو وہاں نہیں جاسکتا۔ کیوں کہ مجھے وہ لوگ اچھی طرح پہچانتے ہیں ۔۔۔۔ اور پھر پہلے بھی وہ ہم پر شبہ کر چکے ہیں۔ البتہ میں اپنے ایک ساتھی کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ پتہ کر آئے گا " پروفیسر ڈنکن نے جواب دیا۔

" چلو ۔۔۔۔ ایسا ہی کریں۔ اُسے کہیں کہ وہ لاشیں دیکھ لے کسی طرح۔ صحافی بن کر چلا جائے ۔۔۔۔ اگر ان میں ایسی لاش موجود ہے جس کے چہرے پر دائیں طرف زخم کا گہرا سا نشان ہے تو پھر وہ یقیناً ڈونی ہوگا ورنہ نہیں ۔۔۔۔ مگر مجھے فوراً اور جلد از جلد رپورٹ چاہئے "۔۔۔۔ راجر نے کہا۔

" مگر تمہیں رپورٹ کہاں دی جائے۔ ٹرنگورا ہوٹل تو تم چھوڑ چکے ہو۔ جہاں سے اب بول رہے ہو وہاں کا ٹیلی فون نمبر دے دو "

پروفیسر نے کہا۔

"آپ فون کو چھوڑیں ـــــ آپ خود یہاں میرے پاس آجائیں۔ ہو سکتا ہے مجھے آپ کی ضرورت پڑجائے۔ گلشن کالونی کوٹھی نمبر ایک سو دس" ـــــ راجر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ میں آجاؤں گا ـــــ میرا انتظار کرنا" پروفیسر نے جواب دیا۔

اور راجر نے سر ہلاتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار ابھر آتے تھے ـــــ اگر واقعی ٹونی اور اس کے ساتھی مارے جا چکے ہیں تو واقعی معاملہ بے حد سنگین ہو چکا ہے۔ اُسے فوری طور پر اس ملک سے نکلنا پڑے گا ـــــ کیونکہ ایکشن گروپ کے بغیر تو کسی طرح بھی مشن شروع نہ ہو سکتا تھا۔ پھر تو اُسے فوری طور پر مین ہیڈ کوارٹر جا کر وہاں سے تنظیم کے اور آدمی اکٹھے کر کے لانے پڑیں گے۔

وہ بیٹھا سوچتا رہا۔ اور اسی طرح سوچ بچار میں اُسے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

"باس ـــــ ایک آدمی کسی مسٹر راجر سے ملنے آیا ہے۔ وہ غیر ملکی ہے نام پروفیسر ڈنکن بتاتا ہے" ـــــ اچانک ایک مسلح آدمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ اُسے فوراً یہاں لے آؤ" ـــــ راجر نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور چند لمحوں بعد پروفیسر ڈنکن اندر داخل ہوا۔

"تمہارے آدمی تو بہت خطرناک ہیں" ـــــ پروفیسر نے گھبرائے

ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس پروفیسر ـــــ مجھے انہیں ہدایات دینے کا خیال نہیں رہا ورنہ آپ کو تکلیف نہ ہوتی ۔ بہرحال بتایئے کیا رپورٹ ہے "۔

راجر نے کہا۔

"کراس بنا زخم لئے چہرے پر ایک لاش موجود ہے "۔

پروفیسر نے جواب دیا ۔ اور راجر نے دانتوں سے ہونٹ کاٹنے شروع کر دیئے۔

"اوہ ـــــ اس کا مطلب ہے ٹونی اور اس کے ساتھی مارے گئے ـــــ یہ بہت برا ہوا پروفیسر "ـــــ راجر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"دیکھو راجر ـــــ میری تمہاری صرف دوستی ہے ۔ مجھے تمہارے بزنس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ لیکن موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ تم فی الحال یہاں سے چلے جاؤ ـــــ ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کے قابو آجاؤ "ـــــ پروفیسر نے جواب دیا ۔

"ٹھیک ہے پروفیسر ـــــ آپ کا مشورہ درست ہے ۔ میں ایسا ہی کروں گا ۔ میں نے اس ملک کو انتہائی پس ماندہ سمجھ کر یہاں تنظیم کی پوری قوت صرف نہ کی تھی ـــــ صرف ایک چھوٹا سا گروپ لے کر آگیا تھا ۔ میں ایک بار پھر آؤں گا اور پھر دیکھوں گا کہ یہ لوگ ہمارا مقابلہ کس طرح کرتے ہیں ـــــ میں پورے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا "ـــــ راجر نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔ جتنا ہم اس ملک کو پس ماندہ سمجھتے تھے یہ اتنا پس ماندہ نہیں ہے ــــ اچھا اب اجازت"
پروفیسر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا پروفیسر ــــ تمہارے تعاون کا بے حد شکریہ۔ تمہاری خدمات کو ڈیتھ سرکل ہمیشہ یاد رکھے گی۔ بائی بائی" ــــ راجر نے پروفیسر کے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور پروفیسر نے مصافحے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک راجر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما ــــ اور کمرہ پٹاخے جیسی آواز سے گونج اٹھا۔ پروفیسر کی کنپٹی پر پوری قوت سے مکہ لگا تھا اور پروفیسر بے چارہ چیخ بھی نہ سکا اور اچھل کر فرش پر جا گرا ــــ چند لمحے اس کا جسم تڑپتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔ راجر نے جھک کر اس کی کلائی پکڑی اور نبض چیک کرنے لگا۔ پروفیسر بے ہوش ہو چکا تھا۔

"سوری پروفیسر ــــ ایسا اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ میں تمہارے میک اپ میں آ جاؤں۔ اس طرح میں آسانی سے ملک سے باہر جا سکتا ہوں" ــــ راجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے پروفیسر کو اٹھایا اور ملحقہ باتھ روم میں گھستا چلا گیا ــــ اس نے پروفیسر کو باتھ روم کے فرش پر لٹا دیا اور پھر تیزی سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ پروفیسر کا لباس اتار کر اس نے اپنا لباس اتارا ــــ اور پھر پروفیسر کا لباس خود پہننا شروع کر دیا۔

پروفیسر کا جسم اور قد وقامت چونکہ تقریباً اس جیسا تھا اس لئے اس نے پروفیسر کا روپ دھارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے الماری سے میک اپ کا سامان نکالا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے چلنا شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مکمل طور پر پروفیسر ڈکسن کا روپ بدل چکا تھا ـــ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آیا اور اس نے ایک الماری کھولی۔ غسل خانے سے بجلی سے چلنے والی آری نکال کر اس کا شو پلگ میں لگا کر اس نے بٹن آن کر دیا۔ آری کا تیز بلیڈ تیزی سے چلنا شروع ہو گیا۔ وہ فرش پر عریاں پڑے پروفیسر پر جھک گیا۔

"خدا حافظ پروفیسر۔ تنظیم تمہاری قربانی کو ہمیشہ یاد رکھے گی"
واجہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے آری کا تیز بلیڈ اس نے پروفیسر کی گردن پر جما دیا۔ پروفیسر کے جسم کو معمولی سی حرکت ہوئی۔ مگر دوسرے لمحے اس کی گردن کٹتی چلی گئی۔ غسل خانے کے فرش پر خون تیزی سے پھیلنے لگا۔ واجہ آری سے پروفیسر کے جسم کو کاٹتا گیا

تھوڑی دیر بعد غسل خانے کے فرش پر پروفیسر کے جسم اور ہڈیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈھیر کی صورت میں خون میں لپٹے ہوئے پڑے تھے ـــ اس نے پروفیسر کا سر بھی کاٹ کر ہزاروں حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور پھر اس نے غسل خانے کے پانی کی نکاسی والی جالی ہٹائی ـــ اور ان ٹکڑوں کو گٹر میں بہانا شروع کر دیا۔ اس نے پانی کا نل پورا کھول دیا تھا۔ اور پانی ان ٹکڑوں کو بہا کر اپنے ساتھ گٹر میں لیتا چلا گیا ـــ تھوڑی دیر بعد

غسل خانے کا فرش صاف ہو چکا تھا۔ اب وہاں خون کا ایک دھبہ تک موجود نہ تھا ـــــــ پروفیسر ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر گٹر میں پہنچ چکا تھا۔ راجر نے آری کا بلیڈ پانی سے دھویا۔ ہاتھ صاف کئے۔ اور پھر ایک کونے میں پڑے ہوئے برش کی مدد سے کونے کھدرے بھی صاف کر دیئے ـــــــ جب اُسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا تو اس نے نل بند کیا۔ جالی کو واپس اپنی جگہ پر لٹکایا اور الماری سے پتلون نکال کر دوبارہ پہن لی ـــــــ اب اس کے پہچان لئے جانے کا ہر خدشہ ختم ہو چکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں راجر اس دنیا سے غائب ہو چکا تھا۔

" راجر پروفیسر کے روپ میں باہر آیا۔ اور پھر اس نے الماری سے تمام ضروری سامان نکال کر ایک بیگ میں ڈالا ـــــــ اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل آیا۔

کوٹھی میں اس وقت چار مسلح محافظ موجود تھے۔ یہ چاروں مقامی آدمی تھے اور کرایہ پر حاصل کئے گئے تھے۔

" ستو دوستو ـــــــ میں باس ہوں پروفیسر کے میک اپ میں ـــــــ راجر نے برآمدے کے قریب پہنچ کر اپنی اصل آواز میں کہا۔

" اوہ باس ـــــــ آپ " ـــــــ چاروں مسلح افراد اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

" میں نے یہ جگہ فوری طور پر چھوڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ پروفیسر میرے میک اپ میں اندر بندھا پڑا ہے ـــــــ تم چاروں ایسا کرو

کہ اندر جاکر اُسے بھی اٹھالاؤ۔ اور اندر الماری میں موجود اسلحہ بھی اٹھالو ــــــ پروفیسر کو جہاں جی چاہے پھینک دینا۔ اسلحہ تمہارا۔" راجر نے کہا اور ان چاروں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنا معاوضہ تو پیشگی ہی وصول کر چکے تھے ــــــ اب ظاہر ہے قیمتی غیر ملکی اسلحہ مفت مل رہا تھا۔ چنانچہ اسلحے کے لالچ میں وہ چاروں مڑے اور تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتے چلے گئے ــــــ ان کے مڑتے ہی راجر نے جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور بجلی کی سی تیزی سے نکالا اور دوسرے لمحے چٹ چٹ کی آوازیں ریوالور سے نکلیں اور وہ چاروں وہیں راہداری میں ہی ایک دوسرے پر ڈھیر ہوتے چلے گئے ــــــ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگی تھیں۔ وہ چاروں چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے تھے۔ راجر نے ریوالور دوبارہ جیب میں ڈالا اور پھر وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا اس نے باری باری انہیں گھسیٹ کر کوٹھی کے تہہ خانے میں لے جاکر پھینک دیا ــــــ اور اس کے بعد اس نے تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا۔ اُسے یقین تھا کہ چونکہ کوٹھی کا چھ ماہ کا کرایہ ایڈوانس دیا جا چکا ہے۔ اس لئے کئی ماہ تک یہاں کوئی نہیں آئے گا اور اس وقت تک یہ لاشیں گل سڑ کر ناقابل شناخت ہو چکی ہوں گی ــــــ اور شناخت ہو بھی جائے تب بھی اُسے پرواہ نہ تھی اس نے تو بہرحال ملک سے باہر نکل ہی جانا تھا۔

" اب اس کے ذہن میں صرف شہلا کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ موجودہ حالات میں شہلا کو اپنے ساتھ نہ لے جا سکتا تھا ــــــ کیوں کہ

شہلا انٹیلی جنس کی نظروں میں آچکی تھی۔ اور شہلا کی وجہ سے حالات بگڑ بھی سکتے تھے ــــــ اس لئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ جوزفین کلب جاکر پہلے شہلا کا صفایا کرے گا پھر باہر جانے کا پروگرام بنائے گا۔ مارگریٹ کی اُسے فکر نہ تھی ــــــ کیوں کہ ایک تو مارگریٹ ابھی تک سامنے ہی نہ آئی تھی اور پھر وہ سپلائی کے لئے پہلے ہی ملک سے باہر جا چکی تھی اور اس کی آمد میں ابھی دو تین روز باقی تھے۔ چنانچہ یہی فیصلہ کرتے ہی وہ پروفیسر کی کار میں بیٹھا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار کوٹھی کے پھاٹک سے باہر نکل کر شہر کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑتی چلی گئی ــــــ راجر اب بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا کار چلا رہا تھا۔ کیوں کہ اس کے خیال کے مطابق اب وہ پوری طرح محفوظ ہو چکا تھا۔

فیاض گنگناتا ہوا فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا ــــ اور باچھیں کھل کر کانوں تک چلی گئی تھیں۔ آنکھوں میں فتح اور مسرت کی چمک تھی۔ اس کے جسم پر سپرنٹنڈنٹ کی وردی تھی اور وہ یوں اچھل اچھل کر دو دو سیڑھیاں چڑھ رہا تھا ــــ جیسے دشمن کی فوج کو شکست دینے کے بعد فاتح جرنیل مفتوحہ کیمپ میں داخل ہوتا ہے۔

فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور سامنے ہی صوفے پر عمران دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے اکڑوں بیٹھا ہوا تھا ــــ اس کا انداز ایسا تھا جیسے زبردست پریشانیوں اور مصائب کا بوجھ اس اکیلے کے سر پر آ پڑا ہو۔

"کبھی تو خوش بھی ہو جایا کرو ــــ ہر وقت روتے ہی نظر آتے ہو" ــــ فیاض نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو

کر کہا۔ عمران کی حالت دیکھ کر اس کا سارا موڈ چوپٹ ہو گیا تھا۔

"خوشیاں تو مجھ سے روٹھ چکی ہیں سوپر فیاض ـــــ سماج نے مجھے اتنے تھپیڑ مارے ہیں کہ سماج کے اپنے ہاتھ تھک گئے ہیں اور سماج اب اپنے بازوؤں کی مالش کر رہا ہے ـــــ میرے لئے تو خوشیاں بھی آنسو بہا رہی ہیں۔ اتنے آنسو بہا رہی ہیں کہ ہر طرف سیلاب آچکا ہے۔ آنکھوں میں کشتیاں بلکہ موٹر لانچیں چل رہی ہیں۔ اور ملک و قوم کا پٹرول ضائع کر رہی ہیں" ـــــ عمران نے فلموں کے ہیرو جیسی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"جہاں سماج تمہیں تھپیڑ مار مار کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکا وہاں میرا ایک ہی تھپڑ کافی ہو گا کیا خیال ہے" ـــــ فیاض نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بادر دی سماج ـــــ ارے خدا کی پناہ ـــــ اس کا تو تھپیڑ ہی بڑا زور دار ہوتا ہے۔ اسے تھپیڑ کہنا تو تھپیڑ کی توہین ہے اسے تو تھانپڑ کہنا چاہیئے" ـــــ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ـــــ اب یہ اداکاری چھوڑ و۔ خدا کی قسم آج زندگی کا لطف آیا ہے ـــــ سر رحمان نے جب آٹھ غیر ملکیوں کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھیں تو ان کا چہرہ کھل اٹھا۔ بس کچھ نہ پوچھو وہ تعریفیں ہوئیں کہ سارے گلے شکوے دور ہو گئے" ـــــ فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ فلمی سٹوری بھی سنا دی" ـــــ عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں ــــ میں نے مرچ مصالحہ لگا کر سنادی۔ بڑا لطف آیا۔ میں اکیلا اور آٹھ مسلح غیر ملکی مجرم "ــــ فیاض نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی اعتراض ــــ کوئی جرح "ــــ عمران نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ارے تم اعتراض کی بات کر رہے ہو۔ سر رحمان کی تو خوشی سے باچھیں کھل رہی تھیں ــــ انہوں نے فوراً صدر مملکت کو رپورٹ دی۔ کامیاب رپورٹ "ــــ فیاض نے جواب دیا۔ اور عمران سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

سر رحمان اب واقعی بوڑھے ہو چلے تھے اور بوڑھے اور بچے تو ٹوٹے ہوئے کھلونوں سے بھی جی بہلا لیا کرتے ہیں۔

"اچھا ــــ چلو تمہارے پیسے تو حلال ہو گئے۔ کیا یاد کرو گے مفت میں مجرم مار لئے "ــــ عمران نے کہا۔

"اچھا جی ــــ یہ مفت ہے۔ ساڑھے بارہ لاکھ روپے خرچ کئے ہیں مذاق نہیں۔ کبھی کمائے ہوں تو پتہ چلے کہ پیسے کیسے کمائے جاتے ہیں۔ بس گولیاں چلا کر آٹھ غیر ملکی مار دئیے اور ان کے بدلے مجھ جیسے آدمی سے ساڑھے بارہ لاکھ روپے مار لئے ــــ اس پر اکڑ رہے ہو "ــــ فیاض نے لہجے میں غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ــــ تو یہ بات ہے ــــ چلو ایسے ہی سہی۔ اب دوسری نیلامی میں ایکسٹو کو بھی شامل کر لیتا ہوں، پھر دیکھتا ہوں کون

زیادہ بولی لگاتا ہے" ____ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دوسری نیلامی ____ کیا مطلب؟" ____ فیاض نے چونک کر آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی یہ تو کارکن مجرم تھے۔ ڈیڑھ لاکھ روپے میں ایک مجرم کی لاش میں نے فروخت کر دی۔ کہ چلو اس بار نفع نہ سہی نقصان ہی سہی ____ مگر ڈیتھ سرکل کے اصل گرگے تو ابھی رہتے ہیں ظاہر ہے۔ ان کی قیمت تو ان کی حیثیت کے مطابق ہی ہو گی" ____ عمران نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اب کمینہ پن پہ اتر آئے ہو عمران ____ میں نے بہت برداشت کیا ہے تمہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم مجھے احمق سمجھو یہ آٹھ لاکھ روپے کا چیک تم نے گرگوں کو پکڑوانے کا لیا ہے سمجھے ____ اور اب تم نے اگر چکر چلانے کی کوشش کی تو پکڑ کر جیل بھیج دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا وہاں سے تمہیں کون چھڑاتا ہے اور اگر کسی نے چھڑا بھی لیا تو خدا کی قسم گولی مار کر خودکشی کر لوں گا" فیاض نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ جھنجھلاہٹ سے بھرپور تھا۔

"ارے ارے ____ یار ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ بھائی تم میرے دوست ہو۔ تمہاری کامیابی میری کامیابی ہے۔ ایک دوست کو بارہ لاکھ روپے دینے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو کوئی بات نہیں ____ تم اپنے چیک واپس لے لو۔ میرا گزارہ تو روپیٹ کر ہو ہی جائے گا۔ مگر ایک دوست تو خوش ہو گا"

عمران نے دوسرے انداز میں نفسیاتی وار کرتے ہوئے کہا۔

"بس بس ــــ میں وہ چیک واپس نہیں لیتا۔ تم مجھے اب اصل گر گئے پکڑوا دو۔ تمہارا میرا اس کیس کا حساب ختم"۔

فیاض نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں بھائی ــــ میں باز آیا ایسے سودے بازی سے۔ تم اپنے چیک بھی لے لو اور میں تمہیں مجرم بھی پکڑوا دیتا ہوں۔ سچ ہے غریب کے پاس تھوڑی سی رقم بھی آ جائے تو لوگ طعنے مار مار کر اسے ختم کر دیتے ہیں ــــ اب دیکھو مجھے معلوم ہے کہ تم ہر مہینے دس بارہ لاکھ روپے اینٹھ لیتے ہو۔ میں نے کبھی تمہیں طعنہ دیا ہے ــــ یہ ہے کمینگی اور شرافت میں فرق" ــــ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض کوئی جواب دیتا عمران نے سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"فرمایئے" ــــ دوسرے لمحے سلیمان نے دروازے میں سے جھانکتے ہوئے کہا۔

"بھئی ــــ سوپر صاحب کے وہ دو چیک لا دو۔ انہیں واپس کر دیں۔ یہ بے چارے بڑے پریشان ہیں ــــ کہتے ہیں اتنی بھاری رقم نہیں دے دی ہے" ــــ عمران نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھا جناب ــــ ابھی لا دیتا ہوں" ــــ سلیمان نے خلاف توقع بڑے شرافت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں ـــــ رہنے دو" ـــــ فیاض نے سلیمان کو منع کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ عمران سے مخاطب ہوا۔

"تم تو ناراض ہو گئے یار ـــــ تم سے رقم مجھے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں تمہیں ناراض نہیں دیکھ سکتا۔ تم مجھ سے اور بارہ لاکھ کا چیک لے لو مگر ناراض نہ ہو" ـــــ فیاض عمران کی توقع کے عین مطابق اس کے اس نئے نفسیاتی جال میں پھنس ہی گیا۔ عمران جانتا تھا کہ اگر وہ یہ داؤ استعمال نہ کرتا تو فیاض واقعی اُسے گولی مار دینے سے بھی نہ ٹلتا۔

"نہیں بھئی ـــــ وہی بارہ لاکھ ہی ہضم نہیں ہو رہے کھٹے ڈکار آ رہے ہیں۔ تم مزید بارہ لاکھ دے کر مجھے ہیضہ کرانا چاہتے ہو" ـــــ عمران نے مسمسے لہجے میں کہا۔ مگر فیاض نے اس کی بات سنے بغیر جیب سے چیک بک نکالی اور ایک اور چیک لکھ کر زبردستی عمران کی جیب میں ٹھونس دیا۔

"میں نے آٹھ لاکھ کا اور چیک لکھ دیا ہے ـــــ بس اب تو مسکرا دو" ـــــ فیاض نے کہا۔

"یعنی چار لاکھ روپے کی ڈنڈی پھر بھی مار گئے ـــــ بھئی کاروبار کرنا تو کوئی تم سے سیکھے" ـــــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے چیک نکال کر اس نے زور زور سے دوبارہ سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"اب کیا ہے" ـــــ سلیمان نے سخت لہجے میں کہا۔

"یار ناراض کیوں ہوتے ہو ـــــ کشتی دیوی بیٹھی ہو تو ناراض

نہیں ہوا کرتے ـــــ یہ تو آٹھ لاکھ روپے کا نیا چیک ـــــ اللہ کرے گا باقی چار لاکھ بھی مل ہی جائیں گے" ـــــ عمران نے چیک سلیمان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"صرف آٹھ لاکھ روپے کا چیک ـــــ باقی چار لاکھ ادھار۔ آج کل زمانہ ہے ادھار رکھنے کا ـــــ ادھار تو محبت کی قینچی ہے" سلیمان نے یوں بُرا سا منہ بناتے ہوئے چیک لیا۔ جیسے آٹھ لاکھ کا نہیں آٹھ پیسے کا چیک ہو۔

"تم قینچی استرے کی بات نہ کیا کرو سلیمان ـــــ ورنہ کسی دن باربر شاپ کھول کر بیٹھ جاؤ گے۔ رکھو ادھار محبت کا یار دن دستہ ہے۔ آدمی کو اپنی پیشہ ورانہ شناخت قائم رکھنی چاہیے" ـــــ عمران نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں ہی پہلے پر طلے ہو۔ یوں باتیں کر رہے ہو جیسے میں نے آٹھ لاکھ کا چیک نہ دیا ہو۔ حقیر سا نذرانہ پیش کیا ہو" فیاض نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"سلیمان ـــــ فیاض صاحب کو آج تک جتنی چائے پلوائی ہیں تم نے ان کا صرف سوئی گیس کا بل کتنا بنتا ہے" ـــــ عمران نے کہا۔

"صاحب ـــــ کیا پوچھتے ہیں ـــــ بس نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ ایک بار چائے بنانے پر ایک روپے کی سوئی گیس جلتی ہے۔ اور میرے اندازے کے مطابق فیاض صاحب آج تک کروڑ چائے تو پی ہی گئے ہوں گے ـــــ اس سے زیادہ ہی ہو سکتی ہیں

کم نہیں ــــ کیوں فیاض صاحب ــــ حساب ٹھیک ہے نا "
سلیمان نے فیاض سے ہی تصدیق کراتے ہوئے کہا۔

" اچھا اچھا ــــ دفع ہو جاؤ ــــ سن لیا ہے میں نے حساب "
فیاض نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔

" چلو ــــ یہ بھی اچھا ہے تمہیں حساب کا پتہ چل گیا۔ حساب رکھنا اچھی بات ہے آدمی سے بھول چوک نہیں ہوتی "
عمران نے بڑے فلسفیانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" تم گولی مارو حساب کتاب کو ــــ وہ ٹشبلا اور راجر کہاں ہیں " ــــ فیاض نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ہاں بھئی ــــ اب تو گولی ہی مارنی پڑے گی۔ باقی رقم تو ڈوب ہی گئی۔ اچھا خیر ــــ کبھی زندگی رہی تو حساب بھی پورا ہو ہی جائے گا " ــــ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

" آؤ بھئی ــــ اب باقی پیسے بھی حلال کر لیں " ــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور فیاض بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں ہی آگے پیچھے چلتے ہوئے فلیٹ سے نیچے اترے ــــ فیاض کی سرکاری گاڑی وہاں موجود تھی عمران بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر بیٹھ گیا ــــ باوردی ڈرائیور پہلے سے ہی سٹیرنگ پر موجود تھا۔ فیاض بھی عمران کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

" کہاں چلنا ہے " ــــ فیاض نے ڈرائیور کے سامنے بڑے کرخت لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جہاں جی چاہے لے چلو ــــــ سرکاری پٹرول ہے کون پوچھتا ہے" ـــــ عمران نے بڑے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پلیز" ـــــ فیاض نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سیٹ کے نیچے ہاتھ بھی جوڑ دیئے۔

"اچھا اچھا ـــــ میں سمجھ گیا۔ یعنی تم شہر کی بجائے مضافات جانا چاہتے ہو ـــــ چلو ٹھیک ہے گلشن کالونی چلو ـــــ سنا ہے وہاں بڑی اچھی کوٹھیاں بنی ہیں۔ میں نے بھی کوٹھی بنوانی ہے۔ شاید کوئی نقشہ ہی پسند آجائے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ڈرائیور" ـــــ فیاض نے عمران کی بات ختم ہوتے ہی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر" ـــــ ڈرائیور نے فوراً مؤدب ہو کر جواب دیا۔

"گلشن کالونی چلو" ـــــ فیاض نے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد تھوڑی دیر بعد گاڑی گلشن کالونی میں داخل ہو گئی۔

"کوٹھی نمبر ایک سو دس تلاش کرلو ـــــ سنا ہے بڑے جدید ڈیزائن کی ہے" ـــــ عمران نے کہا اور پھر وہ باہر دیکھنے لگا۔ جیسے کوٹھیوں کے نمبر پڑھ رہا ہو۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈرائیور نے ایک درمیانی قسم کی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔

اس پر ایک سودس کا نمبر صاف پڑھا جا رہا تھا۔

" آؤ بھئی ـــــ اندر چل کر ڈیزائن اچھی طرح دیکھ لیں "۔ عمران نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور فیاض بھی فوراً نیچے اتر آیا۔ کوٹھی کا پھاٹک کھلا ہوا تھا ـــــ اس لئے وہ دونوں اطمینان سے اندر داخل ہو گئے۔ پورچ میں ایک کار موجود تھی۔ اور بس ـــــ باقی کوٹھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔

" یہ تو کوٹھی خالی معلوم ہوتی ہے "ـــــ فیاض نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

" کوئی بات نہیں ـــــ خالی ہوگی تو اطمینان سے ڈیزائن دیکھ لیں گے "ـــــ عمران نے کہا۔ اور وہ دونوں پورچ میں پہنچ گئے۔ عمران کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ کوٹھی خالی ہے ـــــ اس کا مطلب ہے پنچھی اگر تھے بھی تو اڑ چکے تھے۔ عمران نے کوٹھی کی تلاشی لینی شروع کر دی ـــــ اور پھر مختلف کمروں میں گھومنے کے بعد آخر کار وہ تہہ خانے میں پہنچ ہی گیا جہاں چار مقامی آدمیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

" لو بھئی ـــــ چار لاکھ تو اتر گیا ـــــ سنبھالو چار لاشیں "۔ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اوہ ـــــ مگر یہ تو مقامی ہیں "ـــــ فیاض نے کہا۔

" بھئی ـــــ غیر ملکی لاش کے ڈیڑھ لاکھ لگے تھے تو کیا مقامی کے ایک لاکھ بھی نہ دو گے "ـــــ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو کیا یہ بھی مجرموں کے ساتھی ہیں ـــــ مگر مجرم کہاں ہیں" فیاض نے کہا۔

"وہ بھی مل جائیں گے یار ـــــ جو کام قسطوں میں ہو جائے وہ اچھا ہے ـــــ پہلی قسط تو وصول کر لو" ـــــ عمران نے کہا۔ اور فیاض سر ہلاتا ہوا واپس پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

"سنو ـــــ اس ڈرائیور کو چھٹی کرا دو۔ اس طرح تو ہم سیر ہی کر سکتے ہیں۔ کام نہیں ہو سکتا" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ میں سمجھ گیا" ـــــ فیاض نے کہا۔ اور تیزی سے قدم بڑھاتا باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی عمران نے تیزی سے کلائی پر بندھی ہوئی ٹرانسمیٹر واچ کا ونڈ بٹن گھمایا ـــــ اور جب گھڑی پر سوئیاں مخصوص ہندسوں پر پہنچیں تو اس نے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دو بار گھمایا۔ دوسرے لمحے گھڑی کے ڈائل پر ایک سرخ رنگ کا نقطہ جل اٹھا۔ عمران خاموشی سے اس نقطے کو دیکھتا رہا ـــــ چند سیکنڈ بعد نقطے کا رنگ سبز ہو گیا اور عمران سمجھ گیا کہ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔

"ہیلو ـــــ عمران سپیکنگ اوور" ـــــ عمران نے گھڑی کے قریب منہ لے جا کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر ـــــ ٹائیگر بول رہا ہوں اوور" ـــــ دوسری طرف سے ٹائیگر کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

"کہاں سے بول رہے ہو اوور" ـــــ عمران نے

"شاہی روڈ کی پہلی عمارت کے باہر موجود ہوں۔ پروفیسر اس کوٹھی سے باہر آگیا تھا —— آپ کے حکم کے مطابق میں نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ کوٹھی سے نکل کر جوزفین کلب گیا۔ اس نے کار باہر چھوڑی اور تقریباً دس منٹ تک عمارت کے اندر رہا۔ پھر واپس آکر وہ دوبارہ کار میں سوار ہوا —— اور وہاں سے سیدھا اس عمارت میں آگیا ہے۔ اس وقت بھی اندر موجود ہے۔ اوور" —— ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کوٹھی کے اندر گولیاں چلنے کی آواز بھی سنی تھی تم نے۔ اوور" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب —— ایسی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ حالانکہ میں کوٹھی سے بالکل نزدیک رہا ہوں۔ اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اچھا —— تم ایسا کرو —— یہاں سے سیدھے جوزفین کلب جاؤ اور وہاں جا کر معلوم کرو کہ پروفیسر وہاں کس سے ملنے گیا تھا۔ اوور" —— عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب —— رپورٹ ٹرانسمیٹر پر ہی دوں۔ اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہاں —— مگر جلدی۔ اوور" —— عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— میں پتہ کر لوں گا۔ میرے چند واقف وہاں موجود ہیں۔ اوور" —— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے ــــ اور دیا ٹیڈ آل" ــــ عمران نے کہا اور دونو بٹن دبا کر اس نے رابطہ ختم کیا۔ اور پھر سوئیاں گھما کر اس نے وقت درست کیا ــــ اس کی گھڑی میں ڈبل ٹائم سسٹم تھا۔ یعنی ہندسوں کے ذریعے بھی وقت دکھائی دیتا تھا اور گھڑی کی سوئیوں کی مدد سے بھی ــــ اس لئے اسے وقت درست کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

اسی لمحے فیاض واپس آ گیا۔

"میں نے ڈرائیور کو ہیڈ کوارٹر اطلاع دے کر بھیج دیا ہے۔ وہاں سے لوگ پہنچ جائیں گے" ــــ فیاض نے جواب دیا۔

"اوکے ــــ آؤ اب باقی کا سلسلہ بھی اتنا ہی دلچسپ ہے" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے باہر کی طرف چل پڑا ــــ فیاض اس کے پیچھے تھا۔ اس بار فیاض ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔

"اب کہاں چلنا ہے" ــــ فیاض نے گاڑی کوٹھی سے باہر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"وہیں ــــ جہاں سے تم بے عزت ہو کر نکلے تھے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" ــــ فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے ہاں ــــ یہ تو میں بھول ہی گیا کہ تم ہر جگہ سے بے عزت ہو کر ہی نکلتے ہو ــــ اس لئے تمہیں خاص شناخت بتانی پڑے گی۔ یعنی وہیں جہاں پہ دفعہ کمشنر نے تمہیں

بھیجا تھا"۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور فیاض اُسے گھور کر رہ گیا۔ مگر اس نے جواب دینے کی بجائے گاڑی آگے بڑھادی۔۔۔ فیاض لاکھ مشتعل مزاج سہی لیکن اُسے اتنا ہوش ضرور تھا کہ اگر اس نے ذرا بھی غصہ دکھانے کی کوشش کی تو عمران نے ایک بار پھر بگڑ جانا ہے۔۔۔ اور پھر اُسے منانا مشکل ہو جائے گا۔

"ایک بات سوچ لو۔۔۔ اس بار اگر چھاپہ ناکام ہوا تو سر رحمان مجھے گولی مار دیں گے"۔۔۔ فیاض نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ پھانسی چڑھ جائے گا ناڈیڈی۔۔۔ چڑھنے دو۔ کم از کم جائیداد تو میرے قبضے میں آئے گی۔ مجھے تم جیسے لوگوں کی منتیں تو نہیں کرنی پڑیں گی"۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور فیاض خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ظاہر ہے جو اپنے باپ کے متعلق ایسے فقرات کہنے سے نہ ٹلتا تھا وہ فیاض کو کہاں بخش سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض کی گاڑی شاہی روڈ پر پہنچ گئی۔ اور شاہی روڈ پر پہنچتے ہی اس نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر لی۔

"کیا اس عمارت کے اندر جانا ہے"۔۔۔ فیاض نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ باہر کہیں آڑ میں روک لو۔ مجھے پہلے مراقبہ تو کر لینے دو"۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے

گاڑی ایک طرف روک لی۔ عمران خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں الجھن نمایاں تھی ـــــ کوٹھی خالی ہونے اور وہاں ملازموں کی لاشیں ملنے کا مطلب تھا کہ مجرم غائب ہو چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے پروفیسر موجود تھا۔ اگر وہ مجرم ہوتا تو اس طرح کبھی نہ رہتا ـــــ پھر آخر پروفیسر کا کیا رول ہے اور مجرم کون ہیں۔ شہلا اور راحر کہاں ہیں۔ ان سوالوں کا جواب نہ مل رہا تھا۔ ابھی انہیں وہاں رکے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک عمران کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔

"یار فیاض دیکھنا اس عمارت کا کوئی عقبی دروازہ تو نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو ہم یہاں بیٹھے رہیں اور پروفیسر فرار ہی ہو جائے" ـــــ عمران نے کلائی پر ضربیں لگتے ہی فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ ظاہر ہے وہ فیاض کے سامنے ٹائیگر سے بات نہ کرنا چاہتا تھا۔

"تو کیا میں خود جا کر دیکھوں" ـــــ فیاض نے یوں حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے ایسا کام اس کے شایان شان نہ ہو۔

"نہیں ـــــ اپنی وردی کو بھیج دو تم بے شک یہاں بیٹھے رہو۔ یا پھر دوسری صورت ہے کہ وردی کو یہاں ڈال دو اور خود جا کر دیکھ آؤ" ـــــ عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ عجیب مصیبت ہے ـــــ میں سپرنٹنڈنٹ نہ ہوا سپاہی ہو گیا" ـــــ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دروازہ

کھول کر نیچے اتر گیا عمران کے ہونوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ وہ فیاض کی مشکل سمجھتا تھا ـــــ فیاض کو یہ کام اپنے عہدے کے لحاظ سے گھٹیا معلوم ہو رہا تھا۔

فیاض کے جاتے ہی عمران نے تیزی سے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دبایا۔

"ہیلو ـــــ ٹائیگر سپیکنگ اوور" ـــــ بٹن دبتے ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے اوور" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"جناب ـــــ پروفیسر یہاں کے ایک کمرے میں گیا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ لاک تھا۔ میں نے ماسٹر کی سے جب اسے کھولا تو اندر ایک مقامی لڑکی کی لاش پڑی ہوئی ہے اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مقامی لڑکی کی ـــــ کیا حلیہ ہے اس کا اوور" ـــــ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اور جواب میں ٹائیگر نے جو حلیہ بتایا وہ سنتے ہی عمران سمجھ گیا کہ ہلاک ہونے والی لڑکی شہلا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

"کیا کلب والوں کو اس کی ہلاکت کی اطلاع ہے اوور" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب ـــــ میں نے خفیہ طور پر چیکنگ کی تھی اوور" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"مگر تم نے پوچھ گچھ کی ہو گی اور جب اس کمرے سے لاش ملے گی تو پھر بات تم پر بھی آ جائے گی اوور"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہو تو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ پھر کیا حکم ہے اوور"۔۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"کیا تم اس لاش کو خفیہ طور پر وہاں سے نکال کر لا سکتے ہو اوور"۔۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"بالکل لا سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔ ایک راستہ ایسا ہے جہاں سے یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے اوور"۔۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے۔۔۔۔۔۔ پھر اس لڑکی کی لاش وہاں سے نکال کر اُسے پیلی عمارت کی عقبی سمت کوئے میں اندر پھینک دو۔ مگر جلدی اوور"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"بہتر جناب۔۔۔۔۔۔ مجھے زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگے گا اوور"۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"لاش پھینک کر تم مین روڈ کی طرف آ جانا۔ وہاں میں فیاض کے ساتھ اس کی سرکاری گاڑی میں موجود ہوں۔۔۔۔۔۔ تم صرف پاس سے گزر جانا۔ میں سمجھوں گا کہ کام ہو گیا ہے اوور"۔ عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب اوور"۔۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارے پاس موٹر سائیکل تو نہیں ہے اوور"۔۔۔۔۔۔ اچانک عمران نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کار ہے جناب۔۔۔۔۔۔ موٹر سائیکل ہوتا تب میں لاش کیسے لے

آنا ہو ور"۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

" او۔ کے ۔۔۔۔۔ فوراً کام شروع کر دو۔ مگر انتہائی ہوشیاری سے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

چند لمحوں بعد ہی فیاض بھی تیز تیز قدم اٹھاتا واپس آگیا۔

" وہاں کوئی دروازہ نہیں ہے"۔۔۔۔۔ فیاض نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی جیسے اُسے خواہ مخواہ تکلیف دی گئی ہو۔

" مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔۔۔۔۔ چلو تمہیں بھی پتہ چل گیا"

عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور گاڑی کی نشست سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

" اگر تمہیں پتہ تھا تو مجھے خواہ مخواہ دوڑایا"۔۔۔۔۔ فیاض نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں بند کئے گہری سوچ میں تھا۔۔۔۔۔ صورت حال واضح ہوتی چلی جا رہی تھی۔ پروفیسر کا کوٹھی سے نکلنا اور وہاں سے چار مقامی آدمیوں کی لاشیں ملنا۔۔۔۔۔ اور پھر پروفیسر کا جوزفین کلب میں جا کر شہلا کو قتل کرنا اور راجر کا غائب ہو جانا۔ اس سے تو ایک ہی بات کا پتہ چلتا تھا کہ پروفیسر اور راجر ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔۔۔۔۔ مگر صرف ایک الجھن تھی کہ جس وقت راجر ٹنکورا ہوٹل میں تھا اس وقت پروفیسر یہاں موجود تھا۔ اور پھر پروفیسر نے ٹنکورا ہوٹل میں راجر کو فون بھی کیا تھا۔۔۔۔۔ اس سے تو یہی ظاہر

ہوتا تھا کہ وہ دونوں علیحدہ علیحدہ آدمی ہیں ـــــ مگر پھر راجر کہاں غائب ہو گیا۔ اور شہلا کا قتل اور کوٹھی کا خالی ہونا ـــــ مقامی محافظوں کا قتل، سب باتیں آپس میں الجھ گئی تھیں۔ اب تو ایک ہی صورت تھی کہ پروفیسر ہی اصل صورت حال بتا سکتا تھا ـــــ اور اس نے پروفیسر کو قابو میں کرنے کے لئے ہی شہلا کی لاش کو عمارت میں پھینکوانے کا پروگرام بنایا تھا ـــــ ظاہر ہے شہلا کی لاش عمارت سے ملنے کے بعد پروفیسر کی گرفتاری کا سرکاری جواز بن جاتا تھا ـــــ ورنہ تو پروفیسر نے پہلے کی طرح اب بھی اپنے سفارت خانے کی آڑ لینی تھی ـــــ اور فیاض بے بس ہو کر رہ جاتا۔ مسئلہ فیاض کا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فیاض جس طرح پہلے بے عزت ہو کر نکلا تھا اور سر رحمان اور سر سلطان کو منتیں کرنا پڑی تھیں اس کا بدلہ چکایا جاتا ـــــ ورنہ اگر فیاض کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ پروفیسر کو خود ہی اغوا کر کے دانش منزل لے جاتا ـــــ اور پھر پروفیسر کے فرشتے بھی اصل صورت حال بتا دیتے۔

"اب کیا یہاں بیٹھے ہی رہیں گے یا کچھ کرنا بھی ہے"۔ فیاض نے عمران کی طویل خاموشی سے تنگ آ کر جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صبر ـــــ پیارے سپرنٹنڈنٹ صبر ـــــ جاسوسی کرنی ہے تو صبر کرنا سیکھنا ہی پڑے گا ـــــ ورنہ پھر ظاہر ہے ڈیڈی کی جھاڑیں ہوں گی۔ اور تمہاری بے بسی" ـــــ عمران نے

آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض دانتوں سے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

ظاہر ہے اب وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس کی حیثیت تو کٹھ پتلی جیسی تھی ــــ اُسے تو سرے سے معلوم ہی نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیسے ہو رہا ہے۔

راجر پروفیسر کے میک اپ میں سیدھا جوزفین کلب پہنچا ۔۔۔۔ اس نے کار باہر روکی اور پھر گھوم کر وہ کلب کی سائیڈ کی گلی میں داخل ہو کر عقبی سمت میں آ گیا ۔۔۔۔ وہ عقبی دروازے سے اندر جانا چاہتا تھا مگر دروازہ بند تھا۔ اس نے اسے دھکیل کر کھولنا چاہا۔ مگر بے سود ۔۔۔۔ دروازہ چونکہ اندر سے بند تھا۔ اس لئے وہ باہر سے نہ کھل سکتا تھا۔ راجر ہونٹ کاٹتا ہوا تیزی سے واپس مڑا ۔۔۔۔ اب ظاہر ہے مین گیٹ سے اندر جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا واپس مین گیٹ کی طرف آیا ۔۔۔۔ اور پھر دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ یہاں کلب میں یہ اصول رکھا گیا تھا کہ جس کمرے کے لئے کوئی ملاقاتی آتا وہ پہلے کاؤنٹر مین سے بات کرتا ۔۔۔۔ وہ فون کر کے اس کمرے کے رہائشی سے اجازت لیتا۔ اور اگر اجازت مل

جاتی تو ملاقاتی کو اوپر جانے کی اجازت دی جاتی ۔ ورنہ اُسے واپس بھیج دیا جاتا ـــــ پروفیسر اندر داخل ہو کر سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔ ایک نوجوان موجود تھا ۔

" فرمایئے " ـــــ کاؤنٹر مین نے پروفیسر کو دیکھتے ہی مہذب لہجے میں کہا ۔

" کمرہ نمبر دو سو دس میں مس شہلا مقیم ہیں ۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں " ـــــ راجر نے سنجیدہ لہجے میں کہا ۔

" آپ کا تعارف " ـــــ کاؤنٹر مین نے بڑے با اخلاق لہجے میں پوچھا ۔

" پروفیسر ڈی ۔ ایس " ـــــ پروفیسر نے جان بوجھ کر نام بتانے کی بجائے ڈیتھ سرکل کا مخصوص کوڈ ڈی ۔ ایس کہہ دیا ۔ وہ جانتا تھا کہ یہ الفاظ سنتے ہی شہلا ملنے کے لئے تیار ہو جائے گی ۔

" بہتر جناب ـــــ ایک لمحہ توقف کیجئے ۔ میں مس شہلا سے پوچھ لوں " ـــــ کاؤنٹر مین نے کہا ۔ اور پھر اس نے کاؤنٹر پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن دبا دیا ۔

" یس ـــــ روم نمبر دو سو دس " ـــــ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے شہلا کی آواز سنائی دی ۔

" کاؤنٹر مین بول رہا ہوں میڈم ـــــ ایک صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں ـــــ پروفیسر ڈی ۔ ایس " ـــــ کاؤنٹر مین نے بڑے مہذب لہجے میں کہا ۔

" اوہ ـــــ پروفیسر ڈی ۔ ایس ـــــ ٹھیک ہے بھیج دو "

دوسری طرف سے شہلا نے حیرت بھرے انداز میں ڈمی بایس کے الفاظ دوہراتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے میڈم" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے کہا اور رسیور رکھتے ہوئے اس نے کاؤنٹر کے نیچے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی لفٹ کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

"تشریف لے جائیے پروفیسر" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور راجر سر ہلاتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کمرہ نمبر دو سو دس کے سامنے موجود تھا۔ اس نے دروازہ پر ہلکی سی دستک دی۔

"یس ۔۔۔ کم ان" ۔۔۔ اندر سے شہلا کی آواز سنائی دی اور راجر دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شہلا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"اوہ ۔۔۔ تم کون ہو" ۔۔۔ پروفیسر کی اجنبی شکل دیکھتے ہی شہلا بھی طرح چونک پڑی۔

"شہلا ۔۔۔ میں راجر ہوں ۔۔۔ ایک نئے میک اپ میں" اس بار راجر نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"راجر ۔۔۔ اوہ تم ۔۔۔ میں بھی کہوں کہ نئے آدمی کو کوڈ اور اس کمرے کا کہاں سے علم ہو گیا۔ کہو بات کیا ہے" ۔۔۔ شہلا نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"بات ختم ہو گئی ہے شہلا ۔۔۔ ٹونی اپنے پورے گروپ سمیت انٹیلی جنس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ اور انٹیلی جنس اب ہماری

بازیابی کے لئے پورے شہر میں چھاپے مار رہی ہے۔ اس لئے مجھے مجبوراً یہ میک اپ کرنا پڑا ہے "۔۔۔۔۔ راجر نے جواب دیا۔ وہ بیٹھنے کی بجائے بستر کے قریب کھڑا ہو کر بات کر رہا تھا۔

"ٹونی مارا گیا ۔۔۔ اوہ ویری بیڈ ۔۔۔ اب کیا ہوگا۔ میں بھی تو انٹیلی جنس کی نظروں میں ہوں "۔۔۔۔۔ شہلا نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے خوف نمایاں تھا۔

"اس لئے تو یہاں آیا ہوں کہ تمہیں انٹیلی جنس کی نظروں سے چھپا دوں ۔۔۔۔ انٹیلی جنس تمہیں دیکھ کر بھی کچھ معلوم نہ کر سکے مجبوری ہے "۔۔۔۔ راجر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔۔ کیا میرا میک اپ کرو گے ۔۔۔۔ مگر کس کا "۔۔۔۔ شہلا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں ۔۔۔۔ میک اپ کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا کام ختم تو تمہارا وجود بھی ختم "۔۔۔۔ راجر نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ شہلا اس کی بات کا مطلب سمجھتی۔ راجر نے جیب سے ہاتھ باہر نکالا ۔۔۔۔ اور اس کے ہاتھ میں سائیلنسر لگا ریوالور چمک رہا تھا۔

"کک کک .... " ۔۔۔۔ شہلا نے ریوالور دیکھتے ہی خوف زدہ لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے جیٹ کی آواز سنائی دی ۔۔۔۔ اور شہلا کا باقی فقرہ اس کے حلق میں ہی رہ گیا۔ گولی ٹھیک اس کے دل میں گھستی چلی گئی۔ اور شہلا ایک جھٹکے سے بستر پر گر پڑی ۔۔۔۔ وہ بے چاری چیخ بھی نہ سکی اور

چند لمحوں بعد ہی بے حس و حرکت ہو کر رہ گئی۔
راجر نے ریوالور کی نال میں پھونک مار کر اسے واپس جیب میں ڈال دیا۔ اور پھر اس نے تیزی سے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی ۔۔۔۔ وہ کوئی ایسی چیز یہاں نہ چھوڑنا چاہتا تھا جس سے تنظیم کے ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی ہو سکے۔ مگر وہاں ایسی کوئی چیز موجود ہی نہ تھی۔۔۔۔ مطمئن ہو کر اس نے ایک نظر مردہ شہلا پر ڈالی۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھا۔۔۔ اور چند ہی لمحوں میں وہ مین گیٹ سے باہر نکلتا چلا آیا۔ اس کے قدموں میں خاصی تیز رفتاری تھی۔ وہ جلد از جلد کلب سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔۔۔۔ کار میں بیٹھ کر جب وہ کلب سے کافی فاصلے پر آ گیا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے۔
تھوڑی دیر بعد وہ شاہی روڈ کی اس پیلی عمارت میں پہنچ گیا جہاں اصل پروفیسر رہائش پذیر تھا۔۔۔۔ اس کی کار دیکھتے ہی دربان نے خود ہی پھاٹک کھول دیا اور راجر کار اندر پورچ میں لیتا چلا گیا۔ عمارت میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔۔۔۔ باقی لوگ شاید سائیٹ پر گئے ہوئے تھے۔ دربان باہر ہی رہ گیا تھا۔ اس لئے راجر اطمینان سے پہلے تو پوری عمارت میں گھومتا رہا وہ یہاں کے ہر پہلو سے واقف ہو جانا چاہتا تھا۔۔۔۔ اور پھر اس نے ہر کمرے میں پڑے ہوئے سامان کی تلاشی لی۔ یہاں رہنے والے ہر انجینئر کا علیحدہ کمرہ تھا اور وہ ان کے سامان

کو چیک کر کے ان کے ناموں اور کاموں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا ___ اس لئے ایک گھنٹے کے طویل عرصے تک مسلسل مصروف رہنے کے بعد وہ مطمئن ہو کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اب وہ پروفیسر کا رول آسانی سے کچھ عرصے تک نبھا سکتا تھا۔ اس نے پروفیسر کے سامان اور اس کے ذاتی خطوط کی بھی پڑتال کی۔ اور پھر وہ کرسی پر بیٹھ کر آئندہ کی منصوبہ بندی میں مصروف ہو گیا۔ اسی لمحے اُسے دروازے پر دربان کی شکل نظر آئی۔

" پروفیسر ___ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے "

دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے ___ مگر تم پھاٹک چھوڑ کر یہاں کیوں آ گئے ہو "

راجر نے پروفیسر کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" جناب ___ باقی ممبرز کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں نے لنچ کا انتظام کرنا ہے نا " ___ دربان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

" اوہ ___ اچھا اچھا ___ بس ایک پریشانی کی وجہ سے مجھے خیال نہیں رہا " ___ راجر نے فوراً ہی بات سنبھالتے ہوئے کہا اور دربان سر جھٹکتا ہوا ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

راجر کچھ دیر سوچتا رہا۔ ایک لمحے کے لئے تو اسے خیال آیا کہ وہ فوراً مغربی جرمنی کے سفارت خانے بات کر کے واپسی کی ٹکٹ منگوا لے ___ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ ظاہر ہے اس کے لئے کوئی ___ معقول بہانہ ہونا چاہیئے تھا۔

اور فی الحال ایسا کوئی بہانہ موجود نہ تھا۔ اُسے کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا ـــــ ابھی وہ اسی سوچ بچار میں مصروف تھا کہ اچانک ایک گاڑی کے اندر آنے کی آواز سنائی دی ـــــ اور پھر مختلف لوگوں کے باتیں کرنے اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں اور راجر سمجھ گیا کہ پروفیسر کے باقی ساتھی آ گئے ہیں۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا ـــــ چند لمحوں بعد دس غیر ملکی اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"کیا حال ہے طبیعت کا پروفیسر ـــــ صبح آپ کی طبیعت بے حد خراب تھی۔ ڈاکٹر سے مشورہ کیا؟" ـــــ ایک غیر ملکی نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"اب ٹھیک ہوں ٹیڈ ـــــ شکریہ ـــــ میں ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ اس نے تمام چیک اپ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے بس معمولی سا ڈپریشن ہے" ـــــ پروفیسر نے تصویر کی مدد سے اس غیر ملکی کو پہچانتے ہوئے اس کا باقاعدہ نام لے کر جواب دیا۔

"اوہ ـــــ شکر ہے ـــــ آج سائٹ پر آپ کی غیر موجودگی بڑی محسوس ہوتی رہی ـــــ کل تو آپ چلیں گے نا" ـــــ ایک دوسرے غیر ملکی نے پوچھا۔

"بالکل چلوں گا" ـــــ راجر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"او۔ کے ـــــ او۔ کے" ـــــ سب نے خوشی سے نعرہ لگاتے ہوئے کہا اور پھر وہ کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ اور

راجر کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ تیر تی چلی گئی ــــــ وہ سوچ رہا تھا کہ انجینئر پروفیسر کے جسم کے ٹکڑے گٹر میں تیرتے پھر رہے ہوں گے ــــــ اور یہ سائٹ پہ چلنے کی بات کر رہے ہیں، بہرحال وہ پہلے امتحان میں کامیاب ہو گیا تھا ــــــ اس نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

ٹائیگر کو کال کئے جب تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا تو عمران چوکنا ہو کر بیٹھ گیا ——— اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے عمارت کی ملحقہ گلی سے ٹائیگر کو نکل کر گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ ٹائیگر کے چہرے پر موجود اطمینان دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا ہے ——— ٹائیگر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا گاڑی کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اور عمران نے چونک کر فیاض کی طرف دیکھا ——— جس کے چہرے پر شدید ترین بیزاری کے آثار نمایاں تھے۔ وہ شاید دل ہی دل میں بیٹھا عمران کو روانی سے گالیاں دے رہا ہوگا ——— مگر ظاہر ہے منہ سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔

"یار تھک تو نہیں گئے بیٹھے بیٹھے ——— چاہو تو باہر سڑک پر لیٹ جاؤ بلکہ سو جاؤ۔ میری طرف سے اجازت ہے" ——— عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"مزید میرا دل نہ جلاؤ ۔۔۔ اب کب تک بیٹھنا ہوگا"

فیاض نے چڑچڑے سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس اب انتظار کی صبر آزما گھڑیاں ختم ۔۔۔ میرا مراقبہ پورا ہوگیا ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ دونوں ہی چونک پڑے ۔۔۔ کیوں کہ ایک سٹیشن ویگن عمارت کے گیٹ پر رکی اور پھر پھاٹک کھلتے ہی اندر چلی گئی۔ اس میں دس کے قریب غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔

"اچھا اچھا ۔۔۔ میں سمجھ گیا ۔۔۔ تمہیں انہی کا انتظار تھا تو کیا یہ سارے مجرم ہیں" ۔۔۔ فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اتنا بڑا انکشاف کر کے اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

"کاش اتنے سارے مجرم ہوتے تو میں جلد ہی کروڑ پتیوں میں شامل ہو جاتا" ۔۔۔ عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض بے اختیار ہنس پڑا۔

"اب کیا کرنا ہے ۔۔۔ یہیں بیٹھے ٹھنڈی سانسیں لیتے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی سہی" ۔۔۔ فیاض نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو فیاض ۔۔۔ اندر ایک پروفیسر ڈکسن موجود ہے۔ وہی ادھیڑ عمر غیر ملکی جو اس وفد کا سربراہ ہے ہمارا مطلوبہ آدمی ہے ۔۔۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میرا تمہارے ساتھ جانا لازمی ہے

مگر انہوں نے آسانی سے جان نہیں دینی۔ اور لامحالہ ڈیڈی کو بلانا پڑے گا ـــــ اور ڈیڈی نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو پھر معاملہ خراب ہو جائے گا ــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ ایسا مت کرنا۔ ورنہ سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا" ـــــ فیاض نے بوکھلا کر کہا۔

"پھر تو ایک ہی صورت ہے کہ میں تمہارے ماتحت کا میک اپ کر لوں ـــــ بولو ـــــ کس کا کروں۔ اور مجھے اس کا فوٹو بھی چاہیے" ـــــ عمران نے کہا۔

"ماتحت کو چھوڑو ـــــ وہ تو سر رحمان دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ وہ ایک ایک آدمی کی رگ رگ سے واقف ہیں۔ کوئی اور تجویز سوچو" ـــــ فیاض نے جواب دیا۔

"ارے ہاں ـــــ یہ ٹھیک رہے گا۔ میرا دماغ بھی اب تمہاری صحبت میں رہتے رہتے فیل ہو رہا ہے۔ وہ پروفیسر کھوسٹ کیسا رہے گا۔ مجبراعلیٰ" ـــــ عمران نے چہکتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں ـــــ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔ میں سر رحمان سے کہوں گا کہ میں نے پروفیسر کو ڈھونڈ نکالا اور پروفیسر کی بات سچی نکلی" ـــــ فیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس طرح اس کی کارکردگی مزید نمایاں ہوتی تھی۔

اور عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا بکس نکالا اور اسے کھول کر سامنے رکھ دیا ـــــ اور پھر اس کے ہاتھ

تیزی سے چلنے لگے۔ کیوں کہ گاڑی ایک طرف کھڑی تھی اس لئے کسی کے خاص طور پر دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

عمران کے ہاتھ تیزی سے چلتے رہے۔ اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا فیاض حیرت سے اس جادوگری کو دیکھتا رہا ـــــ عمران کے چہرے کے نقوش تیزی سے بدلتے جا رہے تھے۔ چہرے پر جھریاں ابھر آئی تھیں ـــــ سر کے بالوں میں سفیدی جھلک آئی تھی اور اب بال کھچڑی کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ رنگ بھی بدل گیا تھا ـــــ عمران نے میک اپ باکس میں لگے ہوئے آئینے کو دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے میک اپ باکس میں سے چھوٹے چھوٹے دو کلپ نکال کر نتھوں میں فٹ کر دیئے۔ ان کلپوں کی مدد سے اس کے نتھنوں کی ساخت اور مجموعی طور پر ناک کی ساخت یک لخت بدل گئی ـــــ دائیں گال میں کان کے ساتھ مصنوعی مسہ لگنے کے بعد عمران نے ہلکی داڑھی اور مونچھ بھی لگا دی۔ اور ساتھ ہی بھنوؤں کا سٹائل بھی بدل ڈالا ـــــ اس کے بعد اس نے میک اپ باکس سے ایک ٹیپ رول نکالا اور اس میں تھوڑا سا ٹیپ کا ٹکڑا کاٹ لیا ـــــ اس ٹیپ پر ایسے نشانات بنے ہوئے تھے جیسے کوئی پرانا مندمل شدہ زخم کا نشان ہو۔ اس نے ٹیپ کو پیشانی کی دائیں طرف چپکا دیا۔ اور اس پر انگلی پھیرنے کے بعد جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو چہرے پر پرانے زخم کا نشان ابھر آیا ـــــ عمران نے میک اپ باکس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر

دونوں آنکھوں میں سبز رنگ کے محلول کے دو قطرے ڈال دیئے۔ اور بوتل بند کر کے باکس میں رکھ دی ـــــ محلول کے قطرے جیسے ہی آنکھ میں پڑے ۔ عمران کی آنکھ کی پتلی ذرا سی پھیل گئی اور اس کا رنگ بھی بدل گیا ـــــ عمران نے کنگھی کی مدد سے بالوں کا سٹائل بھی بدل دیا ۔ اور پھر باکس کے دوسرے خانے میں رکھی ہوئی پتلی کمان کی عینک نکال کر اس نے آنکھوں پر لگالی ۔ اور میک اپ باکس بند کر کے اس نے واپس کوٹ کی جیب میں رکھ دیا ـــــ اب وہ مکمل طور پر کسی یونیورسٹی کا ادھیڑ عمر پروفیسر نظر آرہا تھا ۔

" حیرت انگیز ـــــ انتہائی حیرت انگیز ـــــ تم تو جادوگر ہو اگر تم میرے سامنے یہ روپ نہ بدلتے تو میں مر کر بھی یقین نہ کرتا کہ تم علی عمران ہو " ـــــ فیاض کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ تحسین کے جذبات بھی موجود تھے ۔

" بھئی ـــــ پیسے کمانے کے لئے سب روپ دھارنے پڑتے ہیں ، کسی کی جیب سے پیسہ نکالنا آسان نہیں ہے اور خاص طور پر تمہاری " ـــــ عمران نے لہجہ بدلتے ہوئے کہا ۔

" پھر وہی پیسہ ـــــ جو بھی بات کرو تم بات پیسے پر ہی آ کر ختم کرتے ہو " ـــــ فیاض نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا ۔

" آؤ بھئی سوپر فیاض ـــــ اب اس معاملے کو ختم ہی کر دیں ۔ خواہ مخواہ اتنا بڑھ گیا ہے " ـــــ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ۔ اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا ۔ فیاض بھی تیزی سے

نیچے اترا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس کے کارناموں کی فہرست میں ایک اور شاندار کارنامے کا اضافہ ہونے والا تھا۔

اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے عمارت کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھا ــــــ فیاض نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی کھڑکی کھلی اور دربان باہر آگیا ــــــ یہ وہ دربان نہ تھا جو پہلی بار فیاض سے ٹکرایا تھا شاید شفٹ کے تحت وہ لوگ کام کرتے تھے ــــــ فیاض چونکہ پوری یونیفارم میں تھا اس لئے وہ فیاض کو دیکھتے ہی جھجک گیا تھا۔

"گیٹ کھولو" ــــــ فیاض نے تحکمانہ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ ہیں اور ایک تفتیش کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں ــــــ پروفیسر ڈنکن سے انہوں نے ملنا ہے" ــــــ عمران نے فوراً ہی دربان سے فیاض کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا سینہ اور زیادہ چوڑا ہوتا چلا گیا۔

"بہتر جناب" ــــــ دربان نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اس نے واپس جا کر گیٹ کھول دیا۔ اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"آئیے جناب ــــــ میں آپ کو ان کے کمرے میں لے چلتا ہوں" ــــــ دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور فیاض نے

سر ہلادیا۔

اور وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دربان انہیں راہ داری میں لے جاکر ایک کمرے کے دروازے پہ لے جاکر رک گیا۔

"ابھی ابھی کھانا کھاکر سب اپنے کمروں میں آرام کر رہے ہیں۔" دربان نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دروازہ کھٹکھٹاؤ" ــــ فیاض نے کرخت لہجے میں جواب دیا اور دربان نے تیزی سے دروازہ کھٹکھٹا دیا۔

"کون ہے" ــــ اندر سے پروفیسر کی آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھولیے جناب ــــ افسر صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں" ــــ دربان نے جواب دیا۔ چوں کہ اُسے فیاض کا عہدہ یاد نہ رہا تھا۔ اس لئے اس نے افسر صاحب کہہ کر جان چھڑا لی ــــ اور دوسرے لمحے اندر سے قدموں کی آواز ابھری۔

"تم جاؤ" ــــ فیاض نے دربان کو تحکمانہ لہجے میں کہا اور دربان تیزی سے واپس گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور پروفیسر ویگنن کی شکل دروازے میں نظر آئی۔

"فرمایئے" ــــ پروفیسر نے حیرت بھرے انداز میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پروفیسر ــــ کیا آپ ہمیں اندر آنے کے لئے نہیں کہیں

گے "۔۔۔۔۔ عمران جو پروفیسر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ فوراً ہی بول پڑا۔

"اوہ۔۔۔ آیئے آیئے "۔۔۔۔ پروفیسر نے تیزی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ اور عمران اور فیاض دونوں تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔

عمران نے پروفیسر کی آنکھوں میں فیاض کے لئے اجنبیت نوٹ کر لی تھی۔۔۔۔ اور اس بات سے وہ کھٹک گیا تھا کیوں کہ پچھلے واقعے کے بعد کم از کم پروفیسر فیاض کی شکل نہ بھول سکتا تھا۔ اور اس لئے وہ فیاض کے بولنے سے پہلے بول پڑا تھا۔۔۔۔ وہ مزید بات کو کنفرم کرنا چاہتا تھا۔

"پروفیسر۔۔۔ آپ انہیں پہچانتے ہیں "۔۔۔۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ آفیسر ہیں "۔۔۔۔ پروفیسر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم مجھے نہیں پہچانو گے۔۔۔ حیرت ہے "۔۔۔۔ فیاض کو بھی اب پروفیسر کے انداز پر حیرت ہونے لگی تھی۔

"ہمیں پروفیسر ڈکن سے ملنا ہے "۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میں پروفیسر ڈکن ہوں۔۔۔ فرمایئے "۔ مگر مجھے اپنا تعارف کرایئے "۔۔۔۔ پروفیسر نے تیزی سے جواب دیا۔

"اگر آپ پروفیسر ڈکن ہیں تو بتایئے کہ راجہ کہاں ہے "۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"راجہ ــــ مگر کون راجہ ــــ آپ کیا کہہ رہے ہیں "
پروفیسر نے چونک کر کہا۔
لیکن اس کی آنکھوں میں چونکنے کی نوعیت عمران سے چھپی نہ رہی تھی۔
"دیکھو پروفیسر ــــ اس بار تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ سب کچھ بتا دو" ــــ اچانک فیاض غصے سے چیخ پڑا۔ اس کا پیمانہ صبر شاید لبریز ہو چکا تھا۔
"اوہ ــــ تم مجھ پر رعب ڈال رہے ہو ــــ میں ایک معزز آدمی ہوں ــــ سمجھے" ــــ پروفیسر بھی غصے میں آ گیا۔
"غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے پروفیسر ــــ تم ہمیں راجہ کا پتہ بتا دو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے" ــــ عمران نے بات کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
"میں کسی راجہ کو نہیں جانتا ــــ سمجھے ــــ تم غلط جگہ پہ آ گئے ہو۔ اور تم نے ابھی اپنا تعارف ہی نہیں کرایا"
پروفیسر نے اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔
"سنو پروفیسر ــــ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم نے ٹرنکدرا ہوٹل میں راجہ کو فون پہ انٹیلی جنس کے چھاپے کی اطلاع دی۔ اور سنو ــــ پھر تم گلشن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو دس میں راجہ سے ملنے گئے اور اس کے بعد تم جوزفین کلب میں گئے۔
اب بولو ــــ اب بھی تم کہو گے کہ میں راجہ کو نہیں جانتا"
عمران نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"بکواس ـــــ سب بکواس ـــــ میں کہیں نہیں گیا۔ اور نہ ہی میں راجہ کو جانتا ہوں اور نہ ہی میرا راجہ سے کوئی تعلق ہے۔ اس کا مطلب ہے تمہارا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔ تم نے پہلے بھی ایک غلط حرکت کی تھی اور تمہارے افسران کو معافی مانگنی پڑی تھی اور میں خاموش ہو گیا ـــــ لیکن اب تم پھر آ گئے ہو اب تمہیں بھگتنا پڑے گا" ـــــ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آواز کافی بلند تھی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ وہ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بلانا چاہتا ہے ـــــ اور وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازے کھلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر کئی غیر ملکی نوجوان اندر داخل ہو گئے۔

"اوہ ـــــ تو یہ پھر آ گیا ـــــ تم کیوں آئے ہو" ـــــ ایک غیر ملکی نے فیاض کو دیکھتے ہی غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور باقی لوگوں کا موڈ بھی جارحانہ ہو گیا تھا۔

"ٹیڈ ـــــ سفارت خانے ٹیلی فون کرو اور سفیر یا سیکرٹری کو بلاؤ۔ ان لوگوں کو اب مکمل سزا ملنی چاہیے" ـــــ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

اور ایک غیر ملکی سر ہلاتا ہوا تیزی سے کمرے میں رکھے ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ عمران خاموش کھڑا رہا جب کہ فیاض کا رنگ بدلنے لگا۔ عمران کی خاموشی اسے بری طرح کھل رہی تھی۔ اسے اصل صورت حال کا علم نہ تھا کہ پروفیسر غیر ملکی انجینئر ہے اور معزز مہمان ہے پھر آخر نئی بات کیا ہو گی۔

"سفیر صاحب خود آرہے ہیں" ۔۔۔۔۔ ہیڈ اس دوران ٹیلی فون سے فارغ ہو گیا تھا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ سختی تھی۔

"کیا ایک ٹیلی فون ہمیں بھی کرنے کی اجازت ہے" عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"اب تم بچ کر نہیں جا سکتے ۔۔۔۔۔ چاہے جو بھی کر لو" پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"آرام سے بات کرو پروفیسر ۔۔۔۔۔ تم ایک ذمہ دار آفیسر کے سامنے کھڑے ہو۔ تمہارا سفیر آجائے پھر بات ہو گی۔ میں دیکھتا ہوں تم راجر کا پتہ کیسے نہیں بتاتے ۔۔۔۔۔ ہمارے پاس مکمل ثبوت ہے کہ تم راجر کو جانتے ہو" ۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ اور باوقار لہجے میں کہا۔ اور اس کا انداز ایسا تھا کہ پروفیسر اور دوسرے غیر ملکی یک دم خاموش ہو گئے اور عمران نے آگے بڑھ کر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا ۔۔۔۔۔ اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ہیلو" ۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"سر سلطان سے بات کراؤ جلدی" ۔۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب" ۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والا شاید عمران کے لہجے سے مرعوب ہو گیا تھا۔

اور چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"سلطان سپیکنگ ــــ کون صاحب ہیں" ــــ سر سلطان نے سخت لہجے میں کہا۔
"میں پروفیسر گھوش بول رہا ہوں سر سلطان۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض میرے ساتھ ہے" ــــ عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔
"اوہ ــــ تم عمران ــــ تم مگر یہ پروفیسر گھوش ــــ کیا مطلب" ــــ سر سلطان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ عمران کی اصل آواز پہچان گئے تھے ــــ اس لئے ان کے منہ سے بے اختیار عمران کا لفظ نکل گیا تھا۔
"میں پروفیسر گھوش ہوں جناب ــــ آپ فوراً شاہی روڈ کی پیلی عمارت میں آجایئے۔ جہاں غیر ملکی انجینئرز ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہاں ان کے سفارت خانے کا سفیر بھی آرہا ہے۔ آپ فوراً پہنچ جائیں ــــ حالات خراب ہیں" ــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔
"کیا سر رحمان کو بھی لے آنا ہے" ــــ سر سلطان شاید ساری صورت حال سمجھ گئے تھے۔
"آپ خود پہنچیں ــــ اکیلے" ــــ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
"آخر آپ لوگوں نے ہمیں ہی کیوں تاک رکھا ہے۔ آخر بات کیا ہے ــــ آپ کس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں" ــــ ایک غیر ملکی نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"ہم تو صرف پروفیسر سے راجر کا پتہ پوچھ رہے ہیں اور بس۔ جو انہیں بتانا پڑے گا"۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میں جب کسی راجر کو جانتا ہی نہیں تو میں بتاؤں گا کیسے"۔ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"آپ کو بتانا ہو گا پروفیسر۔۔۔۔۔۔ ہم مجسموں کو بھی بولنا سکھا دیتے ہیں"۔۔۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ پروفیسر کوئی جواب دیتا اچانک کئی کاروں کے اندر آنے کی آواز سنائی دی۔۔۔۔۔۔ اور کئی غیر ملکی تیزی سے باہر کی طرف لپکے۔

"مجھے بتاؤ کہ آخر اب ہو گا کیا۔۔۔۔۔۔ یہ پروفیسر مجرم ہے"۔ فیاض نے گھبرائے ہوئے لہجے میں عمران کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔ گھبراؤ مت"۔۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ایک ادھیڑ عمر باوقار غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پروفیسر کے ساتھیوں کے علاوہ چند اور غیر ملکی بھی تھے۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اپنے سینوں پر سفارت خانے کے نیج آویزاں کر رکھے تھے۔

"میرا نام کنگسن ہے اور میں اس ملک میں مغربی جرمنی کا سفیر ہوں"۔۔۔۔۔۔ اس ادھیڑ عمر غیر ملکی نے اندر آتے ہی بڑے باوقار لہجے میں عمران اور فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام پروفیسر گھوش ہے۔ میرا تعلق مقامی یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق جرائم سے ہے ـــــ اور یہ یہاں کی سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض ہیں"ـــــ عمران نے بھی جواب میں اپنا اور فیاض کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ یہاں کیسے آئے ہیں ـــــ کیا یہ انجینئر مجرم ہیں" سفیر کا لہجہ یک دم سخت ہو گیا۔

"ہم نے انہیں کب مجرم کہا ہے ـــــ ہم تو پروفیسر ڈنکن سے راجر کا پتہ پوچھنے آئے ہیں۔ انہوں نے پتہ بتانے کی بجائے آپ کو بلا لیا"ـــــ عمران نے ہی جواب دیا۔

"میں کسی راجر کو نہیں جانتا ـــــ لیکن یہ لوگ بضد ہیں۔ آج سے چند روز پہلے بھی انہوں نے یہی حرکت کی تھی کہ یہ اچانک یہاں آگئے ـــــ اور انہوں نے ہمیں بین الاقوامی مجرم بتایا، اور ہم سب کو ہتھکڑیاں لگا دیں۔ پھر ان کے افسران آگئے۔ انہوں نے ہتھکڑیاں کھلوا دیں اور ہم سب سے معافیاں مانگنے لگے کہ سب کچھ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے جس پر ہم خاموش ہو گئے اور ہم نے آپ کو بھی اطلاع نہ دی ـــــ اب یہ پھر آگئے ہیں" پروفیسر نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ـــــ تو یہ بات ہے ـــــ سیکرٹری" ـــــ سفیر نے پروفیسر کی بات سنتے ہی انتہائی غصیلے لہجے میں اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر" ـــــ ایک غیر ملکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سیکرٹری ـــــ تم وزارت خارجہ سے فون ملاؤ۔ میں حکومتی سطح پر احتجاج کرنا چاہتا ہوں" ـــــ سفیر نے سیکرٹری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فون کرنے کی تکلیف نہ کریں ـــــ وہ خود یہاں آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں بلوایا ہے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ تو کیا تمہاری نظر میں واقعی یہ لوگ مجرم ہیں۔ کیا تم اسے ثابت کر سکتے ہو" ـــــ سفیر نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"ابھی پتہ چل جائے گا ـــــ پروفیسر نے جیسے ہی راجر کا پتہ بتایا مجرم آپ کے سامنے ہو گا" ـــــ عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی عمران کی بات کا جواب دیتا اچانک ایک اور کار کے رکنے کی آواز سنائی دی ـــــ اور پھر چند لمحوں بعد سر سلطان اندر داخل ہو گئے۔

"سر سلطان دیکھئے آپ کے آدمیوں نے یہاں کیا چکر چلا رکھا ہے۔ میں حکومتی سطح پر آپ سے احتجاج کرتا ہوں" ـــــ سفیر نے سر سلطان کو دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے پروفیسر گھوش" ـــــ سر سلطان سفیر کو جواب دینے کی بجائے عمران سے مخاطب ہوئے۔

"جناب ـــــ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے آخر کار ڈیتھ سرکل کے

مجرموں کو پکڑ ہی لیا ہے۔ اس تنظیم کا سرغنہ راجر ہے۔ اس کی امداد ایک مقامی لڑکی شہلا کر رہی تھی ـــــ ان لوگوں کا مشن اس ملک میں منشیات کی ایک خاص قسم جسے یہ ایم۔زیڈ کے نام سے پکارتے ہیں پھیلانا تھا ـــــ ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ ایم۔زیڈ کو جو انسان میں انتہائی جنسی جذبات اجاگر کر دیتا ہے۔ اعلیٰ طبقے کے مردوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرتے ـــــ اور جب وہ اس کے عادی ہو جاتے تو پھر انہیں بلیک میل کر کے ان سے بھاری دولت کے ساتھ ساتھ ملکی ٹاپ سیکرٹ راز حاصل کئے جاتے۔ یہ سب کام یہ لوگ انتہائی خاموشی سے کرتے ہیں ـــــ راجر نے ایم۔زیڈ کو پھیلانے کے لئے شہلا کو مہرہ بنایا۔ اور شہلا نے ایم۔زیڈ اعلیٰ طبقے کی چند لڑکیوں کو ایک ہوٹل میں پلا دیا ـــــ وہاں سے ایم۔زیڈ کی شیشی میرے ہاتھ لگی اور میں نے اس کا تجزیہ کیا۔ اور اس طرح اصل صورت حال سامنے آگئی ـــــ لیکن انہیں بھی اطلاع مل گئی۔ کہ انٹیلی جنس ان کے پیچھے لگ گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فیاض صاحب پر حملہ کر دیا ـــــ مگر فیاض صاحب نے کمال بہادری اور جرأت سے کام لیتے ہوئے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ اس پر راجر نے جو گلشن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو دس میں رہائش پذیر تھا۔ کوٹھی چھوڑ دی ـــــ اور پھر جوزفین کلب جا کر جہاں شہلا رہتی تھی اُسے قتل کر دیا اور اس کی لاش یہاں اس بلڈنگ میں چھپا دی" ـــــ عمران نے تفصیل بتا دی۔

"اس بلڈنگ میں ـــــ کیا بکواس ہے۔ راجر کا اس بلڈنگ

سے کیا تعلق "۔۔۔۔۔ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
"آپ لوگ واقعی انجینئر ہیں اور ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ آپ کا اس تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن صرف آپ کا۔۔۔ آپ برائے کرم جا کر اس بلڈنگ کی تلاشی لیں آپ کو لاش مل جائے گی"۔۔۔۔ عمران نے پروفیسر کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جاؤ دیکھو۔۔۔۔ ابھی پتہ لگ جائے گا کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے"۔۔۔۔ سیفر نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر عمران کے بااعتماد لہجے کی وجہ سے الجھن کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔
سیفر کے کہنے پر چند غیر ملکی نوجوان تیزی سے باہر نکل گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد باہر شور سا مچا۔۔۔۔ اور پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں نزدیک آتی چلی گئیں۔
"سر سر۔۔۔۔ بلڈنگ کے شمالی کونے میں ایک لڑکی کی لاش موجود ہے۔ وہ باڑ کے پیچھے پڑی ہوئی ہے"۔۔۔۔ ایک غیر ملکی نے خوف زدہ لہجے میں آکر اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ اور سیفر کے ساتھ ساتھ سب لوگ بری طرح چونک پڑے۔۔۔۔ پروفیسر کی آنکھوں میں بھی الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔
"بکواس ہے یہ سازش ہے۔ یہ ان کا حربہ ہے۔ انہوں نے کسی لڑکی کی لاش اندر پھینکوا دی ہوگی"۔۔۔۔ پروفیسر نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
"میں خود لاش دیکھنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ سیفر نے اٹھتے

ہوئے کہا۔

"یہیں منگوا لیجئے" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور پھر سفیر نے سر ہلا دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد شہلا کی لاش اٹھا کر اس کمرے میں لائی گئی۔

"مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ لاش اسی راجر نے یہاں لا کر ڈالی ہے ۔۔۔۔ اور پھر پروفیسر کا راجر سے کیا تعلق ہے اس بات کو ثابت کیجئے" ۔۔۔۔ سفیر نے پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔

"آپ کا انجینئر، پروفیسر ڈنکن ہے نا ۔۔۔۔ اور آپ پروفیسر ڈنکن کی سفارتی حمایت کے لئے یہاں آئے ہیں ۔۔۔۔ آپ کا بین الاقوامی مجرم تنظیم کے سرغنے سے تو کوئی تعلق نہیں" ۔۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں سفیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بالکل بالکل ۔۔۔۔ ہمارا مجرموں سے کیا واسطہ، پروفیسر ہمارے معزز ترین آدمی ہیں۔ آپ کو ان پر غلط شبہ کرنے کے بھی ہولناک نتائج بھگتنا پڑیں گے" ۔۔۔۔ سفیر نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ راجر بتلائے گا کہ پروفیسر کہاں ہے" ۔۔۔۔ عمران نے اچانک پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کک ۔۔۔ کک ۔۔۔ کیا مطلب" ۔۔۔۔ پروفیسر نے جھٹکا کھا کر دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے اس فقرے پر کمرے کا ہر فرد بری طرح اچھل پڑا۔

فیاض اب اتنا احمق بھی نہ تھا کہ عمران کے فقرے کا مطلب نہ سمجھتا ۔۔۔۔ اس نے تیزی سے ریوالور نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا۔

"تم بکواس کر رہے ہو ــــــ مجھ پر الزام لگا رہے ہو" ــــــ پروفیسر نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر اس کا لہجہ صاف چغلی کھا رہا تھا کہ وہ شدید طور پر بوکھلا گیا ہے۔

"میک اپ اتار کر دکھا دوں ــــــ میری نظریں میک اپ کے اندر کی اصل شکل کو بھی پہچانتی ہیں" ــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے سرسلطان کی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ پروفیسر نے کسی چیتے کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی ــــــ اور پلک جھپکنے میں اس نے قریب موجود سرسلطان کی گردن میں ہاتھ ڈال کر انہیں اپنے سینے سے چپکا لیا۔ اب اس کے ہاتھ میں ریوالور چمکنے لگا تھا۔

"میں اس کو گولی مار دوں گا ــــــ ہٹ جاؤ ــــــ سب لوگ ہٹ جاؤ" ــــــ راجر نے اس بار اپنی اصل آواز میں چیختے ہوئے کہا۔

"بس جناب سفیر صاحب ــــــ اب آپ کو ثبوت مل گیا۔ اب تو آپ حکومتی سطح پر احتجاج نہیں کریں گے" ــــــ عمران نے یوں مطمئن انداز میں کہا جیسے کوئی شعبدہ گر اپنی کامیاب شعبدہ گری کے متعلق رائے لے رہا ہو۔

"ٹھیک ہے ــــــ مگر" ــــــ سفیر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ باقی انجینئر بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑے تھے۔ ان کے خواب میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ پروفیسر ڈنکن کی

بجائے یہ کوئی مجرم ہوسکتا ہے۔

"فیاض نے تیزی سے ہولسٹر سے ریوالور کھینچا وہ شاید جوش میں آکر کچھ کرنا چاہتا تھا ـــــ مگر عمران نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"صبر کرو فیاض ـــــ سر سلطان بٹھی مارنا جانتے ہیں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے ان سب کی آنکھیں مزید حیرت سے پھیلتی چلی گئیں جب اچانک سر سلطان کے جسم نے مخصوص انداز میں جھٹکا کھایا اور پروفیسر چیخ کر کسی گیند کی طرح ان کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا عمران اور فیاض کے سامنے پشت کے بل زمین پر آگرا ـــــ اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔

پروفیسر کے گرتے ہی عمران کسی عقاب کی طرح اس پر جھپٹا اور چند لمحوں میں پروفیسر زمین سے اٹھ کر ان کے سامنے کھڑا تھا ـــــ مگر اس کی حالت یہ تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر مڑ کر عمران کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے ـــــ اور پھر فیاض نے انتہائی تیزی سے ہتھکڑی نکال کر اس کی دونوں کلائیوں کے گرد پھرتی سے ڈال کر کلپ لگا دیا ـــــ اور عمران نے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اب پروفیسر بُری طرح بے بس ہو گیا تھا۔

"واہ سر سلطان صاحب ـــــ آپ کو ورلڈ ریسلنگ چیمپئن ہونا چاہیئے۔ کیا داؤ مارا ہے" ـــــ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان مسکرا دیئے۔

عمران نے ایک کیس کے بعد سر سلطان کو دو چار خطرناک قسم کے داؤ کی باقاعدہ ٹریننگ دی تھی۔۔۔ تاکہ کسی بھی موقع پر وہ فوری طور پر اپنا بچاؤ کر سکیں اور عمران نے اسی لئے جان بوجھ کر ایک داؤ کا نام لیا تھا۔۔۔ اور اس کا نام سنتے ہی سر سلطان نے انتہائی مہارت سے وہ داؤ لگا دیا اور نتیجہ سب کے سامنے آگیا۔

"پانی اور تولیہ لاؤ۔۔۔ میں ابھی اس کا میک اپ صاف کر دیتا ہوں"۔۔۔ عمران نے یوں ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا جیسے وہ سٹیج پر کھڑا نیا تماشہ دکھلانے کے موڈ میں ہو۔۔۔ اور پھر ایک انجینئر تیزی سے باہر بھاگا۔ اور چند لمحوں بعد وہ ایک جگ میں پانی اور تولیہ لے کر آ گیا۔ عمران نے جیب سے میک اپ باکس نکالا۔۔۔ اور اس میں سے ایک ٹیوب نکال کر اس کا پیسٹ پروفیسر کے چہرے پر مل دیا۔ اور پھر پانی سے اس کا منہ دھو کر جب اس نے اس کا منہ تولیے سے رگڑا تو پروفیسر کا میک اپ صاف ہوتا چلا گیا۔۔۔ اب وہاں راجر موجود تھا۔

"ناظرین و حاضرین۔۔۔ ڈیتھ سرکل کے سرغنہ اور بین الاقوامی مجرم راجر سے ملیے۔ جسے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے گرفتار کیا ہے"۔۔۔ عمران نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"مگر پروفیسر ڈکمن کہاں ہے"۔۔۔ سٹیو اور پروفیسر کے ساتھیوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔۔۔ اس نے پروفیسر کو ختم کر کے

اس کا روپ دھار لیا ہے ۔ پروفیسر بھی شاید اس کا ساتھی تھا۔ پھر پروفیسر کے روپ میں اس نے جوزفین کلب جا کر شہلا کو ختم کیا اور اس کے بعد یہاں آ گیا ــــ تاکہ پروفیسر کے روپ میں اُسے سفارتی حمایت مل جائے اور اسی آڑ میں یہ یہاں سے فرار ہو سکے مگر انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اسے کہاں چھوڑتا تھا ۔"
عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔
" سر سلطان ــــ میں شرمندہ ہوں ۔ آپ لوگ واقعی بے حد ذہین ہیں ۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو گا ۔"
سفیر نے انتہائی شرمندہ لہجے میں کہا ۔
" آپ اپنا کوئی سطح پر احتجاج واپس لے رہے ہیں یا نہیں ۔"
سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا ۔
" اوہ ــــ مجھے مزید شرمندہ نہ کریں ۔" ــــ سفیر نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔
" جناب ــــ کیا آپ مجھے راستے میں ڈراپ کر دیں گے ۔ میں بوڑھا آدمی ہوں ۔ کھڑے کھڑے تھک گیا ہوں ۔ انہوں نے تو مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا ۔" ــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا ۔
" اوہ سوری ــــ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ چکر ہے ۔" ــــ چند غیر ملکی انجینئروں نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا ۔
" آپ کی شرمندگی سے میری تھکاوٹ دور نہیں ہو سکتی ۔ بہرحال آپ کا شکریہ ــــ آپ نے کم از کم اتنا تعاون کیا ہے ۔ کہ

ہمیں فوراً ایکڑ کر بیٹھنا نہیں شروع کر دیا۔ ورنہ تو مالش کرنے والا بھی تھکاوٹ نہ اتار سکتا " ——— عمران نے جواب دیا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

" آئیے آئیے پروفیسر ——— آپ جیسے معزز آدمی کو لفٹ دینا تو میرے لئے باعث افتخار ہو گا " ——— سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اچھا جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب ——— اب آپ جانیں اور آپ کے مجرم ——— میرے حق میں دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھاری قرض سے سبکدوش کرنے کی کوئی سبیل پیدا کر ہی دیتا ہے " ——— عمران نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا جو پروفیسر کو پکڑے کھڑا تھا اور فیاض صرف پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔ ظاہر ہے وہ عمران کا اشارہ سمجھ گیا تھا ——— اور اُسے نظر آ رہا تھا کہ اُسے ایک اور چیک لکھنا پڑے گا۔

ختم شد